ماہنامہ
حنا
مارچ 2021

ہر گھر کیلئے

ماہنامہ

حنا

جلد 43 شمارہ 3
مارچ 2021
قیمت 80 روپے

بانی: سردار محمودؒ
مدیر اعلیٰ: سردار طاہر محمود
مدیرہ: تسنیم طاہر
نائب مدیران: ارم طارق
تحریم محمود
مدیرہ خصوصی: فوزیہ شفیق
قانونی مشیر: سردار طارق محمود (ایڈووکیٹ)
آرٹ ایڈیٹر: کاشف گوریجہ
اشتہارات: افراز علی نازش

pklibrary.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلامیات

حمد — تنویر پھول — 7

نعت — محمد زبیر — 7

پیارے نبیؐ کی پیاری باتیں — 8

انشاء نامہ

اندر کیا ہے — ابن انشاء — 11

افسانے

خواب اور خواہش — کشف بلوچ — 81

تم دل میں رہتے ہو — عشا نور — 165

بہار اور عشق کا کاف — ثنا کنول — 187

دعا کا رنگ — غزالہ جلیل راؤ — 201

شب ہجراں کی سحر — فصیحہ آصف خان — 214

کھوکھلے لوگ — اُم ہانی — 222

ناولٹ

مذاق عاشقی دارم — انیلا طالب — 68

سلسلے وار ناول

امید صبح جمال — اُم مریم — 14

غارت گر — سندس جبیں — 172

مکمل ناول

عشق کی پڑ گئی مار پیا — افشاں علی — 38

بازی — مہوش طالب — 134

چاہ نہ سہی چائے سہی — زرقا بھٹی

انتباہ: ماہنامہ حنا کے جملہ حقوق محفوظ ہیں، پبلشر کی تحریری اجازت کے بغیر اس رسالے کی کسی بھی کہانی، ناول یا سلسلہ کو کسی بھی انداز سے نہ تو شائع کیا جا سکتا ہے، اور نہ کیبل ٹی وی چینل پر ڈرامہ، ڈرامائی تشکیل اور سلسلے وار قسط کے طور پر کسی بھی شکل میں پیش کیا جا سکتا ہے، خلاف ورزی کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جا سکتی ہے۔

حاصل مطالعہ	تحریم طاہر	227	رنگ حنا	بلقیس بھٹی	235
بیاض	تسنیم طاہر	229	میری ڈائری سے	صائمہ محمود	222
حنا کی محفل	عین نین	231	حنا کا دسترخوان	افراح طارق	237

کس قیامت کے یہ نامے فوزیہ شفیق 239

☆☆☆

سردار طاہر محمود نے نواز پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ حنا 205 سرکلر روڈ لاہور سے شائع کیا۔
خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ، **ماہنامہ حنا** پہلی منزل محمد علی امین میڈیسن مارکیٹ 207 سرکلر روڈ
اردو بازار لاہور فون: 042-37321690, 042-37310797 ای میل ایڈریس،
monthlyhina@hotmail.com, monthlyhina@yahoo.com

pdfbooksfree.pk

کچھ باتیں ہماری

قارئین کرام! مارچ 2021ء کا شمارہ پیش خدمت ہے۔

کسی دانا کا قول ہے ''کامیابی کی کنجی صحیح وقت پر صحیح فیصلہ'' اور یہ وہ حقیقت ہے کہ جو انسانوں کی انفرادی زندگی کے ساتھ ساتھ قوموں کی اجتماعی زندگی میں بھی فیصلہ کن اہمیت رکھتی ہے۔

23 مارچ 1940ء برصغیر کے مسلمانوں کی تاریخ کا ایسا ہی فیصلہ کن موڑ تھا۔ جس نے تاریخ کے دھارے بدل دیے۔ مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن کا مطالبہ، جو آگے چل کر پاکستان کے قیام کی بنیاد بنا۔ آزادی کے متوالوں نے ہر تعلق خاطر سے رشتہ توڑ کر نیا ملک بسایا تھا۔ آنکھوں میں بہت سے خواب تھے اور نیتیں بھی صاف تھیں۔ یہ وہ دور تھا جب سیاست کاروبار نہیں بنا تھا اور دلوں میں حب الوطنی کا جذبہ موجزن تھا لیکن وہ تہذیبی عمل جسے نسل در نسل منتقل ہونا تھا وہ آگے نہ بڑھ سکا۔ معاشی ناہمواریوں نے اس تعمیری اور مثبت انداز فکر کو اُبھرنے ہی نہ دیا۔ فہم وادراک کے چراغ روشن نہ ہو سکے، منفی جذبوں کو ہوا دی گئی جس نے منافقت کی فضا کو جنم دیا اور مثبت قوتیں پسپا ہوتی گئیں۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ ایک بار پھر اُمید کے چراغ فروزاں ہوئے ہیں۔ زیادہ نہ سہی کچھ بہتری کے آثار نمودار ہو رہے ہیں۔

دعا گو ہیں کہ یہ کوششیں بار آور ہوں اور ہمارا ملک ترقی اور خوش حالی کی راہ پر گامزن ہو۔ آمین

اس شمارے میں: افشاں علی، زرقا بھٹی اور مہوش طالب کے مکمل ناول انیلا طالب کا ناولٹ، کشف بلوچ، عشا نور، ثنا کنول، غزالہ جلیل، ام ہانی اور فصیحہ آصف خان کے افسانے، اُم مریم اور سندس جبیں کے سلسلے وار ناولوں کے علاوہ ''حنا'' کے سبھی مستقل سلسلے شامل ہیں۔

آپ کی آرا کا منتظر

سردار طاہر محمود

pklibrary.com

حمد باری تعالیٰ

قریب ہے رگ جاں سے مگر دکھا نہ سکا
وہ دل میں آیا ، سمجھ میں مگر سما نہ سکا

گناہ کا بوجھ ہے سر پر گراہوں سجدے میں
پڑا وہ بار مرے سر پہ کہ میں اٹھا نہ سکا

سمجھ میں آ نہیں سکتی حقیقت معبود
بشر تو اپنی بھی ہستی کا راز پا نہ سکا

بنائے سینکڑوں معبود یوں تو انساں نے
وہ برگ و غنچہ یا مور و مگس بنا نہ سکا

بشر کو تو نے نوازا ، یہ فضل ہے تیرا
سروش منزل سدرہ سے آگے جا نہ سکا

ہے پھول سجدے میں، حالت سے اس کی تو واقف
بہائے اشک مگر حال دل سنا نہ سکا

تنویر پھول

نعت رسول مقبول ﷺ

مہکتے چمن ہو ، رسولؐ امیں ہو
سینے میں جن کے قرآن مبیں ہو

ابر کرم بھی ہو ، بحر سخا بھی ہو
مہربان رب کا فضل مبیں ہو

فراست و حکمت میں ثانی نہیں ہے
کوئی بشر چاہے کتنا ذہیں ہو

ہو راحت جاں بھی پیام اماں بھی
دل کی تمنا ہو ، دل کے قریں ہو

رسولؐ خدا ہیں ، یہ پہچان ان کی
باتوں پہ جن کی سب کو یقیں ہو

سجدے میں گر کر قیامت کے دن بھی
سب کو بخشش کا طالب نذیر مبیں ہو

محمد زبیر

pklibrary.com

پیارے نبی ﷺ کی پیاری باتیں

یتیم لڑکیوں سے حسن سلوک

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''جو شخص دو لڑکیوں کو پالے ان کے جوان ہونے تک، تو قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح سے آئیں گے۔'' اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو ملایا (یعنی قیامت کے دن میرا اس کا ساتھ ہوگا، مسلمان کو چاہیے کہ اگر خود اس کی لڑکیاں ہوں تو خیر ورنہ وہ یتیم لڑکیوں کو پالے اور جوان ہونے پر ان کا نکاح کر دے تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ اس کو نصیب ہو۔) (مسلم)

جہاد

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا۔

''میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں اور اللہ سے اس کا ثواب چاہتا ہوں۔''

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''تیرے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے؟''

وہ بولا کہ۔

''دونوں زندہ ہیں۔''

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ۔

''تو اللہ سے ثواب چاہتا ہے؟''

وہ بولا۔

''ہاں۔''

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''تو اپنے والدین کے پاس لوٹ جا اور ان سے نیک سلوک کر۔'' (مسلم)

باپ کے دوستوں سے اچھا سلوک

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب وہ مکہ کو جاتے تو اپنے ساتھ ایک گدھا تفریح کے لئے رکھتے اور جب اونٹ کی سواری سے تھک جاتے تو اس پر چڑھتے اور ایک عمامہ رکھتے جو سر میں باندھتے، ایک دن وہ گدھے پر جا رہے تھے کہ اتنے میں ایک اعرابی نکلا، سیدنا عبداللہ نے کہا۔

''تو فلاں کا بیٹا ہے فلاں کا پوتا؟'' وہ بولا۔

''ہاں۔''

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کو گدھا دے دیا اور کہا کہ۔

''اس پر چڑھ'' اور عمامہ بھی دے دیا اور کہا کہ ''اپنے سر پر باندھ'' سیدنا عبداللہ کے بعض ساتھی بولے۔

''تم نے اپنی تفریح کا گدھا دے دیا اور عمامہ بھی دے دیا جو اپنے سر پر باندھتے تھے اللہ تعالیٰ تمہیں بخشے۔''

انہوں نے کہا۔

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

pklibrary.com

سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے مرجانے کے بعد اس کے دوستوں سے (اچھا) سلوک کرے۔'' اور اس دیہاتی کا باپ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوست تھا۔ (مسلم)

کالے رنگ کا کمبل پہننا

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک صبح کو نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کالے بالوں کا ایک کمبل اوڑھے ہوئے تھے جس پر پالان کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ (صحیح مسلم)

ضروری بستر بنا کر رکھنے کے متعلق

...ت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ...سول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

... کے لئے چاہیے اور ایک اس کی بیوی کے ... اور ایک بستر مہمان کے لئے اور چوتھا شیطان کا ہوگا۔'' (یعنی جو لوگوں کو دکھانے اور اپنی برتری ظاہر کرنے کے لئے بنایا جائے) (صحیح مسلم)

اچھا گمان رکھنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیث قدسی میں اپنے رب کا یہ ارشاد مبارک نقل فرماتے ہیں۔

''میں اپنے بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں، جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جس وقت وہ مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔'' (مسلم)

بلند مرتبہ کی چیز

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ بلند مرتبہ کوئی چیز نہیں ہے۔'' (ترمذی)

خوشحالی میں دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''جو شخص یہ چاہے کہ اللہ تعالیٰ سختیوں اور بے چینیوں کے وقت اس کی دعا قبول فرمائے، اسے چاہیے کہ وہ خوشحالی کے زمانے میں زیادہ دعا کیا کرے۔'' (ترمذی).

جلد بازی کی ممانعت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''بندہ جب تک گناہ اور قطع رحمی کی دعا نہ کرے، اس کی دعا قبول ہوتی رہتی ہے بشرطیکہ وہ جلد بازی نہ کرے۔'' پوچھا گیا۔

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جلد بازی کا کیا مطلب ہے؟'' ارشاد فرمایا۔

''بندہ کہتا ہے میں نے دعا کی پھر دعا کی لیکن مجھے تو قبول ہوتی نظر نہیں آتی، پھر اکتا کر دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے۔'' (مسلم)

دعا میں نگاہ اٹھانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

pklibrary.com

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''لوگ نماز میں دعا کے وقت اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھانے سے باز آجائیں ورنہ ان کی بینائی اچک لی جائے گی۔'' (مسلم)

نماز میں دعا کے وقت آسمان کی طرف نگاہ اٹھانے سے خاص طور پر اس وجہ سے منع کیا گیا ہے کہ دعا کے وقت نگاہ آسمان کی طرف اٹھ ہی جاتی ہے۔ (فتح الملہم)

غیر ضروری تفصیل سے بچنا

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں دعا میں یوں کہہ رہا تھا۔

''اے اللہ! میں تجھ سے جنت اور اس کی نعمتوں اور اس کی بہاروں اور فلاں فلاں چیزوں کا سوال کرتا ہوں اور میں جہنم سے اور اس کی زنجیروں، ہتھکڑیوں اور فلاں فلاں قسم کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔'' میرے والد سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سنا تو ارشاد فرمایا۔

''میرے پیارے بیٹے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔

''عنقریب ایسے لوگ ہوں گے جو دعا میں مبالغہ سے کام لیا کریں گے۔'' تم ان لوگوں میں شامل ہونے سے بچو، اگر تمہیں جنت مل گئی تو جنت کی ساری نعمتیں مل جائیں گی اور اگر تمہیں جہنم سے نجات مل گئی تو جہنم کی تمام تکلیفوں سے نجات مل جائے گی۔'' (لہٰذا دعا میں اس تفصیل کی ضرورت نہیں بلکہ جنت کی طلب اور دوزخ سے پناہ مانگنا کافی ہے۔) (ابوداؤد)

قبولیت کی گھڑی

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔

''ہر رات میں ایک گھڑی ایسی ہوتی ہے کہ مسلمان بندہ اس میں دنیا و آخرت کی جو خیر مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ضرور عطا فرماتا ہے۔'' (مسلم)

رات کا آخری حصہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''جب رات کا تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو ہمارا رب آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے ''کون ہے جو مجھ سے دعا کرے میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مانگے، میں اس کو عطا کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے میں اس کی مغفرت کروں؟'' (بخاری)

بار بار کہو

حضرت ربیعہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔

''دعا میں یا ذالجلال والاکرام کے ذریعہ اصرار کرو یعنی اس لفظ کو دعا میں بار بار کہو۔'' (مستدرک حاکم)

☆☆☆

pklibrary.com

آپ کی عمر کیا ہے

ابن انشاء

معاف فرمائیے، یہ سوال آپ سے نہیں ہے، کیونکہ ہمیں آداب مجلس سے اتنا بھی بے بہرہ نہ جانیے کہ ہم خواتین سے اس قسم کا اشتعال انگیز سوال کریں گے، یہ ہمیں اتنا سادہ جانیے کہ آپ جواب میں جو کچھ فرمائیں گی، (آپ سے مطلب آپ نہیں، آپ تو ماشاء اللہ سمجھ دار ہیں، دوسری خواتین کی بات ہے) اس میں ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں ملائیں گے، دراصل آپ کی عادت بھی پختہ ہو چکی ہے، ہماری بھی، صرف آپ کی عمر کے بارے میں نہیں، سودا سلف کی خریداری میں بھی۔

ہمیں ایک چھاتا خریدنا تھا، دکان دار نے کچھ قیمت بتائی، ہم نے سنا، سات روپے، فوراً اپنے اصول کے مطابق کہا۔

"چھ روپے لینے ہوں تو دو۔" بلکہ یہ بھی کہا کہ۔

"ابھی کل ہی ہم نے بوہری بازار سے چھ روپے میں ایسا ہی چھاتا لیا ہے۔" دکاندار مسکرا کر بولا۔

"جی میں نے سات روپے نہیں کہا، چار روپے کہا ہے۔" ہم نے اپنے اصول کو پھر بھی ہاتھ سے جانے نہ دیا اور کہا۔

"چار روپے؟ زیادہ ہیں چار روپے، تین روپے منظور ہوں تو ٹھیک، ورنہ ہم چلے۔"

pklibrary.com

خواتین کے بارے میں ہمارا اصول یہ رہا ہے کہ جہاں کسی نے عمر بتائی، ہم نے اس میں پندرہ سال اپنی طرف سے ملا لئے، اس کی وجہ یہ تھی کہ قیام پاکستان کے بعد ایک خاتون سے ہم نے ان کا سن شریف پوچھا تو انہوں نے انیس برس بتایا، یہ 1948ء کی بات ہے، 1963ء میں ہماری جاننے والی ایک صاحبہ کو ان سے یہ ہی استفسار کرنے کا اتفاق ہوا تو معلوم ہوا کہ ابھی تک انیس برس بھی کی ہیں اور 1947ء کے ہنگاموں کے بارے میں فرماتی ہیں کہ۔

''ہاں ہاں کچھ کچھ ہو یاد ہے میری عمر اس وقت تین چار برس کی تھی، اس سے ہمارا یہ نتیجہ نکالنا قدرتی بات تھی کہ خواتین کی عمر میں ایک مرحلہ ایسا آتا ہے جب وہ پندرہ سال بعد اپنی اگلی سالگرہ مناتی ہیں، بعد میں تجربے سے پتا چلا کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں، بعض دس سال ہی میں سالگرہ منا لیتی ہیں اور ایسی تعجیل پسند بھی دیکھنے میں آئیں کہ آج بیس برس کی ہیں اور پانچ ہی سال بعد خود کو اکیس برس کی بھی کہنے لگیں۔''

عمر کے باب میں چین میں ہم سے بہت دھوکا ہوا، پہلے تو یوں کہ پیکنگ یونی ورسٹی کی اردو طالب اور طلبا سے ہمارا تعارف ہوا تو ہم نے ان کے سن و سال کے اعتبار سے ''بلو کا بستہ'' اور ''چاند تارا'' وغیرہ کتابیں تحفے میں دیں اور پھر ان کو اپنے ہوٹل میں چائے پر بھی مدعو کیا، کوئی پانچ سات بچے بچیاں اس میں شریک ہوئے، ایک بچی کا خط بہت اچھا تھا، ہم نے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور پوچھا۔

''کیا عمر ہے تمہاری؟'' ایک لڑکا بول اٹھا۔

''بیس برس کی ہیں جناب! مجھ سے بڑی ہیں۔'' ہم نے کہا۔

''دیکھو مذاق نہیں کرتے۔'' اس بچی نے بھی کہا۔

''جناب بڑا شریر ہے یہ، غلط کہتا ہے، 15 مئی کو میں بائیس برس کی ہو جاؤں گی۔'' ہم فوراً الگ ہو کر بیٹھ گئے اور بلو کا بستہ وغیرہ واپس لے کر ان کو موزانہ دبیر و انیس اور آثار الصنادید وغیرہ دیں، ان کی استانی سنجیدہ صورت، حد سے حد چالیس برس کی لگتی تھی، لیکن ہم سمجھ گئے کہ تینتالیس کی ضرور ہوں گی، طالب علموں سے پوچھا تو انہوں نے کہا۔

''جناب تیس برس کی ہیں ہماری استانی۔''

☆☆☆

لیکن جو حادثہ دوہان میں ہم پر گزرا، قدرے زیادہ عبرت ناک ہے، وہاں دریائے انگسی کے کنارے تین شہروں کا اتصال ہے، جن میں ایک شہر ہانکو بہت مشہور ہے، یہاں ایک ڈراما ہو رہا تھا، مضمون تو اس کا جو تھا سو تھا، لیکن ہیروئن اس کی من موہنی تھیں، ریشم کی طرح گداز کونپل کی طرح نازک، شیریں آواز، ڈرامے کی جان تھیں، ہم نے پیر صاحب قبلہ (پیر حسام الدین راشدی) سے جان کی امان پا کر عرض کیا کہ اس دیس میں ہر چند کہ دل کے کاروبار کی اجازت نہیں، تاہم آپ کو اعتراض نہ ہو تو اپنی دلوں کی پوٹلی میں سے ایک آدھ اس بانو کو نثار کر دیں، بولے۔

''بانوئے فشنگ است یعنی ہاں یہ ماہ رو ہے اسی لائق، لیکن لڑکی نہیں عورت ہے۔'' ہم نے کہا۔

''پچیس برس سے زیادہ نہیں۔'' پیر صاحب فرمانے لگے کہ یہ تمہارا حسن ظن ہے، تیس سال کی ضرور ہوں گی، خیر ہم کھیل کھیلتے رہے اور دل ہی دل میں اشعار آبدار موزوں کرتے رہے، ڈراما ختم ہونے کے بعد ہم اس کے آرٹسٹوں سے

ضرور ملا کرتے تھے، اب کے بھی اسٹیج کے پیچھے گئے اور سب سے شرف تعارف حاصل کیا، اس بی بی سے ہم نے اپنے دل کے بارے میں تو کوئی بات نہ کی ہاں یہ کہا کہ۔

''آپ کا کمال فن ہمیں پسند آیا، اس چھوٹی عمر میں فن پر یہ قابو؟ سبحان اللہ۔'' بولیں۔

''تعریف کا شکریہ، لیکن میں کافی دنوں سے اسٹیج پر کام کر رہی ہوں۔''

''کتنے برس سے؟'' کسی نے پوچھا۔

حساب لگا کر بولیں۔

''کوئی چالیس برس سے، 1926ء میں پہلے ڈرامے میں کام کیا تھا، اس وقت دس برس کی تھی۔''

☆☆☆

ہمارا ترجمان نو، دیکھنے میں چالیس سے زیادہ کا نہ لگتا تھا، اس کی عمر کے بارے میں ہم نے اسے یہ ہی اندازہ بتایا تو ہنس کر بولا۔

''ابھی تو پچھلے مہینے میں چوبیس برس کا ہوا تھا۔'' اس کے بعد ہم نے ذرا احتیاط اختیار کی، اگر کوئی چینی ہم سے پوچھتا کہ ذرا میری عمر کا اندازہ کرو تو ہم محض تخمینہ بتاتے تھے کہ بھیا تم بیس سال سے کم کے نہیں ہو اور ساٹھ سال سے کسی صورت زیادہ نہیں ہو، آپ یقین نہیں کریں گے، لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہمارا یہ اندازہ اکثر و بیشتر صحیح ثابت ہوتا تھا۔

ایک عزیزہ سے ہماری بے تکلفی تھی، لہٰذا ہم نے ان سے کہا کہ یہ آپ کی زیادتی ہے کہ پانچ سال پہلے بھی آپ تیس برس کی تھیں، اب بھی تیس برس کی خود کو بتاتی ہیں، بولیں۔

''جناب انسان کی ایک زبان ہوتی ہے، یہ نہیں کہ آج کچھ کہا، کل کچھ اور بیان دے دیا، آپ پانچ سال بعد بھی پوچھیں گے تو انشاء اللہ یہ ہی جواب ملے گا۔'' ہم شرمندہ ہو کر رہ گئے۔

اس ضمن میں اپنے ایک شناسا کی مثال بھی یاد آتی ہے اور اگرچہ اخبار خواتین میں ہمیں خواتین کے ذکر سے باہر نہ جانا چاہیے تھا، لیکن ایک آدھ استثنا میں حرج نہیں، یہ صاحب ہمیں گاڑی میں ملے تھے، اس وقت ان کی عمر تیس برس کی تھی، ایک سال بعد ہمارے ایک دوست کے ہاں ان کے رشتے کی تجویز آئی تو پتا چلا کہ اٹھائیس کے ہیں، رشتہ تو نہ ہوا، لیکن اس کے اگلے برس پھر ان سے ملاقات کی تقریب نکل آئی، وہ ایک نوکری کے انٹرویو میں آئے تھے اور ہمیں بھی انٹرویو بورڈ میں بٹھا لیا گیا تھا، ہم نے پوچھا۔

''سن شریف؟'' جواب ملا۔

''چوبیس کا ہوں جی۔'' جبکہ ہمارے حساب سے وہ اس وقت چھتیس کے ہونے چاہیے تھے، ہم نے کہا۔

''صاحب زادے اتنی رفتار تیز مت کرو، ورنہ دو ہی سال میں سن بلوغت کو پار کر کے نیچے پہنچ جاؤ گے، چار سال بعد گھٹنوں چلنے اور تتلانے لگو گے اور پانچ برس بعد کی کیفیت ہم عرض نہیں کر سکتے، سال کے عمر سے فقط ایک سال گھٹا لیا جائے تو ابھی خاصے دن چل سکتے ہو۔''

☆☆☆

pklibrary.com

امید صبح جہاں

ام مریم

پندرویں قسط کا خلاصہ

صندلین کا سفاک اقدام شیر خان کو موت کے منہ میں پہنچا دیتا ہے مگر اس کے پھر بھی زندہ بچ جانے کی خبر صندلین کو پاگل کرنے کو کافی ثابت ہوتی ہے۔ وہ یہ سوچ کر پریشان ہے اب کیا ہوگا؟

آیت اور معیز کے درمیان موجود چپقلش میں ہنسی مون بھی کوئی کردار ادا نہیں کر پاتی۔ آیت کی ضدی طبیعت اور معیز کی انا اپنی وہاں سے بھی نامراد لوٹا دیتی ہے۔

سلمان حمدہ کو پناہ دے چکا ہے مگر حسین شاہ کو خبر ہونے پہ دونوں کی آپسی تلخی کی مزید طوفان کا پیش خیمہ بن چکی ہے۔

سلمان عمامہ کے گھر میں آ کر عمامہ سے ملاقات کر کے اپنے لئے پھر راہ ہموار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

سولہویں قسط

pklibrary.com

pklibrary.com

جو بجھائی دے تو کہیں دکھائی بھی دے ہمیں
وہ عدم وہ زخم وجود و ذات وہ ماورا
صلح غروب و طلوع کے ہیں معاملے
یہ جو دھوپ چھاؤں کے قافلوں کا پڑاؤ ہے
مجھے معجزات پہ دے رہا ہے یقین تو
مجھے حادثات کے خوف سے بھی نجات دے
دے کوئی نہ کوئی اداس رنگ نصیب کو
یا کسی سفر میں غموں کی دھول میں بھول جا
نہ ابھی تلک کوئی پاس آیا نہ دور ہے
نہ ابھی تلک کوئی وصل ہے نہ فراق ہے

بیگ اٹھائے وہ گھر میں داخل ہوا تو رخصت ہوتے دن کا جھٹپٹا تھا۔ آنگن میں لگے پیپل کے درخت پہ چڑیوں نے شور مچا رکھا تھا۔ شاخوں سے جھڑ کر گرتے پتے اس کے قدموں میں بے تابی سے استقبال کو لیٹے۔ پورا صحن خالی تھا۔ دھوپ رخصت ہوئی سمٹی دیواروں پر چڑھ چکی تھی۔ کچن سے برتن کھٹکنے کی آواز ابھری اور پھر ایک دم ایشل اس کے سامنے آ گئی۔

''آپ.....؟''

اس کا منہ حیرت کی زیادتی سے کھل گیا۔ معیز نے بیگ چارپائی پہ اچھال دیا۔

''ایسا کرو پانی گرم کرنے کو رکھ دو، نہاؤں گا، ایسے تھکاوٹ نہیں اترنے والی۔''

وہ بے زار سا بولا اور وہیں چارپائی پہ بیٹھ کر جوتے اتارنے لگا۔ فضا میں خنکی گہری ہونے لگی تھی۔

''آپ اتنی جلدی کیسے آ گئے بھائی.....''

ایشل نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہ تھی۔ اس کی حیرت ہی تمام نہ ہوئی تھی۔

''بس آ گئے۔ تم وہ کرو جو میں کہہ رہا ہوں جلدی کرو..... کپڑے اپنے خود نکال لوں گا۔''

اس نے کھڑے ہوئے بیگ پھر سے اٹھا لیا۔

''یہ کیسا ہنی مون تھا..... اور..... یہ آیت بھابھی کہاں رہ گئیں..... کیا کمرے میں چلی گئیں.....؟''

ایشال کچن کی سمت پلٹی پھر سوال کر گئی۔ اس سوال کو خاص کر نظر انداز کرتا معیز اپنے کمرے میں آن گھسا۔ بیڈ روم صاف ستھرا تھا۔ کھڑکیوں سے پردے ہٹے ہوئے تھے۔ سورج کی نارنجی شعاعوں کا عکس شیشوں سے منعکس ہو کر کمرے کے ماحول کو اداس تاثر بخش رہا تھا۔ معیز نے پردے کھینچ کر لائٹس آن کی تو ماحول یکسر تبدیل نظر آنے لگا۔

بیگ نیچے رکھ کر اس نے کپڑوں کی الماری کھول لی تھی۔ یہاں بھی ایشال کا سلیقہ نظر آ رہا تھا۔ اس کے ساتھ آیت کے بھی کتنے ہی لباس استری شدہ ہو کر ہینگروں میں لٹکے ہوئے تھے۔ معیز کو اس کے کپڑوں کو ہٹا کر اپنا لباس نکالتے سخت کوفت ہوئی۔ اگر شریکِ حیات سے دل اور خیالات نہ مل سکیں تو پھر ایسی کوفت عمر بھر کو ہمراہ ہو جایا کرتی ہے۔

''چائے پہلے پئیں گے بھائی یا بعد میں.....؟''
ایشال دروازہ تھپکتی پھر آن موجود ہوئی۔ معیز نے ہینگر سے سوٹ نکالتے اسے دیکھا۔
''پانی گرم ہو گیا ہو تو چائے بنانے شروع کرو۔''
''آیت بھی ساتھ لے گی بھائی.....؟ وہ ہے کہاں.....؟''
ایشال کی پھر نظریں کمرے میں بھٹکیں۔ وہ سخت الجھن میں گرفتار تھی اس قدر جلد اور اچانک واپسی نے اس کا ماتھا ٹھنکا دیا تھا۔
''کیا آیت آیت لگا رکھی ہے۔ بے مروت و بے فیض لوگوں کو اتنا سر نہیں چڑھاتے۔ ورنہ ساری عمر کا رونا بھی نصیب پڑ سکتا ہے۔''
معیز کا آخر ضبط جواب دے گا۔ ایشال تو ششدر رہ گئی۔
''اب کیا ہو گیا بھائی.....؟ کچھ غلط کہہ دیا میں نے.....؟''
وہ سخت روہانسی ہو گئی تھی۔ معیز نے ہونٹ باہم بھینچ لئے۔ اسے احساس ہوا وہ اپنی یہ ذہنی کشمکش میں ایشال کو خوامخواہ رگڑا لگا جاتا ہے۔
''سوری.....بس مجھے غصہ آیا تھا اور اس کی وجہ تمہاری یہ گردان ہے۔''
وہ وضاحت کرتا بھی جھنجھلایا۔ ایشال کچھ نہیں بولی۔ پھر گہرا سانس بھرا اور پلٹ کر کمرے سے نکل گئی۔ معیز واش روم میں آیا تو ایشال پانی اندر رکھ رہی تھی۔
''اگر سر درد کی کوئی گولی ہو تو وہ بھی چائے کے ساتھ دینا مجھے.....''
ایشال محض سر ہلا کے پلٹ گئی۔
''اماں اور ابا نظر نہیں آ رہے.....؟''
وہ نہا کر نکلا تو ایشال چائے کی ٹرے لیئے آ گئی تھی۔
''چاچو کی طرف گئے ہیں۔''
''خیریت سے.....؟''
وہ بڑی طرح سے چونک گیا۔
''ہاں.....ثنا کے لئے ایک رشتہ آیا ہے اسی سلسلے میں۔''
اس جواب نے معیز کو ایک دم مطمئن کر دیا۔
''بھائی.....نیور مائنڈ پلیز.....مگر کیا آپ کی آیت سے کوئی لڑائی ہو گئی ہے جو.....''
''یہی سمجھ لو.....''
وہ مختصراً جواب دے کر جان چھڑانا چاہتا تھا مگر ایشال کا ایسا کوئی ارادہ ہیں نظر آیا۔
''وہ نظر کیوں نہیں آ رہی.....؟''
ایشال کی تشویش بڑھ گئی تھی یکدم۔
''بے فکر رہو.....کہیں کسی پہاڑ سے دھکا نہیں دے آیا ہوں اسے.....''
معیز یکدم زہر خند سے بھر گیا۔ ایشال نے عاجز ہو کر اسے دیکھا۔

pklibrary.com

''تو کیا پھر جادو کے کسی اثر سے غائب کر دیا ہے۔ ہے کہاں وہ.....؟''
اس کا انداز چڑنے والا ہو گیا۔
''اپنی ماں کے گھر گئی ہے۔''
مُعیز نے ہونٹ سکوڑ کر جو جواب دیا وہ ایشال کے اضطراب کو مزید ہزار گنا بڑھا گیا۔
''کہاں.....؟''
کسی طرح بھی وہ اپنی حیرت و غیر یقینی پہ قابو نہ پا سکی تھی۔
''کیسی بات کر رہے ہو بھائی..... وہ وہاں..... کیسے جا سکتی ہے؟''
ایشال کے لئے بات مکمل کرنا محال ہو گیا۔ اس کے چہرے پہ ایسا تفکر تھا جسے مُعیز بہت آسانی سے سمجھ سکتا تھا۔
''اس سے کچھ بعید نہیں..... وہ کچھ بھی کر سکتی ہے۔''
مُعیز کا لہجہ طنزیہ ہوا۔ ایشال ساکن بیٹھی تھی۔
''آپ نے اسے روکا نہیں.....؟''
وہ اس سکتے سے باہر آ کر بے بسی سے بولی۔
''میں کیوں روکتا بھلا؟''
مُعیز کا تنفر بڑھا ایشال نے سخت اختلافی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔
''اس لئے کہ وہ آپ کی بیوی ہے۔''
''وہ بیوی سے بڑھ کر میرے لئے دردِ سر ہے۔''
مُعیز خود بھرا بیٹھا تھا۔
''پلیز بھائی! آپ کو اندازہ بھی ہے آپ دونوں کی یہ بچگانہ حرکت دو خاندانوں کو کس طرح دوراہے پر لا کر کھڑا کر سکتی ہے۔''
ایشال نے پریشان کن انداز میں اسے احساس دلانا چاہا۔
''مجھے الزام مت دو۔ محترمہ کا اوپر خانہ خالی ہے بلکہ اس میں محض تکبر بھرا ہوا ہے۔ دنیا کو اپنے اشاروں پر چلانا چاہتی ہے۔ مگر مُعیز اس کے لئے کٹھ پتلی نہیں ثابت ہو گا یہ طے ہے۔''
وہ بہت اطمینان سے چائے پی رہا تھا۔ ایشال اسے بے بس نظروں سے دیکھتی رہی۔
''وجہ اختلاف کیا ہے اب.....؟''
وہ کیسی فکرمندی سے سوال کر رہی تھی۔
''تم اپنی پڑھائی پہ توجہ دو ایشال..... اس معاملے کو میں خود سنبھال لوں گا۔''
مُعیز نے اب کے ذرا رکھائی سے کہا تھا۔ ایشال نے جواباً اسے بہت تلخ نظروں سے دیکھا۔
''ایسا مشورہ آپ مجھے تب دیتے اچھے لگتے بھائی اگر آپ اس وقت اس نکاح کو روکتے جب مجھے کسی کا شرعی و قانونی لحاظ سے پابند کیا جا رہا تھا۔''
اتنی تلخ بات ایسے پرزور انداز میں کی گئی تھی کہ مُعیز چند لمحوں کو اس کی تاب نہ لا سکا۔

pklibrary.com

''تمہیں اگر اپنے رشتے کی اتنی پرواہ ہے تو بے فکر رہو..... اسے کچھ نہیں ہوگا۔''
حسب توقع معیز ہتھے سے اکھڑ گیا تھا۔ ایشال اسے خاموش نظروں سے دیکھتی رہی پھر گہرا سانس بھر لیا تھا۔
''سوری بھائی مگر آپ معاملے کی نزاکت کو سمجھیں۔''
اس کا انداز ملتجی ہو گیا۔ معیز نے ہونٹ بھینچے رکھے۔
''تم اگر یہ کہنا چاہتی ہو کہ مجھے گلے پڑا ڈھول زبردستی بجانا چاہئے تو بے فکر رہو..... میں تمہاری خاطر ایسا بھی لازماً کر گزروں گا۔''
معیز کا انداز سرد ہو گیا تھا۔ ایشال پکا یک دکھی نظر آنے لگی۔ کچھ دیر تک اسے افسردگی سے دیکھا۔
''آپ ایسا کیوں سمجھتے ہیں بھائی کہ اس ساری گفتگو کی وجہ میرا ذاتی مفاد ہو سکتا ہے۔ آپ بھی یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ آیت کی طرح آذر بھی اپنی ماں سے بغاوت کر چکا ہے۔ آیت اگر کوئی ایسا اقدام اٹھاتی بھی ہے کہ آپ دونوں کی ازدواجی زندگی متاثر ہو تب بھی آذر کا اور میرا معاملہ خراب ہونے کا خدشہ نہیں ہے۔ میں اگر فکر مند ہوں تو اس کی وجہ آپ کا گھر آپ کا دل ہے۔ کیا آپ کی بہن ہونے کے ناطے میں آپ سے اس قسم کی ہمدردی سے بھی خالی ہو گئی ہوں..... اتنے بدگمان کیوں ہو رہے ہیں آپ.....؟''
بھیگتے گلے کے ساتھ وہ اتنی رنجیدگی سے بولی تھی کہ معیز نے کچھ کہے بغیر اس کے سر کو آہستگی سے تھپکنے پہ اکتفا کیا تھا۔
''آیت تھوڑی ضدی اور جلدی بدگمان ہو جانے والی خامیاں ضرور رکھتی ہے اپنے اندر بھائی مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہ آپ سے محبت بہت کرتی ہے۔ جو بھی وجہ اختلاف ہے اسے دور کر کے آپ کو اگر تھوڑا کمپرومائز بھی کرنا پڑتا ہے تو اس میں حرج نہیں۔''
ایشال اسے بہت آسانی سے قائل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ معیز نے بہت تھک کر اسے دیکھا تھا۔
''تم شاید یہ کہنا چاہتی ہو ایشال کہ ضروری نہیں ہر بار قربانی عورت ہی دے۔ اس بار اس میں ایک مرد کو بھی حصہ ڈالنا چاہئے.....''
اس کا انداز اگر طنزیہ نہیں بھی تھا تو کسی حد تک روکھا ضرور تھا۔ ایشال کچھ لاجواب سی ہو گئی تھی۔ پھر اپنی بات کو روکنے کی خاطر بولی تھی۔
''آپ اس کا یہ بھی لے سکتے ہیں کہ بھائی کہ اسے محبت سے رام کریں۔ پیار سے سمجھائیں۔''
جواباً معیز کے چہرے پر اکتاہٹ پھیل گئی۔
''اس پر کسی چیز کا اثر نہیں ہوتا۔''
اب کے ایشال پریشان نظر آنے لگی۔
''مگر اسے پھر بھی واپس اس طرح نہیں جانا چاہئے تھا۔ یہ بات یاد رکھی جانے والی تھی کہ وہ اپنی مرضی سے وہ گھر چھوڑ کے آئی تھی۔''
''صرف یہی نہیں بلکہ گن پوائنٹ پر اپنے بھائی کا بھی نکاح کروالیا۔ یہ کیسی شرافت تھی۔ مجھے تو لگتا

pklibrary.com

ہے یہ سب اس نے اپنی ماں کے ساتھ باقاعدہ کسی پلاننگ کے باعث کیا ہے تاکہ ہمیں مجبور کر سکے۔“
معیز نے ذرا غصے میں آ کر کہا۔ ایشال چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ بات اتنی بھی بے معنی نہیں تھی۔ وہ یکا یک پریشان نظر آنے لگی۔
”اب کیا ہوگا بھائی......؟“
معیز نے اس کے اضطراب کو محسوس کرتے اسے چونک کر دیکھا۔
”ٹیک اٹ ایزی...... ہمارے ہوتے تمہیں گھبرانے کی قطعی ضرورت نہیں۔“
وہ نرمی سے کہہ کر اٹھ گیا، ایشال مگر اس آخری بات پر عمل کرنے سے قاصر تھی۔ اس کا ذہن بڑی طرح سے منتشر ہو گیا تھا۔ معیز نے اسے اتنا پریشان کر کے رکھ دیا تھا کہ اس کا سکون چین سب غارت ہو کر رہ گیا۔

✦✦✦

ہے عجیب شکل کی کیفیت میرے کیفا کی
مجھے بارشوں میں دکھائی دیتی ہیں خوشبوئیں
تجھے کتنی بار کہا ہے یوں نہ پھرا کرو
یہ تو ادھ مری ہوئی خواہشوں کی زمین ہے
میں کسی کے خوف کی زد میں آیا ہوا تو ہوں
مجھے اپنے چہرے پر گرتی دکھتی ہیں بارشیں
ہمیں انگلیوں سے سمجھا رہا تھا وہ راستے
اسے اپنے رستوں کے بازوؤں کی خبر نہ تھی
آب وتاب حسن گرفت رکھتی ہے کچھ نہ کچھ
میں تو دل چھڑا ہی نہیں سکا ہوں کسی طرح

سفید گیٹ کے پار اس نے رک کر چند لمحے ارد گرد کا جائزہ لیا۔ گیٹ سے آگے سفید ماربل سے بنا خوبصورت ڈرائیو وے تھا اور دائیں طرف کھلا سا لان جس کے دہانے پر بنے جدید طرز کے برآمدے میں بچھی چار کیبن کی کرسیاں تھیں انہی میں سے ایک پہ مام بیٹھیں نظر آئیں۔ سر کسی کی بیک سے ٹکا تھا۔ بند آنکھوں کے پپوٹوں پہ کھیرے کے قتلے دھرے تھے۔ انہیں اپنی خوب صورتی اور فریش نس کا ہمیشہ سے کریز رہا تھا۔ ہر ہفتے لازماً پارلر کا چکر لگاتیں۔ اس کے علاوہ گھر میں بھی حسن کو نکھارنے اور جوان رہنے کے گر اور ٹوٹکے آزماتی رہتیں۔
”آہم......“
وہ ان کے پاس ٹھہر کر دانستہ کھنکاری۔ مقصد ان کی توجہ حاصل کرنا تھا۔ جو فی الفور میسر آ گئی۔ وہ ایک جھٹکے سے سیدھی ہوئیں تو آنکھوں پر دھرے کھیرے کے باریک قتلے سبز گھاس پہ گر کر اپنی الگ سے شناخت کھو بیٹھے۔
”گڈ ایوننگ......“

pklibrary.com

اس کی مسکراہٹ بہت تھکی تھکی تھی۔ مام اسے ایسے گھورتیں رہیں گویا اپنی بصارت پہ یقین نہ کر پا رہی ہوں۔

''آیت......؟''

معاوہ زیرلب بولیں۔ آیت نے مسکراہٹ کو جواباً گہرا کر دیا۔

''کیسی ہیں......؟''

''آ گئیں بالآخر اپنے یار کے ساتھ منہ کالا کر کے......''

وہ ایک دم پھنکاریں۔ آیت کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ یہ ایسی زبان تھی جس سے اس کا واسطہ نہ ہونے کے برابر تھا۔

''مام......''

''شٹ اپ...... مجھے اب مت بتانا کہ تم نے کیسی شکست کھائی۔ تمہارا یہی انجام ہونا تھا۔ معلوم تھا مجھے۔ جو اولاد پیرنٹس کو دھوکا دے وہ کبھی خوش نہیں رہ سکتی۔''

انہوں نے اس کے جو لتے لینے شروع کیے تو اسے کچھ کہنے کا موقع نہیں دیا۔ آیت کا چہرہ دھواں دھواں سا ہو گیا۔

''اپنی عزت کے ساتھ اپنا حسن بھی برباد کر کے اب یہاں کیا کرنے آئی ہو...... چلی جاؤ...... کوئی جگہ نہیں تمہارے لئے یہاں......''

وہ تو جیسے ہسٹریک ہونے لگیں۔ آیت کے چہرے پر یکلخت گھمبیر تا چھا گئی۔

''آپ کو کس نے کہا یہ گھر صرف آپ کی ملکیت ہے اور آپ اس کے سیاہ وسفید کے مالک وہیں۔ ایک بات اور...... سن لیں میں معیز کے ساتھ کسی اختلاف کی وجہ سے نہیں آئی یہاں...... بلکہ چند دن اپنے باپ کے گھر پہ اس لئے گزارنے آئی ہوں کہ مجھے ان کی یادوں کے ساتھ وقت بتانا تھا۔ بہتر ہو گا آپ مجھے اس دوران ڈسٹرب نہ کریں۔ اپنا بھرم اپنا وقار نبھاتی وہ ایک دم خود کو پردوں میں چھپا گئی۔ اپنی بات مکمل کر کے اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ ملازمہ نے اسے حیرت خوشی کی کیفیت میں دیکھتے سلام جھاڑا۔

''خوش آمدید چھوٹی بی بی...... میں آپ کو چائے پیش کروں یا کھانا لاؤں......؟''

''کسی چیز کی ضرورت ہوگی تو بلا لوں گی۔ ابھی کوئی مجھے ڈسٹرب نہ کرے۔''

آواز کی لرزش پر قابو پاتی وہ کمرے میں داخل ہوئی اور لاک لگا دیا۔ کمرا عدم توجہی کا شکار تھا۔ فرنیچر پہ گرد کی تہیں گہری تھیں۔ یہاں تک کہ پردوں پر بھی گرد لپٹی تھی۔ اس نے لائٹ آف کر دی اور خود کو بیڈ پہ گرا دیا تھا۔ وہ ہرگز رونا نہیں چاہتی تھی مگر خود پہ اختیار نہیں رہا۔ معیز کی بے اعتنائی نے جو اسے توڑا تھا وہ تو کچھ بھی نہیں تھا جو مام کی بے رخی نے ستم کر ڈالا۔ جانے کتنی دیر وہ یونہی خود سے الجھتی بار بار سسک اٹھتی۔

''آپ کیوں چلے گئے پپا......؟ دیکھیں میں کتنی اکیلی ہو گئی ہوں...... اور...... اور معیز...... وہ بالکل ویسا نہیں ہے جیسا آپ اسے سمجھتے تھے۔ اسے مجھ سے محبت ہی نہیں ہے۔ پھر...... میرے دل میں اس کے لئے ایسے جذبات کیوں جاگ اٹھے کہ مجھے اس کے بن کچھ اچھا نہیں لگتا۔ اس کی توجہ کے بغیر اپنا آپ خالی لگنے لگتا ہے۔

pklibrary.com

اس کی آہوں میں کراہوں میں شدت آتی گئی۔ جانے کتنی دیر وہی روتی تھی اور جانے کب آنکھ لگی پتا نہیں کتنی دیر تک سوئی ہوگی جب کسی احساس نے اسے پھر سے جاگنے پہ مجبور کر دیا۔ اس نے مندی آنکھیں کھولنے کی کوشش کی مگر شدید سر درد اور جسم میں ہوئی اینٹھن نے اس کی آنکھیں کھلنے ہی نہ دیں۔ شاید اسے تھکاوٹ سے ٹمپریچر ہو رہا تھا۔

ایک بار پھر وہ چونک اٹھی۔ اس مرتبہ وہ اندازہ لگا سکی تھی کہ اس کی آنکھ کھلنے کی وجہ دروازے پر ہونے والی دستک تھی جو بہت زوردار طریقے سے ہو رہی تھی اور شاید اسے پکارا بھی جا رہا تھا۔

''آیت..... تم سن رہی ہو..... آیت پلیز دروازہ کھولو۔''

اس سے اٹھا نہیں جا رہا تھا مگر ذہن پوری طرح بیدار تھا جبھی وہ آذر کی آواز کو سن سکتی تھی۔ اس نے دونوں کہنیوں پہ جسم کا بوجھ ڈال کر خود کو اٹھنے میں مدد دی اور کسی نہ کسی طرح دروازے تک آ کر لاک کھول دیا۔

''آیت.....''

آذر اندر آتے ہی حیران رہ گیا۔ وہ ٹوٹی ہو شاخ کی طرح اس کے بازوؤں میں آ گری تھی۔ آذر کی گھبراہٹ فطری تھی۔

''آیت..... خود کو سنبھالو کیا ہوا.....؟''

اسے یوں بری طرح سے بلکتے پا کر آذر از حد پریشان ہوتا چلا گیا۔

''سب خیریت تو ہے.....؟ تم مجھے پریشان کر رہی ہو۔''

آذر کی گھبراہٹ ختم نہیں ہو رہی تھی۔ آیت اس سے الگ ہو گئی۔ ہاتھ کی پشت سے آنکھیں رگڑیں مگر آنسو پھر بھی ابلتے جا رہے تھے۔

''تمہیں..... میرا کس نے بتایا.....؟''

وہ ہونٹ کاٹتی جا کر دوبارہ بیڈ پر بیٹھ گئی۔

''بس لگ گیا پتا..... تم بتاؤ کیا ہوا.....؟ سب خیریت ہے آیت..... مجھے بہت ٹینشن ہو رہی ہے۔''

وہ اس کے پاس آ بیٹھا تھا۔ آیت نے گہرا سانس بھرا۔ یاس بھرے انداز میں مسکرائی۔

''کچھ نہیں..... بس پپا یاد آ رہے تھے۔''

وہ از حد مضمحل تھی۔ آذر کی نظروں میں بہر حال یقین نہیں اُتر سکا۔

''کوئی بات ہوئی ہے آیت..... ہمعیز بھائی سے کوئی جھگڑا.....؟''

وہ بہت محتاط انداز میں سوال کر رہا تھا۔ آیت نے سرد آہ بھر لی۔

''نہیں..... بس دل کر رہا تھا یہاں آنے کو تو چلی آئی۔''

وہ جانے کیوں یہ بات چھپانا چاہ رہی تھی۔

''تم تو ہنی مون پر گئی تھیں نا بھائی کے ساتھ.....؟''

آذر اسے بغور تک رہا تھا۔ اس نے سر اثبات میں ہلایا۔

''ہوں..... وہیں سے سیدھی ادھر آئی ہوں۔''

pklibrary.com

وہ نظریں نہیں ملا رہی تھی۔ جبھی آذر کو سخت مشکل ہو رہی تھی کسی بھی نتیجے پر پہنچنے میں۔
''اتنی جلدی واپس کیوں آ گئے تم لوگ..... ؟''
آذر نے اس کا چہرہ جانچا۔
''بس میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔''
اس نے پھر طرح دی آذر کھنکارا۔
''کہیں تم مجھے ماموں بننے کی خوشخبری سنانے تو نہیں آئیں۔''
وہ جس طرح لہجہ و انداز بدل کر بولا آیت پہلے تو سمجھی نہیں اور جب بات سمجھ میں آئی تو خفت و خجالت کے شدید احساس سے بے تحاشا سرخ پڑ گئی۔
''شٹ اپ..... کچھ شرم کرو۔''
''کیوں بھئی..... اس میں شرم کی کیا بات..... یہ تو عین خوشی کی بات ہو گی احمق۔''
وہ اب اسے باقاعدہ چھیڑ رہا تھا۔ آیت کے چہرے پر عجیب سا غبار پھیل گیا۔
''یہ بات نہیں ہے۔''
اس نے موضوع بدلنا چاہا مگر آذر وہیں اٹکا رہا۔
''اٹس اوکے ابھی نہیں ہے چند دنوں بعد سہی انشاء اللہ۔ میں منتظر رہوں گا۔''
اس کے چہرے پر شرارتی مسکراہٹ تھی۔ آیت نے اب کے اس غصے سے گھورا۔
''تم باز کیوں نہیں آ رہے۔''
''لو آ گیا۔ بتاؤ ہنی مون کیسا رہا اور میرا گفٹ کیا خریدا؟''
وہ واقعی موضوع بدل گیا مگر یہ سوال بھی کم تکلیف دہ نہیں تھے۔
''کچھ نہیں''
آیت کے جواب پہ وہ اسے آنکھیں دکھانے لگا تھا۔
''شوہر کو پیاری تو ہوئی تھی تم ان پر قبضہ تو کیا تھا ہی اب ان کی جیب پر بھی مکمل قبضہ کر بیٹھیں۔ کچھ روپے غریب بھائی پہ بھی خرچ کر دیتی تو کیا فرق پڑ جاتا۔ بہر حال میں جاؤں گا ایشال کے ساتھ تو تمہیں بھی ٹھینگا ہی دکھاؤں گا کنجوس لڑکی۔''
وہ ہلکے پھلکے انداز میں کہہ رہا تھا۔ آیت کچھ نہیں بولی اس کے چہرے پر ایک سایہ سا آ کے ٹھہر گیا تھا۔
(کاش واقعی..... ایسا ہوتا۔ معیز پہ نہ سہی اس کے دل پہ ہی قبضہ کرنے میں کامیاب ہو جاتی۔)
''یہ کہاں جا پہنچتی ہو تم بار بار..... خیالوں میں اگر اتنے ہی معیز بھائی کو دیکھنا تھا تو ابھی یہاں نہ آتیں تم۔''
آذر نے اس کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجائی تھی۔ وہ چونک گئی اور پلکیں جھپک جھپک کر آنکھوں کی نمی پینے لگی۔
''کیا بات ہے آیت..... سب ٹھیک ہے.....؟''

pklibrary.com

آذر اسے بغور تک رہا تھا۔ وہ پھر چونک گئی۔ خالی نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔
"آذر..... اک بات بتاؤ گے.....؟"
وہ جیسے کہیں کھو رہی تھی۔
"تم..... ایشال سے بہت محبت کرتے ہو.....؟"
"ہاں..... بہت زیادہ....."
فی الفور جواب تھا اور بہت جذب سے دیا گیا تھا۔ آیت کے چہرے پر تغیر سا پیدا ہوا۔
"اس کی ہر بات مانو گے.....؟"
"ہاں..... بلا جھجک..... میں تو ترستا ہوں وہ مجھ سے فرمائش کرے۔ آیت تمہیں پتا ہے وہ ابھی تک میرا کوئی تحفہ قبول کرنے میں تامل ہے کہتی ہے ابھی اس کا موقع نہیں آیا۔ شادی کے بعد آپ ہی میری ہر ذمہ داری پوری کریں گے۔ ابھی میں اپنے والدین کے گھر پہ ہوں۔ کبھی کبھار مجھے دکھ ہوتا ہے۔ پتا نہیں وہ اتنی خودار کیوں ہو۔ حالانکہ اب تو اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ میرے نکاح میں ہے وہ..... حق ہے میرا اس پر۔"
اسے آذر یاس زدہ لگا۔
(وہ اپنے بھائی سے الگ کیسے ہو سکتی ہے۔ متکبر اور متنفر۔ انا کی قید میں قیدی اسے کیا ضرورت ہے کسی کو خوشی دینے کی)
آیت کے اندر عجیب سا دھواں بھرنے لگا۔
"تم اس کے ساتھ خوش نہیں ہو.....؟"
آیت کے سوال نے آذر کے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر دی۔
"ابھی وہ میرے ساتھ ہی کب ہے احمق لڑکی۔ جب ساتھ ہوگی تو دنیا کی ہر خوشی بھی میرے پاس ہوگی۔ تب ہی تو مکمل ہو پاؤں گا میں۔"
آذر کا لہجہ کھنکتا ہوا سا ہو گیا۔ آیت ایک دم مضطرب ہو گئی۔
(یہ خوش فہمی مجھے بھی تھی۔ مجھے بھی لگتا تھا میں اس روڈ اور اجنبی نظر آنے والے شخص کو فتح کر لوں گی مگر اسے مجھ سے محبت ہی نہیں ہے)
"تم کب تک رکو گی.....؟"
آذر کے سوال نے اسے کھٹکا دیا۔
"کیا مطلب.....؟"
اس کی پیشانی پر بل پڑا جسے آذر نے اپنی سادگی میں بالکل محسوس نہیں کیا تھا۔
"مطلب یہ کہ شادی کے بعد لڑکیاں اول تو میکے آتی نہیں اگر آئیں تو انہیں اپنے شوہر کے سوا کچھ سوجھتا نہیں۔ پھر تمہاری تو شادی بھی ابھی بالکل نئی ہے۔ وہ تو پپا کی یاد تھی کہ تمہیں کھینچ لائی ورنہ ہمیں تو کہاں لفٹ کراؤ گی۔"
آذر ہنس رہا تھا۔ آیت کے چہرے پر عجیب سی اذیت رقم ہو گئی

pklibrary.com

''ایسا کرتا ہوں معیز بھائی کو کل ڈنر پر انوائٹ کرلوں گا کسی اچھے ہوٹل میں، حالات ہی ایسے تھے کہ ہم ان کی کوئی آؤ بھگت نہ کر سکے گھر پہ کسی بدمزگی کے خیال سے یہ اہتمام نہیں ہوسکتا۔ تم انہیں آگاہ کر دینا ٹھیک ہے۔''

آذر نے اس کے چہرے کا رنگ اڑا کے رکھ دیا۔ چند لمحوں کو اس سے کچھ بات بھی نہ بن سکی۔

''کن تکلفات میں پڑ رہے ہو آذر..... حد ہے۔ آرام سے بیٹھے رہو۔''

وہ خفا ہوئی تو آذر اس سے زیادہ ناراض نظر آنے لگا۔

''تکلفات میں میں نہیں تم پڑ رہی ہو لڑکی..... یاد رکھو کہ وہ صرف تمہارے شوہر نہیں ہیں۔ میرے سسرالی عزیز بھی ہیں۔ اور تم..... میری منکوحہ کی بڑی بھاوج ہو تو عزت دینا پڑے گی۔ میں ابھی سے نیبل ریزرو کروا رہا ہوں تم بھائی کو آگاہ کر دینا..... بلکہ ان سے کہنا ایشال کو بھی لے آئیں۔''

اپنی بات کے اختتام پہ اسے آنکھ مارتا وہ ہنستا ہوا اٹھ کر چلا گیا اسے کوئی بھی مزید بات کرنے کا موقع دیئے بغیر..... آپ ایک دم مزید ڈسٹرب ہوگئی تھی۔

✦✦✦

صفِ دشمناں میں تلاش کرنے کا فائدہ
وہ تو دوستوں میں چھپا ہوا ہے یہیں کہیں
کسی بے قراری سے مل رہا تھا خیال میں
نہ تو کج ادائی گئی نہ دل کو سکون ملا
مجھے آج تک تیرا وصل نہ مل سکا
میں پڑا ہوا ہوں صدی صدی تیرے موڑ پر
وہ جو اک خلش ہے زمانے بھر کی خراش میں
یہ خراش موت کی اور خلق ہے نصیب کی
ہمیں اپنی آنکھ پہ شک ہے اس لئے رات دن
تجھے تیری آنکھ سے دیکھنے کی سعی میں ہیں

دن کے دو بجے کا عمل ہوگا مگر سیاہ بادلوں سے ڈھکے آسمان نے اس دوپہر کو ہی گہری شام میں بدل دیا تھا اور یہی وہ وقت تھا جب دادی کے ہمراہ شیر خان نے کوٹھی کے گیٹ سے اندر قدم رکھا۔ صندلین ٹیرس پر کھڑی تھی۔ اس کی پہلی نگاہ ہی شیر خان پہ پڑی۔ ان آنکھوں میں ایسی آگ تھی جو سب کچھ جلا کر بھسم کر دینے کے درپے تھی۔ شیر خان کا دھیان ادھر نہیں تھا۔ وہ اس کے متوجہ ہونے سے قبل بہت تنفر سے پلٹ گئی۔

''آجاؤ بیٹے..... بسم اللہ.....''

دادی نے اسے سہارا دیا تھا۔ شیر خان اندر آنے کی بجائے وہیں برآمدے کی کرسی پہ بیٹھ گیا۔

''آپ جایئے دادی..... ام ادھر ٹھیک ہے۔''

اس کی آواز مدھم تھی۔ دادی تذبذب کا شکار نظر آئیں۔

pklibrary.com

''تھک جاؤ گے بیٹے..... ابھی آرام کرلو۔''
انہوں نے نرمی و محبت سے کہا تو شیر خان کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ آ گئی۔
''ام آرام کا اتنا عادی نہیں دادی..... آرام تھکاتا ہے ہمیں..... آپ فکر نہ کرو..... ام ٹھیک ہے۔ ادھری کھلی ہوا میں کچھ دیر بیٹھنا چاہتا ہے۔''
دادی نے شفقت سے اس کا سر تھپکا۔
''جیسے تمہاری خوشی پتر..... مگر مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔ ذرا ٹھہر کر میرے پاس ضرور آنا.....''
شیر خان نے تائیدی انداز میں سر ہلایا اور انہیں جاتے دیکھتا رہا۔ فضا میں خنکی تھی جسے محسوس کرتے شیر خان نے اپنے کاندھوں پر پھیلی چادر میں اپنے ہاتھ چھپا لئے۔ کرسی پر نیم دراز ہو کر ابھی آنکھیں موندی ہی تھیں کہ صندلین پھنکارتی ہوئی اس کے سر پر آ چڑھی۔
''تم..... پھر کیوں زندہ بچ گئے لوہے کے چنے.....''
وہ دانت کچکچا رہی تھی۔ شیر خان نے ایک دم سے آنکھیں کھولیں۔ اسے بہت جلتی نظروں سے نوازا تھا۔
''اسے قسمت کہتے ہیں تقدیر کہتے ہیں۔ خدا نے سب اختیار بہر حال انسان کے ہاتھ میں نہیں دیا۔ اگر ام بچ گیا تو سمجھو آپ کا بربادی کے لئے بچا۔''
وہ طنزیہ مسکرا رہا تھا۔
''تم.....''
وہ دانت پیس کر رہ گئی۔
''کیا کہنا چاہتے ہو.....؟''
''دھمکی نہیں دے رہا آپ کو بی بی..... امارا ایسا مجال کہاں.....''
وہ کانوں کو ہاتھ لگا رہا تھا۔ انداز اب بھی طنزیہ تھا۔
''آپ بتاؤ..... حسین صاحب کے ساتھ کیسا وقت گزرا.....؟''
اس کی نظریں صندلین کے وجود کا تفصیلی جائزہ لینے لگیں یہ صندلین نے کبھی نہیں سوچا تھا۔ از حد بے باک ہونے کے باوجود وہ اس پل بے اختیار کنفیوز ہو گئی۔
''بکواس مت کرو..... یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔''
وہ غرا اٹھی تھی۔
''ایک عورت اگر دو مردوں کے نکاح میں ہو گا تو اسے دونوں سے ہی ایسی باتیں اور نظریں برداشت کرنا پڑے گا صندل بی بی.....''
یہ وہ شیر خان ہی نہ تھا جسے وہ جانتی تھی نہ وہ لب و لہجہ نہ وہ نظریں۔ صندلین کو کسی سنگین خطرے کا خیال بے چین کر گیا۔
''تم اپنی حد سے بڑھ رہے ہو.....''
اس نے بڑے برہم انداز کو اپنا کر اسے دبانا چاہا۔ جواباً شیر خان پاگلوں کی طرح سے ہنستا چلا گیا۔

''نہ بی بی..... ام ابھی تو اپنا حد میں آیا ہے۔ آپ لایا ہے نا ام کو اپنی حد میں.....''
وہ ہنسی روک کر سرخ چہرے کے ساتھ بولا۔ صندلین کا چہرہ متغیر ہوا تھا۔ وہ کچھ دیر اسے پریشان کن نظروں سے دیکھتی رہی تھی۔
''تمہیں میں دیکھ لوں گی۔ تمہاری یادداشت واپس لانی ضروری ہے۔''
اس نے نفرت سے کہا تو شیر خان ایک بار پھر قہقہہ لگانے لگا۔
''دیکھنا تو ام ابھی آپ کو چاہتی ہے بی بی صندل.. آپ بتاؤ ام آپ کے کمرے میں آئیں کہ آپ زحمت کرے گا.....؟''
جواب ایسا تھا کہ صندلین کے چودہ طبق روشن ہو گئے۔ وہ کچھ دیر تک اسے غیر یقین اور کسی حد تک خوفزدہ نظروں سے دیکھتی رہی پھر یکدم پلٹ کر ایسے بھاگی گویا کوئی عفریت دیکھ لیا ہو۔ اپنے کمرے میں آ کر اس نے اپنے پیچھے دروازہ لاک کیا تھا اس کا سانس بہت تیز چل رہا تھا۔ کچھ دیر وہ یونہی بدحواس کھڑی رہی پھر آگے بڑھ کر موبائل اٹھا کر حسین کا نمبر ملانے لگی۔ جس دن کا وہ گیا تھا اس کی یہ پتا نہیں کتنی ہزاروں کوشش تھی مگر ہمیشہ کی طرح اس بار خوش قسمتی نے اسے نمبر بند ہونے کی منحوس اطلاع بجائے بیل جاتی سنائی دی تو ایک عجیب سا سکون اس کے اندر سرایت کر گیا۔
''ہیلو.....''
حسین شاہ لائن پہ تھا مگر انداز انتہائی روکھا اور سرد۔
''حسین..... کہاں ہو آپ.....''
وہ اتنی بے قراری بے صبری سے کچھ ایسی رقت سے بولی کہ دوسری جانب چند لمحوں کو سہی مگر حسین متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا مگر جلد ہی خود کو سنبھال گیا تھا۔
''یہ کیا احمقانہ سوال ہے..... صندلین بیگم مجھے اس قسم کے سوال پسند نہیں۔''
وہ جتنا تلخ ہو سکتا تھا ہو گیا۔ صندل کا دل پگھل کر پانی ہو گیا اس بے رخی بے اعتنائی پہ..... جبھی سے ساختہ رو دی تھی۔
''پھر کیا کہوں..... پلٹ کر دیکھا نہیں۔ فون بھی اس دن کا بند.....''
''اوہ.....''
حسین شاہ اس کے یوں رو پڑنے سے گویا سخت کوفت میں مبتلا ہوا۔
''دیکھو صندلین..... میری روٹین یہی ہے۔ میں جبھی تمہیں اپنا پابند نہیں کرنا چاہتا تھا مگر تم ضد پر اڑ گئیں۔ اینی ویز بتاؤ کیوں کال کی؟''
رسان سے بات کرتا وہ پھر روکھا ہو گیا۔ صندلین کو اپنے نقصان یاد آئے۔ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ وہ جانے کیوں اندھی ہو گئی۔ اور اب تک اسے اور کچھ نظر ہی نہیں آتا تھا۔
''گھر آ جاؤ حسین..... چاہے کچھ دیر کو..... پلیز..... انکار نہ کرنا..... میرا اتنا تو حق ہے۔ تم نے اک نظر تک نہیں ڈالی مجھ پر حالانکہ میں تمہارے لئے.....''
''بات سنو صندلین..... یہ گلے شکوے نہ کرو تو بہتر ہو گا اور جب وقت ملا چکر لگا لوں گا۔ ابھی بہت

pklibrary.com

بڑی ہوں۔ٹیک کیئر......"
فون بند ہوگیا اور صندلین جیسے وحشتوں کے بے انت سمندر میں جاگری۔فون وہیں پھینک کر بے تحاشا روتی چلی گئی۔

✦✦✦

تیرا وصل ٹوٹ کے اتنا دور نکل گیا
کہ اجارہ داری ہجر بھی نہ رہی کہیں
تھے جو جسم و جاں میں مفاہمت کے آثار بھی
بڑی بے بسی میں خود اپنے دکھ میں بکھر گئے
ہیں کہیں کہیں ہمیں ماہ و مہر کی بندشیں
تیری راہ میں ورنہ ہمارا رکنا محال ہے
تجھے آرزوؤں پہ ناز ہے مجھے داد پر
اگر اپنا اپنا فریب ہے تو یہی سہی
جہاں بے شمار ہوں ضبط غم کی نشانیاں
اسے ضبط غم کی دکان کہنا غلط نہیں

تب کا وہ جو سویا تو پھر محسن کے جھنجھوڑنے پہ ہی جاگ سکا تھا مگر اس کی آنکھوں میں ابھی بھی نیند سرخ ڈوروں کی صورت تیر رہی تھی۔
"لگتا ہے بھابھی نے آپ کو سونے کی اجازت نہیں دی اتنے دن......"
محسن اس کو آنکھیں مسلتا پا کر شریر ہوا۔معیز اٹھ کر بیٹھ گیا۔
"یار ابھی تو محض آٹھ بجے ہیں۔میں سمجھا صبح ہوگئی۔"
کلاک پہ نگاہ ڈال کر وہ کچھ خفا ہوا تھا۔
"میں واقعی آپ کو صبح کے آٹھ بجے بھی نہ جگاتا۔مگر معاملہ یہ ہے کہ ابا آپ کو یاد فرما رہے ہیں۔"
وہ دانت نکال کر بولا معیز نے گہرا سانس بھر لیا تھا۔
"کیوں......؟"
اس کا انداز احتجاجی تھا۔
"یہ تو آپ انہی سے سوال کریں۔آپ ان کی بہو کو ناراض کر کے بیچ راہ میں چھوڑنے کی گستاخی کرنے والے کون ہوتے ہیں۔"
محسن نے پھر دانتوں کی نمائش کی۔معیز کے ماتھے پر بل پڑ گیا۔
"اس ایشال کے پیٹ میں کوئی بات نہیں ٹھہرتی۔"
وہ سخت چڑ چکا تھا۔
"ایشال کچھ نہ بھی بتاتی تو آپ کا کارنامہ خود اپنی کہانی سنا رہا تھا۔یعنی بھابی کی عدم موجودگی......"
اس کے گھورنے پر محسن نے اپنی بات کی وضاحت کی۔وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

pklibrary.com

''تم جاؤ..... چاہے بناؤ بہت تیز پتی کی۔ آرہا ہوں میں بھی.....''

منہ کے آگے ہاتھ رکھ کے وہ طویل جمائی لے رہا تھا۔ منہ پہ پانی کے چھپاکے مار کے باہر آیا تو ابا کمرے میں انگیٹھی کے پاس کرسی پر بیٹھے تھے ٹانگوں پر گرم چادر پھیلا رکھی تھی۔ ایشال اور محسن دونوں مونگ پھلیاں چھیل کر کھانے میں مصروف تھے۔ وہ آہستہ سے کھنکارا۔

''آؤ برخوردار.....''

ابا نے اسے کچھ ناراضگی سے دیکھا۔ وہ ان کے سامنے والی کرسی پر ٹک گیا۔

''بچی کہاں ہے.....؟''

انہوں نے بغیر کسی تمہید کے سوال کیا۔ انداز سختی لئے تھا۔

''کون سی بچی.....؟''

وہ الٹا حیران نظر آیا تو ابا نے بے حد برہمی سے اسے دیکھا تھا۔

''آیت کا پوچھ رہا ہوں۔''

وہ غرائے۔ معیز تلخی سے بھرنے لگا۔

''وہ بچی نہیں ہے ابا.....''

اس کا انداز احتجاجی ہو گیا۔

''یہ فضول بات ہرگز میرے سوال کا جواب نہیں۔''

انہوں نے ڈانٹا۔ معیز ہونٹ بھینچ گیا۔

''وہ اپنی مرضی سے گئی ہے۔''

''اور تم نے کچھ نہیں کہا۔ ایسا ممکن نہیں۔''

ابا نے طنزیہ انداز میں جتلایا۔ معیز خاموش رہا۔

''کیا جھگڑا ہے..... کیا وجہ..... پھوٹو منہ سے..... لوگوں کا ہی خیال کر لو کیا کہیں گے۔ ابھی شادی کو دن کتنے ہوئے۔ معیز میں تمہارے تیور دیکھ رہا تھا جبھی اپنے اصولوں کے خلاف گیا اور تم لوگوں کو الگ وقت گزارنے کا موقع دیا مگر تم نے وہ بھی گنوا دیا۔ رسیاں تڑا کر بھاگ آئے.....''

وہ پھٹ پڑے۔ معیز کی آنکھوں سے تپش سی پھوٹنے لگی۔

''آپ کو وہ ہر بار اتنی معصوم اور بے قصور کیوں لگتی ہے؟''

''اس لئے کہ اگر اسے تم جیسے نکمے سے محبت نہ ہوتی تو اتنا بڑا قدم نہ اٹھاتی اب ہر قصور پر غلطی تمہاری ہی ہو سکتی ہے نا پھر.....''

ان کی منطق معیز کو غصے سے ادھ موا کر ڈالا۔

''بہت خوب ابا..... آپ کے نزدیک اگر اس کے بے گناہ ہونے کی یہ دلیل ہے تو پھر میرا خیال ہے مجھے اسے اس وقت اس کے باپ کے گھر سے اٹھا لانا چاہئے تھا۔ جب اسے مجھ میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وجہ اور دلیل اس سے محبت ٹھہرتی۔ اس کے بعد پیدا ہونے والے بگاڑ کی ہر ذمہ داری اس پر آجاتی کہ وہ نہیں بنا کے رکھ رہی مجھے تو اس سے محبت تھی جبھی تو اسے اٹھا لایا.....''

وہ اتنا قہر سے بھرا تھا کہ جو منہ میں آیا بولتا چلا گیا۔ ابا تو ابا باقی سب بھی بھونچکے رہ گئے۔

''کیا ہو گیا ہے پتر..... اتنا غصہ.....''

اماں نے اس کا کاندھا دبایا ابا اور تنفر سے بھر گئے۔

''نہیں تم اور سنو اس کے روشن خیالات.....''

انہوں نے اماں پر طنز کا تیر برسایا۔ معیز اسی تلخ انداز میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''آپ کو وہ کبھی غلط نہیں لگ سکتی۔''

اس نے غم و غصے کی ملی جلی کیفیت میں مبتلا ہو کر ابا کو شکایتی انداز میں دیکھا۔

''تمہیں اس پر اتنا غصہ کیوں ہے آخر.....؟''

اماں نے اسے بے بسی سے سرگوشی کی۔

''مجھے اس پر غصہ اس کی حرکتوں کی وجہ سے ہے۔''

ادھر سے جواب حاضر تھا۔

''لازم تو نہیں آپ ہر بات پر پورے اتریں۔ اماں ابا کو تو آپ سے کسی خوشخبری کی آس تھی آپ نے خبر تو سنائی مگر الٹ.....''

محسن پھر شرارت کر رہا تھا۔ معیز نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ اس کی ساری توجہ ماں باپ پر تھی جو اس کی کلاس لگائے بیٹھے تھے۔

''کچھ چھوٹو گے منہ سے کہ کس لئے اسے وہاں چھوڑ کر آئے ہو جس گھر کو وہ تمہاری محبت میں خیر آباد کہہ آئی تھی۔''

ابا نے اسے غصیلے انداز میں مخاطب کیا۔ معیز اس مسلسل الزام تراشی پر سخت چڑچڑا ہو کر رہ گیا۔

''سب سے پہلی بات تو یہ سن لیں ابا جی کہ آپ کی اس ستی ساوتری بہو کو میں اس کے میکے نہیں چھوڑ کر آیا بلکہ وہ خودسری کا مظاہرہ کرتے ہوئے خود واپس گئی ہے۔''

''چلو اگر یہ بات مان بھی لی جائے تو آخر اس خرابے کی وجہ بھی کوئی ہو گی وہ بھی ارشاد فرما دیں۔''

ابا کا یہ ادب آداب سراسر توہین آمیز اور طنزیہ تھا۔

''اس کے جو مطالبات ہیں انہیں میں کبھی بھی نہیں مان سکتا۔''

اس جواب پر ابا نے بڑی فاتحانہ نظروں سے اماں اور اپنی باقی ماندہ اولاد کو یکھا گویا جتلا رہے ہوں وہی ہوا نا جو میں کہتا تھا۔ یعنی محترم ہی قصوروار نکلیں گے۔

''کون سے مطالبے.....؟''

انہوں نے اپنی جگہ یہ یکلخت الرٹ ہو کر بیٹھتے ہوئے اسے گھورا۔

''وہ نہیں چاہتی میں کالج میں جاب کروں۔ دوسری اہم بات وہ اس گھر میں نہیں رہنا پسند کرتی۔ اسے شہر میں الگ گھر چاہیئے۔''

معیز جواب دیتے پھر غصے میں بے قابو ہونے لگا۔ چند لمحوں کو سہی ابا بھی گم سم رہ گئے۔

''آپ بتائیں اب..... ہیں یہ باتیں ماننے والی.....؟''

معیز نے ان کی کیفیت کو محسوس کرتے ہی کچھ طیش میں آکر پوچھا تھا۔ ابا کچھ نہیں بولے محض اسے دیکھتے رہے۔

''کالج میں جاب کے کیوں خلاف ہیں بھابی.....؟''

محسن الجھا ہوا نظر آنے لگا۔

''یہ اس کو پتا ہوگا۔ میں تو اتنا جانتا ہوں وہ اپنی ماں سے بالکل مختلف نہیں۔ ویسی ہی حکمرانی وہ مجھ پر چاہتی ہے جیسی ماں نے اس کے باپ پہ کی ساری عمر..... اور چچا کے انجام سے آگاہ ہیں سب.....''

وہ تلخ ہوا جا رہا تھا۔ اماں کو ایک دم چپ لگ گئی۔ ایشال بھی پریشان نظر آ رہی تھی۔ ابا یوں بیٹھے تھے گویا ہنوز غیر یقینی کی زد پر ہوں۔

''کیا یہ ساری باتیں انہوں نے آپ سے ہنی مون کے دوران کہیں.....؟''

محسن اہم سوال کر رہا تھا۔

''میں اس کی فطرت سے اس وقت آگاہ ہو گیا تھا جب میں پہلی بار اسے ملا۔ باقی کی کسر اس کے ساتھ نے یونیورسٹی میں پوری کر دی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ میں یہ تعلق جوڑنے کے حق میں نہیں تھا۔ شادی کا مطلب خوشی اور ذہنی سکون ہوتا ہے جو اس شادی سے مجھے نہیں مل سکتا تھا اور وہی ہوا..... میں کس آزمائش میں مبتلا کر دیا گیا ہو یہ آپ کو نہیں معلوم ہو سکتا۔''

وہ ابا کو دیکھ کر بات کر رہا تھا۔ گویا انہیں ہی جتلا رہا تھا۔ انہوں نے چونک کر اسے دیکھا اور کچھ چڑ سے گئے۔

''اگر یہ سارا کچھ جو تم کہہ رہے ہو سچ بھی ہے۔ تب بھی میں آیت سے ضرور ساری بات جانوں گا۔ پھر ہی کچھ مزید کہہ سکوں گا۔ کل تم کالج نہ جانا بلکہ ہم تیرے چچا کے گھر چلیں گے۔ باقی بات وہیں بچی کے سامنے ہوگی۔''

ابا کے فیصلے نے معیز کو گویا دہکتے کوئلوں میں لا پھینکا۔ وہ سخت ناگوار تاثرات کے ساتھ جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''بہت معذرت ابا..... میں اس کے پیچھے نہیں جاؤں گا۔ آپ نے اگر یہ بازپرس لازماً اس کی موجودگی میں کرنی ہے تو اسے یہاں بلوائیں۔''

وہ تنفر سے کہہ رہا تھا۔ ابا نے جواباً اسے خشمگیں نظروں سے دیکھا۔

''میرے باپ بننے کی کوشش نہ کرو برخوردار..... میں نے تم سے مشورہ مانگا ہے نہ تمہاری اصلاح چاہی ہے۔ حکم دیا ہے تمہیں حکم..... جب کہہ دیا صبح جانا ہے تو اس کا مطلب ہے صبح تم چل رہے ہو۔ اب جاؤ اپنے کمرے میں.....''

انہوں نے ڈانٹ کر کہا اور خود چائے کی پیالی پکڑ کر اطمینان سے چائے سڑکنے لگے۔ معیز کچھ دیر بے بسی آمیز غصے سے انہیں دیکھتا رہا پھر ایک جھٹکے سے مڑ کر کمرے سے نکل گیا۔ اماں ڈر کے مارے احتجاج بھی نہ کر سکیں کہ اسے کھانا ہی کھانے دیا ہوتا۔

✦✦✦

میرے آس پاس ہیں زندگی کی علامتیں
اجل عجب کا گزر ہے زیادہ اسی لئے
کبھی اضطراب کے رتھ سے اترا نہیں گیا
خضر خیال سے پوچھ بیٹھے تھے راستہ
ہیں جو آسمانوں کی رنجشوں کی صعوبتیں
انہیں گرتے رہنا پسند کیوں ہے زمین پر
اگر اپنے اپنے مقدروں کی رفوگری
ہمیں اپنے ہاتھ سے کرنا ہو تو پتا چلے
شبِ احتیاط نے کر دیا ہمیں مضطرب
نہ ہوا چلی تو کہیں پہ کھٹکا ہوا کوئی

''کیا بات ہے بیٹے..... بہت خاموش ہو..... سب خیریت.....؟''

مما نے گھر آتے ہی اس کی خاموشی اور تفکر کو محسوس کر لیا تھا۔ سوال کئے بغیر نہ رہ سکیں تو وہ جیسے پھٹ پڑی تھی۔

''آپ لوگوں کو ضرورت کیا تھی یہ بھیک مانگنے جانے کی میرے لئے..... اس سے تو بہتر ہے کہ میں اس لفنگے کے ساتھ گھٹ گھٹ کے جیتی رہوں جو کسی کو ان چاہی رفاقت زبردستی مسلط ہو کر سونپوں۔''

ایسا جواب اور ایسا گلہ بھرا انداز امی کو پریشان کر کے رکھ گیا۔

''کیا ہو گیا ہے بیٹے..... ایسے کیوں سوچ رہی ہو۔ ہم خود نہیں گئے۔ انہوں نے بلوایا تھا۔ بیٹی کی بدگمانی و اعتراض انہیں کچھ بھایا نہیں۔ کچھ تیز انداز میں وضاحت کی۔

''ایک ہی بات ہے مما.....''

وہ بھی ترش انداز میں ہی جواب دے رہی تھی۔ انہوں نے دھیان سے بیٹی کے تیور دیکھے۔

''کیا بات ہے..... کون سی بات بری لگی.....؟''

عمامہ کچھ نہیں بولی کیسے کہہ دیتی ان کی غیر موجودگی نے اسے اک آزمائش سے دوچار کیا۔

''تمہارے ابا کا انتخاب ہرگز غلط نہیں۔ آفاق بہت سلجھا ہوا لڑکا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ پولیس میں اچھے عہدے پر ہے۔ اس غنڈے کو خود سمجھ لے گا۔''

اب کے انہوں نے نرمی سے بیٹی کو سمجھانا چاہا تو عمامہ کا دل بیٹھ سا گیا۔

''اس کا مطلب آپ نے اسے سب کچھ بتا دیا.....؟''

وہ ہق دق انہیں دیکھنے لگی۔ مما نے اپنا ماتھا پیٹ لیا۔

''پاگل ہیں کیا.....؟ مگر کچھ نہ کچھ تو کہنا بھی تھا۔''

عمامہ نے ہونٹ بھینچ لئے۔

''مما..... مجھے آپ سب کی فکر ہے آپ صرف میری فکر کر رہی ہیں۔ آخر یہ کیا فیصلہ ہے کہ آپ ایک اور زندگی کو خطرے میں ڈال رہی ہیں۔''

pklibrary.com

اس نے چڑ کر کہہ دیا۔ اب کے مما نے بہت چونک کر اس کی شکل دیکھنی شروع کی تھی۔

''بُرا نہ ماننا بیٹی مگر تم ایسی باتیں آخر کیوں کر رہی ہو......؟ وہ خدا نہیں ہے، بہرحال کہ تم اس سے ایسے خائف ہو بیٹھیں......اور اس کی طرف داری کیو کیے جا رہی ہو ایسے کہ میں کچھ سوچنے پر مجبور ہو جاؤں......''

انہوں نے اب کے خاصی بے زار کن تلخی سے جواب دیا تھا۔ عمامہ نے خاموشی میں عافیت سمجھتے ہونٹ بھینچ لئے۔

''کھانا گرم کر دوں یا چائے پئیں گے آپ......؟''

اس نے اب کے بابا سے کلام کیا۔ انہوں نے مسکرا کر سر نفی میں ہلایا تھا۔

''نہ کھانا نہ چائے بہت پر تکلف کھانا کھا کے آئے ہیں۔ بیگم صاحبہ آپ نے ہماری شہزادی کو گڈ نیوز نہیں سنائی۔''

انہوں نے عمامہ کے سر پہ دست شفقت رکھتے ہوئے مما کو دیکھا جن کے چہرے پر عجیب سی کیفیت تھی۔ ایک گلہ گویا کہہ رہی ہوں، بیٹی نے موقع کہاں دیا آتے ہی تو ماتھا لگا بیٹھی مجھ سے۔

''کیسی گڈ نیوز......؟''

عمامہ کا دل بہت زور سے عجیب سے خوف کے ہم آہنگ ہو کر دھڑکنے لگا۔ چہرے پہ جو تغیر پھیلا۔ اسے مما نے بہت گہری نظروں سے دیکھا تھا۔

''اس ہفتے کی شام ہماری بیٹی کا نکاح ہے۔ رخصتی بھی بہت سادگی سے ہو جائے گی۔''

بابا کا انداز پرشفیق اور پر جوش تھا۔ انوکھی سرشاری وخوشی کا آہنگ لئے۔ عمامہ کے اندر کوئی ہلچل نہیں ہوئی۔ اس کے برعکس اسے لگا دل گہرے پاتال میں کہیں اترتا چلا گیا ہو۔ ٹانگوں سے جان نکلتی محسوس ہوئی۔

''اتنی جلدی......''

اس نے خشک پڑ جانے والے ہونٹوں پر زبان پھیری۔ گلا گویا پیاس کی شدت کے باعث چٹخنے کے قریب جا پہنچا۔ اپنی کیفیت پہ وہ خود حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ یہ خوف تھا تو ایسا جان لیوا۔ اور کیا ساری عمر اسی کے ساتھ وابستہ ہو گی۔ کئی سوال اندر سے اٹھے اور از خود دم توڑ گئے۔

''یہ جلدی کہاں ہے بیٹے...... مجھے تو ہفتہ بہت دور لگ رہا ہے۔ ایک دھڑکا سا ہے جس نے راتوں کی نیند حرام کر دی ہے۔ جس کے پاس کوئی عزت نہ ہو اسے کیسا غم ہم نے تو عزت ہی کمائی ہے عمر بھر......اسی کے لالے پڑ جائیں تو چین کہاں سے ڈھونڈیں۔''

بابا کی آواز پر نمی نے غلبہ پایا تو ایک دم خاموش ہو گئے۔ عمامہ ساکن کھڑی تھی۔

''اللہ سے دعا کرتے ہیں۔ خدا ہر آزمائش سے بچائے ہماری اس بیٹی کو اور ہمیشہ خوش وخرم آباد رکھے۔''

خاصی تاخیر سے انہوں نے پھر کہا تھا۔ شاید اس کی کیفیت کو بھانپ چکے تھے۔ عمامہ کچھ نہیں بولی۔ بھینچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ آنکھوں کی نمی چھپاتی پلٹ کر تیزی سے باہر نکل گئی۔ امی نے اسے جاتے دیکھا تھا۔ اور فکر مند نظر آنے لگی تھیں۔ اپنی بیٹی کے بدلے تیور اضطراب میں مبتلا کر رہے تھے۔

✧✧✧

pklibrary.com

تھے عجب بسمل رائیگانی دو جہاں
نہ عقیدہ ہائے دگر میں سکھ تھا نہ عشق میں
ہے اسی لئے ہمیں بے کلی کہ گیا کہاں
یہاں جو بھی خانہ کم تھا ہم نے بھگت لیا
نہیں راس عمر کو ماہ و سال کی تشنگی
یہی لحظہ بھر میں صدی صدی میں ہے اک پل
یہ گزر بسر ہے تو لاؤ عرش بریں یہاں
تمہیں اس سے کم پہ دکھائیں اوروں کی بستیاں
کم و بیش تو بھی ہے دشمنوں کے مزاج سا
کم و بیش تیری ہی نیتوں میں فتور ہے

جان عجب مشکل میں آن پڑی تھی۔ واہمے جان چھوڑتے تھے نہ تفکر سے خلاصی تھی۔ اندھی دھن میں الٹے سیدھے قدم تو اٹھا لئے تھے مگر اب خوف دامن گیر ایسا ہوا تھا کہ اسے لگنے لگا۔ برہنہ پا کانٹوں پر چلنے کا عمل شروع ہو گیا ہے۔ لادین نہیں تھی کہ اس دوہرے نکاح کے غضب سے آشنا نہ ہو۔ اس پہ شیر خان کا بدلہ ہوا انداز سوہانِ روح تھا۔ اسے قطعی سمجھ نہیں آ رہی تھی اب کیا کرے۔ نکاح پہ نکاح ہو چکا تھا مگر قائم کون سا تھا یا پھر ختم کون سا ہوا..... یہی علم سے باہر تھا اس کے..... دروازہ ناک ہوا تو وہ وحشت کے عالم میں اپنی جگہ پہ اچھل پڑی۔

''کک..... کون.....؟''

اس کی سراسیمگی کا عالم انوکھا تھا۔

''کھانے پر بڑی بیگم صاحبہ بلا رہی ہیں۔''

شیر خان کی جگہ ایک اور کل وقتی ملازمہ نے سنبھال لی تھی۔ صندلین نے گہرا سانس بھر کے بے ہنگم انداز میں دھڑکتے دل پہ ہاتھ رکھا۔

''کہہ دو مجھے بھوک نہیں۔''

خود کو سنبھال کر اس نے جان چھڑائی۔ ابھی ڈھنگ سے دوبارہ لیٹی بھی نہ تھی کہ دروازہ پھر سے دھڑ دھڑایا جانے لگا۔

''اب کے موت پڑ گئی.....؟ کہا جو ہے نہیں بھوک..... جاؤ دفع ہو جاؤ پھر.....''

اس کا ازلی غصہ عود کر آیا تھا۔ پھٹ پڑی تھی باہر شیر خان کے ہمراہ کھڑی ملازمہ کا رنگ خوف سے فق ہو گیا۔ مگر اس کے اشارے پر وہ حوصلہ کر کے بولی تھی۔

''چھوٹی بی بی..... بڑی بیگم صاحبہ نے کھانا بھجوایا ہے۔ کہہ رہی ہیں پاس رکھ لیں۔ جب بھوک لگے کھا لینا.....''

صندلین غصے میں جھلاتی ہوئی اٹھی تھی۔ بہت قہر بھرے انداز میں دروازہ کھولا۔ مگر ملازمہ کے ہمراہ شیر خان کی صورت نظر آنے پر اس کے ماتھے پہ بل پڑ گئے تھے۔

''تم یہاں کیا کر رہے ہو.....؟ جاؤ اپنی راہ لو۔''

''ام تو آپ کی خاطر خدمت کو حاضر ہوا ہے جی..... برا نہ مانیں.....''

اس نے ملازمہ سے ٹرے لی اور اسے جانے کا اشارہ کرتا خود زبردستی اندر گھس آیا۔ اس سے پہلے کہ صندلین کچھ سمجھ پاتی اس نے بجلی کی سی تیزی سے پلٹ کر دروازہ لاکڈ کیا اور چابی نکال کر اپنے کرتے کی جیب میں ڈال لی۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے.....؟''

صندلین کے حواس گم ہونے لگے تھے۔ شیر خان سے اسے ایسی توقع کہاں تھی بھلا۔

''یہ بدتمیزی نہیں ہے صندلین بیگم..... یہ وہی ہی دھونس ہے ویسا ہی زبردستی ہے جیسا آپ نے امارے ساتھ نکاح پڑھواتے وقت کیا تھا۔''

شہر خان کا بے تحاشا گورا رنگ اس وقت شدتِ جذب سے قندھاری انار کی مانند سرخ ہوا جا رہا تھا۔ تنفس تیز تھا۔ آنکھیں دہکتے ہوئے انگاروں جیسی۔ صندلین کو اس سے خوف محسوس ہوا۔ وہ شیر خان نہیں اسے کوئی خون آشام بلا محسوس ہوئی۔

''ک..... کیا چاہتے ہو تم..... اس طرح میرے کمرے میں آنے کا مقصد.....؟''

خود کو سنبھال کر وہ ازلی نخوت سے پوچھنا چاہتی تھی مگر آواز کی لرزش پر قابو نہیں رکھ سکی۔

''اپنا حق..... وہ حق جو نکاح ہو جانے کے بعد بیوی پہ شوہر کا قائم ہو جاتا ہے۔ سمجھیں کہ ام سمجھائیں.....؟''

شیر خان نے اس کی کلائی جکڑ کر بیڈ پہ دھکیلا اور یہیں پہ اکتفا نہیں کیا۔ خود بھی اس کے ہمراہ بیڈ پہ آ گیا تھا۔

(جاری ہے)

✦✦✦

اعتزاز

فروری کے شمارے میں افشاں علی کے ناول ''تیرے عشق کی پڑ گئی مار پیا'' پر غلطی سے ناول کا نام ''تپش'' پرنٹ ہو گیا جس کے لیے ہم اپنے قارئین اور افشاں علی سے معذرت خواہ ہیں۔

pklibrary.com

تیرے عشق کی مر گئی ماریا

افشاں علی

pklibrary.com

''فیصلہ بدلنے کے لیے نہیں بلکہ حالات کو بدلنے کے لیے جاتا ہے'' مقابل نے سنجیدگی سے کہا'' یہ سب صرف مجھے ہی سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے، سمجھنا تو انہیں چاہیے جو میدان چھوڑ کر سے آئی کیمپ کو ہاتھ کے اشارے سے روک کر اپنے گھر کا پتہ بتاتے ہوئے وہ بیٹھ گئی۔ کیپ اس کے گھر کی طرف رواں دواں تھی جبکہ اس کے ذہن میں یادوں کا سفر جاری تھا۔

''مجھے تمہاری آنکھوں سے محبت ہے، اور ان آنکھوں کو تا عمر دیکھنے کے لیے میں اپنی جان بھی ہتھیلی پر رکھ سکتا ہوں.....''

اس نے تیزی سے اپنی آنکھوں کو بند کرلیا مگر یادیں بھلا پیچھا کہاں چھوڑتیں ہیں کسی کے کہے گئے جملے مسلسل کسی سائے کی طرح اس کے تعاقب میں تھے۔

''تمہیں پتہ ہے نا کہ میں جب بھی اپنی آنکھیں بند کرتا ہوں تب بھی تمہارا ہی عکس میری ان آنکھوں میں ہوتا ہے اور مجھے تمہارے عکس سے بھی محبت ہے.....''

لفظوں کی بازگشت پھر سنائی دی۔ اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ یادوں کی لڑیاں اب آنکھوں سے آنسو بن کر بہنے لگی تھیں۔

''نہیں مجھے رو کر کمزور نہیں بننا، تمہاری یادیں، تمہاری باتیں اور گزری محبت میرے مقصد کے بیچ حائل نہیں ہوسکتیں۔'' اس نے آنکھیں بھینچ کر اس بے رنگ سیال مائع کو بہنے سے روکا اور خود پر جبر کر کے اک زبردستی کی مسکراہٹ چہرے پر سجا لی۔ کیونکہ اب وہ کسی بھی کمزور لمحے کی گرفت میں نہیں آنا چاہتی تھی۔ اسے آگے بڑھنا تھا یادوں اور محبتوں کو بھلائے.....

تجھے بھلا دیا میں نے تجھ کو علم نہیں
تیرا شمار بھی ہونے لگے کا لوگوں میں

مکمل ناول

تیسری قسط

pklibrary.com

اتباع اور ہیزام کی فرسٹ ویڈنگ اینی ورسری قریب ہی تھی ہیزام نے بالا ہی بالا کئی انتظامات و پلاننگ کر لی تھیں۔ جیسے ہوٹل میں ڈنر کے Reservation ٹیبل بک، گفٹس اور بہت کچھ۔ وہ اپنی محبت کی اس فرسٹ ویڈنگ اینی ورسری کو بہت خاص و یادگار طریقے سے منانا چاہتا تھا اور یہ سب اس نے سرپرائز کے طور پر سوچ رکھا تھا، مگر بعض اوقات زندگی ہی ہمیں ایسے شوکڈ دے جاتی ہے کہ اس کے سامنے ہر سرپرائز مانند پڑ جاتا ہے۔ ان کی ویڈنگ اینی ورسری سے دو دن پہلے سعدیہ بیگم کا اچانک ہی شوگر لیول ہائی ہوگیا اور یوں دو دن ہسپتال کی ہی نظر ہوگئے۔ اک طرف گھر کی ذمہ داری، بیمار ساس کی تیمارداری اور ساتھ ہی ننھی حدیبیہ کے کام..... اتباع تو ان سب جھمیلوں میں اس قدر مصروف ہوگئی کہ اینی ورسری جیسا اہم دن ہی فراموش کر گئی۔ ہیزام کا روکھا پھیکا موڈ، تناؤ بھرا لہجہ، سنجیدہ مزاج و انداز، یہ سب وہ اپنی مصروفیات میں بالکل محسوس ہی نا کر پائی۔ کبھی کبھار اپنی مصروف اور مگن زندگی کے روز و شب میں گم ہو کر ہم دیکھ ہی نہیں پاتے کہ ہم جس راہ پر چلتے جا رہے ہیں۔ اس راستے میں کون سے اور کب کہاں موڑ آئے؟ بعض اوقات ہم ان کو جان کر یا انجانے میں اگنور کر جاتے ہیں۔ اس بات سے بے خبر کہ آگے جا کر معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہی وہ موڑ تھے جو ہماری منزل تک پہنچنے کے شارٹ کٹ تھے.....

وہ بھی اپنی مصروفیات میں اس اہم موڑ کو نظر انداز بلکہ حقیقتاً بھول گئی اور اب تو پورا دن ہی تمام ہونے کو تھا۔ وہ جب سعدیہ بیگم کو میڈیسن دیئے پلٹ رہی تھی تبھی انہوں نے ہولے سے اسے پکارا

"بیٹا! سوری، میں نے نا صرف تم لوگوں کو پریشان کر دیا بلکہ تم بچوں کا اہم دن تم دونوں کی ویڈنگ اینی ورسری بھی میری پریشانی و بیماری کی نظر ہوگئی....."

"اُف! شٹ....." اتباع کا دل چاہا وہ اپنی بند عقل اور کم ہوتی یادداشت کا ماتم ہی کر لے۔ بھلا، کوئی اتنا اہم دن بھی بھولتا ہے۔

"اوہ شاید، اسی لئے ہیزام نے کتنی بار بہانے بہانے سے اوپر آنے کا اشارہ بھی کیا تھا، جسے میں اگنور کرتی رہی" اس نے تاسف سے سوچا اور بنا اک منٹ بھی ضائع کئے لفظوں کی تمہید باندھتی جب وہ اپنے روم کی سیڑھیاں چڑھ رہی تھی تو ٹی وی لاؤنج میں موجود سنہری وال کلاک کی سریلی گھنٹیوں کی 12 تانوں نے اس کے اعصابوں پر بجلی سی گرا دی۔ وہ تیزی سے کمرے میں داخل ہوئی۔ حدیبیہ بے بی کاٹ میں بے خبر سو رہی تھی جبکہ ہیزام کروٹ کے بل لیٹا ہوا تھا یا پھر شاید سو رہا تھا۔ وہ قدرے مایوس سی ہوتی ڈریسنگ روم میں چلی آئی ڈریس چینج کر کے وہ باہر آئی تو پہلے بے بی کاٹ کی طرف آئی اور جھک کر اپنی ننھی کلی کو بوسہ دیا اور پھر بے آواز ہیزام کے دوسری جانب آ لیٹی اس کی ہیزام کی جانب پشت تھی جبکہ چہرہ ڈریسنگ ٹیبل کی طرف تبھی اس کی نظر سائیڈ ٹیبل پر موجود ٹیبل کلاک پر پڑی جہاں 12 کے ہندسے پر دونوں سوئیاں کچھ پل ٹھہر کر گلے مل کر علیحدہ بھی ہو چکی ہیں۔ بے اختیاری میں وہ ہیزام کی سمت مڑی۔

"ہیزام....." اس نے ہولے سے پکارا جو ہنوز اسی انداز میں کروٹ لئے سو رہا تھا۔ یا پھر شاید سونے کی ایکٹنگ کر رہا تھا اتباع تھوڑا اور ہیزام کے قریب کھسکی اور اس کے کان کے قریب نسبتاً دھیمے سے بولی۔

pklibrary.com

''ہیپی فرسٹ ویڈنگ اینی ورسری.....''
اتباع کی سرگوشی نما آواز پر یکدم ہیزام نے آنکھوں پر سے اپنا بازو ہٹا کر کروٹ بدل کر اس کی جانب دیکھا۔ اس کی نظروں میں کچھ تو ایسا تھا کہ اتباع شرمندہ سی ہوگئی۔

''نوازش! اب بھی وش کرنے کا کیا فائدہ؟، دن تو گزر ہی گیا.....'' وہ خفگی بھرے لہجے میں کہتا ہوا پھر کروٹ بدلنے لگا۔

''سوری نا! آپ کو پتہ تو ہے، کل سے کتنا بزی رہی ہوں، امی کا بھی دھیان رکھنا تھا گھر کے بھی اتنے کام تھے.....'' اتباع نے جھٹ ہیزام کو کروٹ بدلنے سے روکنے کے لئے اس کے شولڈر کو تھاما۔

''تم اپنی مصروفیت میں ہمارا اتنا اہم دن بھی بھول سکتی؟ ہو تو کل کو تو کچھ بھی بھلا دو گی.....'' وہ ہنوز غصے میں تھا۔

''سوری نا جان.....'' اتباع نے جھٹ سے اپنے دونوں کانوں کو پکڑا معصومیت لئے شرمندہ شرمندہ وہ اس کے بے حد قریب تھی۔ اس کے شرمندہ لہجے سے زیادہ اس کا جان کہنا اس کا دل لے گیا۔ اپنے اتنے قریب دیکھ ہیزام نے جھٹ سے اسے اپنی بانہوں میں قید کرلیا۔

''ہیپی فرسٹ ویڈنگ اینی ورسری You too میری جان!'' غصہ یکلخت رفع دفع ہو چلا تھا۔ ہیزام نے اس کے نرم نرم گالوں پہ اپنے گرم گرم ہونٹوں کو رکھ دیا۔

''آج کا دن بہت Special تھا بلکہ جب سے تم میری زندگی میں شامل ہوئی ہو جب سے تم سے محبت ہوئی ہے ہر دن، ہر رات بہت Special ہے میرے دل میں تو تم بہت پہلے سے ہی شامل ہوگئی تھی مگر میری زندگی میں شامل ہوئے تمہیں ایک سال ہوا۔ تمہارے آنے سے

شگفتہ شگفتہ رواں دواں

اردو کی آخری کتاب

طنز و مزاح

آج ہی اپنے قریبی بکسٹال یا براہ راست ہم سے طلب فرمائیں

لاہور اکیڈمی

پہلی منزل محمد علی امین میڈیسن مارکیٹ 207 سرکلر روڈ اردو بازار لاہور

فون: 042-37310797, 042-37321690

میرا وجود، میرا گھر، میرے سپنے مکمل ہو چلے اور آج بھی تم یونہی میرے قریب میری بانہوں میں ہو جیسے آج سے ٹھیک ایک سال پہلے شادی کی رات تھی....." مخمور لو دیتے ہوئے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اتباع کے گرد اپنی بانہوں کا دائرہ تنگ سا کر دیا۔ ہیزام کو چاہت سے بھرپور گرماہٹ بھری تیز و بے ترتیب سانسیں اتباع کو چھونے لگیں۔ اس سے پہلے کہ ہیزام اپنی سانسوں و محبت سے باقی داستاں رقم کرتا حدیبیہ کے رونے کی آواز کمرے میں ابھری۔

"یار! بے بی کو بھی ابھی ہی اٹھنا تھا....." حدیبیہ کے جاگنے پر اتباع کے یوں بانہوں سے نکل جانے پر وہ سخت جھنجھلایا ہوا تھا۔

"ارے! چھوٹی بچی ہے ابھی ناسمجھ ہے، اس کے سونے جاگنے کا کوئی ٹائم ٹیبل تھوڑی سیٹ ہے....." اس نے روتی ہوئی حدیبیہ کو گود میں اٹھایا اور کمرے میں ٹہلتے ہوئے کہا۔

"اور مجھے جو تمہاری ضرورت ہے، تمہاری طلب ہے اس کا کیا.....؟" ہیزام نے بیچارگی سے کہا اس کے لہجے میں خفگی تھی۔

"ہیزام....." اتباع نے اسے گھوری سے نوازا "آپ کی ضرورت ہماری بیٹی سے تو بڑھ کر نہیں نا.....؟" اتباع کی بات وہ جی کڑا کر سہہ گیا کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی تو نہ تھا اور پھر حدیبیہ کو واپس سلانے کے بعد وہ جب اس کے برابر میں آ کر لیٹی تو رات کا نصف پہر گزر چکا تھا اور ہیزام بھی سو چکا تھا یہ تھی ان دونوں کی فرسٹ ویڈنگ اینی ورسری

✦✦✦

تیرے پیار کی بارش میں میں بھیگوں ایسے
مدتوں کے بعد کسی صحرا میں ہو بارش جیسے

بارش کی بوندھوں میں اک ایسا طلسم ہے کہ پہلی بوند ہی انسان کو بے خود سا کر دیتی ہے بارش کے قطرے زمین پر پڑتے ہی اپنی تاثیر دیکھانا شروع کر دیتے ہیں۔ بارش کی رم جھم ہر دفعہ ایک نیا اور دلفریب احساس چھوڑتی ہے کبھی بیتے پل یاد دلاتی ہے تو کبھی گزرتے حسین پل، الغرض بارش کے اپنے کئی روپ ہیں۔ ہر قطرہ دوسرے سے جدا ہوتا ہے، بالکل ویسے ہی جیسے نغمہ بہت سے سازوں سے مل کر بنتا ضرور ہے مگر ہر ساز دوسرے سے جدا ہوتا ہے۔

ساون کا بھیگا بھیگا سا لمس فضا میں موجود تھا صبح سے ہوتی کن من بارش نے دوپہر میں ہی شام کا سا سماں بنا دیا تھا۔ سرمئی بادلوں نے مکمل طور پر آسمان کو ڈھانپ لیا تھا اور تواتر سے ہوتی بارش نے زمین کو جل تھل کر دیا تھا۔ ہیزام جو بارش کا دیوانہ تھا گھر پر ہونے کے سبب اوپر ٹیرس پر ہی ڈیرا جمائے بیٹھا تھا۔ اتباع نے پہلے بارش کی مناسبت سے پکوڑے اور چٹنی بنائی پھر اوپر موجود ہیزام کو اپنے دیور کے ہاتھ بھجوا کر خود ساس سسر کو بھی دے آئی اور اب اپنے روم میں بیٹھی حدیبیہ کے کپڑے چینج کر رہی تھی جو اپنے ہاتھ اور پاؤں چلا چلا کر اتباع کو مزید تنگ کر رہی تھی۔

"گندی بچی! مما کو تنگ کرتی ہے....." اس نے اس کے ننھے ننھے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر گدگدایا تو یکدم وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ تبھی ہیزام کمرے میں داخل ہوا۔

"بیا! یہ کیا مذاق ہے؟"

"کون سا مذاق.....؟" اس نے ناسمجھی سے ہیزام کی سمت دیکھا۔

"باہر بارش ہو رہی ہے، میں اوپر ٹیرس پر کب سے تمہارا ویٹ کر رہا تھا اور تم یہاں مصروف ہو.....؟" ہیزام کے لہجے میں خفگی تھی۔

pklibrary.com

''میں نے پکوڑے بھجوائے تو تھے.....'' وہ پھر سے حدیبیہ کی طرف متوجہ ہوئی اور اب بے بی پاؤڈر لئے اس کے چہرے اور گردن پر لگانے لگی۔

''میں پکوڑوں کی نہیں تمہاری بات کر رہا ہوں، چلو آؤ بارش انجوائے کرتے ہیں.....'' اس نے بیڈ کی طرف جھک کر اتباع کے ہاتھ میں موجود Baby Johnson پاؤڈر کا ڈبہ قدرے فاصلے پر اچھالا اور اس کا ہاتھ تھام کر کھڑا کرنا چاہا۔

''ہیزام یہ کیا بچپنا ہے؟ آپ دیکھ رہے ہیں حدیبیہ جاگی ہوئی ہے میں اس کے ساتھ مصروف ہوں.....'' اس نے جھٹکے سے ہیزام کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور بیڈ پر ہی قدرے فاصلے پر ہی اچھالا گیا Baby Johnson پاؤڈر کا ڈبہ پھر سے اٹھالیا۔

''اور مجھے جو تمہارا ساتھ چاہئے اس کا کیا؟ میں بارش انجوائے کرنا چاہتا ہوں.....''

''ہاں تو کیجئے نا انجوائے.....'' ننھی حدیبیہ کو تیار کئے اب وہ اسے اپنی گود میں اٹھا چکی تھی۔

''میں تمہارے ساتھ انجوائے کرنا چاہتا ہوں.....'' ہیزام نے چبا چبا کر اک اک لفظ ادا کیا۔

''مگر میرا ایسا کوئی موڈ نہیں ہے۔ نہ بارش انجوائے کرنے کا نا ہی بارش میں نہانے کا، میں تو اپنی بیٹی کے ساتھ کھیلوں گی.....'' اس نے سہولت سے انکار کر دیا اور جھک کر اپنی لاڈلی کی پیشانی کو چوما۔

''ٹھیک ہے.....'' اک تاریک سا سایہ اس کے چہرے پر لہرایا اور مختصراً کہہ کر وہ روم سے باہر نکل گیا۔ اتباع کے انکار سے اک ٹھنڈی سی اوس ہیزام کے نرم گرم ارمانوں پر پڑ گئی۔ کتنی خواہش تھی کہ وہ اتباع کے ہمراہ اس برستی بوندھوں کے طلسم کو محسوس کرے، اس کا ہاتھ تھامے قدم سے قدم ملائے، یونہی اتباع کے سنگ بہت دور تلک نکل جائے، ان دونوں کا ساتھ ہو بس اردگرد برستی بارش کا شور ہو اور اندر مچلتی دھڑکنوں کا..... مگر یہ سارے ارمان کسی برستی بارش کے بہتے پانی کی طرح بغیر ہاتھ لگے بہہ سے گئے۔ سونے پہ سہاگہ تو اس کی امی کی اپنی بہو کی طرفداری نے کیا۔

''اچھا ہوا بیٹا! جو تم نے بارش میں بھیگنے سے منع کر دیا۔ گڑیا تھی ابھی چھوٹی ہے تم بارش میں بھیگتی تو اسے بھی لازماً ٹھنڈ لگ جاتی۔ ہیزام کا کیا ہے وہ تو ہے ہی باؤلا.....''

مزید اپنی تعریفیں سننے اور اپنے ارمانوں کا جنازہ اٹھانے کی اس میں سکت نہ تھی وہ یونہی خفا خفا سا اکیلا ہی بارش میں بھیگ کر اپنے اندر پنپتی غصے کی آگ کو ٹھنڈا کرتا رہا۔ ٹپ ٹپ برستی بارش کا ہر قطرہ اسے بے خود سا کرتا اور اس کے جلتے وجود کی پیاس بجھاتا ہوا محسوس ہوتا۔ بارش تھمی تو وہ روم میں آیا جہاں اتباع حدیبیہ کو سلاتے ہوئے خود بھی سو چکی تھی سرسری سی نظر ڈالے وہ فریش ہونے چلا گیا اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر وہ اپنے بالوں کو سیٹ کر رہا تھا جبھی اتباع نے ہلکے سے کسمسانے پر اس کی نظر ڈریسنگ مرر میں سے بے خبر سوئی اتباع پر جو پڑی تو ٹھہر سی گئی جو ڈوپٹے سے بے نیاز اپنے وجود اور اپنے حسن سے غافل تھی۔ وہ بیڈ کے قریب آیا اور پہلے ہولے سے ننھی حدیبیہ کو بانہوں میں لے کر اس کے نرم سے گالوں کو چوما اسے بے بی کاٹ میں لٹا دیا اور پھر اتباع کی سمت پوری توجہ دانہماک سے متوجہ ہوا۔

سرخ رنگ کے خوبصورت پرنٹڈ سوٹ میں اس کی سپید مکھن جیسی رنگت کھل رہی تھی۔

"ریڈ اسٹرابیری...... نہیں، ریڈ انار......"

وہ بے خبر ہوئی اتباع کو دیکھ کر اسے پھلوں سے تشبیہ دینے لگا ساون کی رم جھم محبوب کی قربت کے حصول کو دو آتشہ کر دیتی ہے۔ وہ خوبصورت تو پہلے ہی تھی مگر ماں بننے کے بعد تو اس کا حسن جیسے دوگنا ہو گیا تھا۔ جسم سڈول اور چہرے پر بھی اک عجب سی کشش آ گئی تھی جو ہیزام کو بے خود سا کر کے اپنی طرف کھینچتی جیسے کہ ابھی ابھی وہ ناراضگی کے باوجود اس کی طرف مائل ہو رہا تھا۔ وہ قدرے قریب جھکا اور اتباع کے پنکھڑیوں کی مانند ہونٹوں پر محبت کا امرت چھڑکنے لگا۔ وہ ہولے سے کسمسائی اور پھر یکدم بیدار ہوئی تو ہیزام کو خود پہ جھکے پایا۔ گردن کے گرد ٹاول لپیٹے صرف بنیان اور ٹراوزر پہنے ہیزام کے کشادہ وجود نے اس کے وجود کو پوری طرح ڈھانپ رکھا تھا جبکہ اس کے گیلے بالوں سے ٹپکتی پانی کی بوندوں نے اتباع کے چہرے کو۔ اتباع نے مکمل آنکھیں وا کیئے ہیزام کی طرف دیکھا جہاں تازہ تازہ شیو کی نیلاہٹیں، چہرے پر عجب سا خمار اور آنکھوں میں محبتوں کا سمندر نمایاں تھا۔ ہیزام کے مخصوص آفٹر شیو کلون کی مہک اتباع کے اردگرد چھائی تھی جبکہ وہ خود ہیزام کے حواسوں پر۔

وہ ایک بار پھر کسی گھٹا کی صورت اس پر جھکا اور اپنی محبتوں کی بارش برسانے لگا۔

"کیا کر رہے ہیں ہیزام؟ کوئی آ جائے گا......"

گو کہ روم ڈور بند تھا مگر پھر بھی اتباع نے اسے پیچھے دھکیلنا چاہا۔ تو آ جانے دو، I dont care......" ہیزام کی خمار آلود آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

"کوئی دیکھ نہ لے ڈور لاکڈ نہیں......"

اتباع نے اک اور کوشش کی۔

"تو دیکھ لینے دو I dont Care......"

ہیزام مزید اس کے قریب ہوا اور اس کی صراحی دار گردن پر بکھری بالوں کی لٹوں کو اپنے ہونٹوں سے ہٹاتے ہوئے کہا۔ "بے بی جاگ جائے گی......" اتباع نے اک اور ناکام سی کوشش کی۔

"ہش...... ش......" جواباً ہیزام نے اس کے ہونٹوں پر اپنے ہونٹوں کی مہر ثبت کر دی۔

"فی الحال تم مجھے سونے دو اپنی بانہوں میں...... اپنی پناہوں میں......" گردن کو ٹاول سے آزاد کرتے ہوئے اس نے اتباع کو اپنی گیلی بانہوں میں قید کیا اور قطرہ قطرہ اسے خود میں سمو کر اس میں ڈوبنے لگا۔

اس کے لبوں پہ رات کہانی غضب کی تھی
جذبات بہہ رہے تھے اور روانی غضب کی تھی!
راجا بھی لاجواب تھا صحرائے عشق کا
لیکن دیارِ حسن کی رانی غضب کی تھی!
کیا کیا نہ شام آئی میری عمر میں مگر!
گزری جو تیرے ساتھ سہانی غضب کی تھی!
دیکھی ہے میں نے صحرا میں چڑھتی جوانی
لیکن جو تجھ پہ آئی جوانی غضب کی تھی!
محسن میں اک عمر تک لکھتا رہا داستانِ غم
لیکن جو تم نے سنائی کل شب وہ کہانی غضب کی تھی!

✦✦✦

حدیبیہ ابھی صرف 3 ماہ کی ہی ہوئی تھی جب اتباع ایک بار پھر سے امید سے ہو چلی۔ اس کا سسرال ہو یا میکہ دونوں ہی جانب اس خوشخبری نے سماں باندھ دیا یوں تو ہیزام بھی اس بار خوش نظر آ رہا تھا مگر پھر بھی اتباع مطمئن نہ تھی۔ دنیا کے باقی فادر کی طرح اس کے دل میں اولاد کے لئے پیار تو فطری تھا ہی مگر پیار کی شدت و فوقیت

pklibrary.com

پہلے اتباع کے لئے مخصوص تھی۔ ابھی تو وہ ٹھیک سے خدیبیہ سے بھی گھل مل نہ پایا تھا اور اب ایک بار پھر سے..... اتباع شش و پنج میں گرفتار تھی۔

''بھابھی لگتا ہے آپ شاید کچھ پریشان ہیں اس خبر سے.....'' سبرینہ آپی نے بغور اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے بالآخر وہ بات پوچھ ہی لی جو اسے کھٹک رہی تھی۔

''ارے نہیں ایسی بات نہیں! بلکہ میں تو بہت خوش ہوں۔'' اتباع نے چہرے پر زبردستی کی مسکراہٹ سجائی۔

''مما! یہ گڑیا بولتی کیوں نہیں.....؟'' سبرینہ کی پانچ سالہ بیٹی درنایاب اپنی گود میں حدیبہ کو لیئے بیٹھی تھی۔

''کیونکہ بیٹا گڑیا ابھی چھوٹی ہے نا.....'' سبرینہ نے جھک کر اپنی بھتیجی کے گالوں کو چومتے ہوئے اسے بتایا۔

''مگر مما میری گڑیا تو اس سے بھی چھوٹی ہے وہ تو بولتی بھی ہے اور کبھی کبھی گانا بھی گاتی ہے.....'' درنایاب کو اپنی مما کے جواب سے تسلی نہ ہوئی تو اس نے اپنی ڈول کا حوالہ دیا جس پر وہ دونوں نند بھابھی مسکرا دی۔

''بیٹا یہ گڑیا بھی جب آپ کے جتنی بڑی ہو جائے گی تب آپ سے ڈھیر ساری باتیں کرے گی آپ کو آپی بھی کہے گی.....'' اتباع نے ہولے سے اس کی پونی کو چھوتے ہوئے پیار سے سمجھایا۔

''سچی گڑیا! آپ مجھے آپی بولو گی ہائے میری پیاری گڑیا.....'' درنایاب چہرے پر خوشی اور آنکھوں میں چمک لئے اس نے بھی حدیبہ کو گدگدایا تو اس نے بھی آگے سے ہوں کہہ کر کے گویا رسپانس دیا۔

''بھابھی! آپ نے بتایا نہیں آپ کس بات کو لے کر پریشان ہیں.....؟'' درنایاب اب پھر سے حدیبہ کے ساتھ کھیلنے میں مگن ہو گئی تھی تبھی سبرینہ نے پھر سے پوچھا۔

''پریشان تو نہیں ہوں ہاں مگر سوچ میں ضرور ہوں، یہ خبر بہت جلدی نہیں آ گئی.....؟'' اس نے انگلیاں مروڑتے ہوئے قدرے ڈپریشن لہجے میں کہا۔

''یہ تو اور خوشی کی بات ہے کہ حدیبہ کو بھائی یا بہن جلدی مل رہا.....'' سبرینہ نے شوخی سے کہا۔

''جی وہ تو ہے مگر ہیزام نے تو ابھی تک حدیبہ کو ہی ٹھیک سے گود میں نہیں اٹھایا اور پھر دوسرا مہمان.....''

''ارے بھابھی! ہیزام بھائی کی تو آپ فکر نہ کرو، درنایاب جب ہوئی تھی تب بھی اسے دور دور سے ہی دیکھتے تھے۔ اور جب یہ ڈھائی یا تین سال کی ہوئی تب جا کر اسے گود میں اٹھایا تھا.....'' سبرینہ کی بات پر اس نے حیرت سے نظریں اٹھائے سبرینہ کی طرف دیکھا اسے سبرینہ کی بات پر شدید حیرت ہوئی تھی کیونکہ درنایاب تو اس گھر کی پہلی بیٹی تھی پھر بھی۔

''ویسے بھابھی کون سا وظیفہ پڑھا تھا آپ نے؟ بھابھی مجھے بھی بتا دیں میں بھی درنایاب کا کوئی بھائی بہن لے آؤں۔'' سبرینہ نے نسبتاً دھیما لہجہ اپنایا کہ مبادا درنایاب نہ سن لے اور ساتھ ہی اتباع کو آنکھ ماری تو وہ شرما گئی۔

''بدتمیز.....'' اتباع کی پریشانی کسی حد تک رفع دفع ہو گئی تھی وہ اندر ہی اندر نہیں بلکہ دل سے بھی اب خوش تھی کیونکہ ماں بننے کا احساس تو ہوتا ہی ہے خاص اور یہ اللہ کی طرف سے خاص تحفہ تھا کہ وہ اک بار پھر اس عہدے پر فائز ہونے جا رہی تھی۔

✦✦✦

pklibrary.com

وہ اس کی قدر کرتی تھی عزت و احترام بھی اور کسی حد تک محبت بھی۔ مگر محبت کی ویسی پذیرائی نہیں دے پاتی تھی جیسی ہیزام چاہتا تھا۔ ہیزام اس سے جنونی محبت کرتا تھا مگر وہ اس سے کیسی اور کتنی محبت کرتی تھی وہ اب تک جان نہ پائی تھی۔ محبت کا پودا تو اتباع کے دل میں بھی پھوٹ چکا تھا مگر وہ ویسا تناور درخت نہیں بن پایا تھا جیسا ہیزام کے دل میں اس کے لئے چاہتوں و محبتوں سے لدا تناور و گھنا درخت تھا جو ہمہ وقت اس پہ سایا کئے رہتا۔ ہیزام محبت میں شدتوں کا قائل تھا۔ اس کی محبت میں جنون تھا تو دیوانگی کی انتہا تھی۔ ہیزام کسی الاؤ کی طرح پر حدت پرتپش تھا جبکہ اتباع کے انداز میں کسی پانی سا ٹھہراؤ گویا یہ آگ پانی کی جوڑی تھی۔ بعض اوقات تو اتباع کو ہیزام کی جنونیت و دیوانگی سے عجب سا احساس دل میں گھر کر جتاتا مگر ہیزام کو بھلا کہاں پروا تھی اس کا تو بس نہ چلتا کہ وہ اپنا آپ بھی اتباع کے لئے نچھاور کر دے اس کی تو بس یہ ہی حسرت تھی کہ

کاش
مجھ پر طلوع ہو کر
وہ دنیا بھر سے غروب ہو جاتا.....

وہ آج صبح سے اتباع سے بات کرنے کی غرض سے کئی بار کال کر چکا تھا مگر اتباع کے بزی ہونے کے سبب بات ہی نہ ہو پائی، بالآخر رات ساڑھے بارہ کے قریب اس نے جھنجھلا کر اتباع کے نمبر پر پھر سے کال ملائی جو کہ دو تین بیل بجنے کے بعد ریسیو ہوئی۔

''ہیلو.....'' اتباع کی نیند میں ڈوبی ڈوبی آواز ابھری۔

''تم سو چکی تھی.....؟'' وہ حیران ہوا۔

''جی.....'' اس نے مختصر کہا۔

''اتنی جلدی.....؟''

''جی نیند آ رہی تھی اور کوئی خاص کام بھی نہیں تھا اس لئے سونے چلی آئی.....'' اتباع نے بمشکل جمائی روکتے ہوئے جواب دیا۔

''سو جاؤ پھر، مجھے بے سکون کر کے خود آرام کر لو حالانکہ میں سارا دن تمہاری کال بیک کا ویٹ کرتا رہا اور تم ہو کہ سو بھی گئی.....'' ہیزام نے نروٹھے پن سے کہا۔

''رات ہو گئی ہے ہیزام تو سوؤں گی ہی نا، ویسے خیریت اتنی کال کرنے کی خاص وجہ.....؟'' اتباع کے سادہ سے لہجے و سوال پر وہ حیران سا ہوا۔

''یار، آج پورا دن تم سے نہ بات ہوئی نا تمہاری آواز سنی، سب کچھ ادھورا سا لگ رہا تھا.....'' ہیزام کے لہجے کی بے قراری فی الحال نیند میں ڈوبی اتباع سمجھنے سے قاصر تھی۔

''اوہ ہاں! دیکھی تھیں آپ کی مسڈ کالز، لیکن میں آج پورا دن کافی بزی رہی.....''

''وہ تو اب تم اکثر ہی ہوتی ہو.....'' ہیزام نے بے دلی سے کہا۔

''ظاہر ہے، حدیبیہ بھی آ گئی ہے ذمہ داری بھی بڑھ گئی ہے.....'' اتباع کی آواز میں نیند کی خماریاں تھیں۔

''اور میری ذمہ داری کون اٹھائے گا.....؟'' ہیزام نے بے ساختہ کہا۔

''اُف! اچھا سنیئے، آپ بھی سو جائیں میں بھی سو رہی ہوں، بہت نیند آ رہی ہے.....'' اتباع نے نیند سے بوجھل ہوتی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''او کے جانِ من! آرام کرو گڈ نائٹ.....''

وہ کال کٹ کر کے اپنے برابر میں سوئی حدیبیہ کی طرف کروٹ لئے اس کے گرد اپنا ہاتھ

pklibrary.com

لپیٹے پھر سے سوگئی۔ جبکہ دوسری طرف ہیزام کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی بلکل ویسے ہی جیسے اتباع اس کی بانہوں سے۔

✦✦✦

دل کی مکین، حیات کی تسکین، میری زیست کی محور، محبت کی پیکر، تمہارا ساتھ میرے لئے وہ قیمتی خزانہ رہا کہ جس کا کوئی مول نہیں۔ تمہیں پا کے یوں لگا جیسے اچانک برسوں سے سونے پڑے آنگن کی دہلیز پر کوئی آہٹ سی ہوئی ہو، کوئی چاپ سی اٹھی ہو، جیسے کشادہ بادلوں کے سینے میں کبھی چھپتے، کبھی شرماتے، کبھی نکلتے چاند کی سی کشش ہر سو پھیلی ہو۔ جیسے کسی کی سراپا تشنگی سے لبریز پلکیں ہوں، جو تمہیں پا کر احتراماً جھک گئیں۔ جیسے کسی معصوم چھوٹے بچے کو اپنا من پسند کھلونا مل جانے پر خوشی سے بھرپور مسکراہٹ نے اس کے چہرے کا احاطہ کرلیا ہو، جیسے کسی ویران آباد جزیرے پر تنہا و اداس بیٹھے شخص کو جینے کی نوید ملی ہو اور اس کی آنکھوں میں فاتحانہ سی چمک در آئی ہو، بالکل ویسے ہی تمہیں پا کر زمین پر ہی جنت کا گمان سا ہو چلا۔

میری رہبر من، میری جانِ من!

میرے الفاظ! آج پھر تمہیں عجب سی چبھن دے جائیں گے وہی الفاظ و جملے جو میری دھڑکنوں کی بے ترتیبی کا سبب بنتے ہیں۔ میں آج بھی ان لمحوں میں قید ہو کر تمہاری آنکھیں جب ان لفظوں میں چھپے مفہوم پر جھکتی تھیں، جب ان جملوں سے تمہارے چہرے پر شرمگیں مسکراہٹ پھیلتی تھی میری روح آج بھی اس احساس سے معطر ہو جاتی ہے۔ میں تمہارے سامنے نہیں ہوں مگر میں جانتا ہوں تم اب بھی ویسی ہی حسین بے داغ شفاف آئینے کی طرح ہو جس میں میری محبت کا عکس مجھے واضح نظر آتا ہے، ہاں تمہاری آنکھوں میں اب اس عکس کی جگہ عجب سی الجھن ہے مگر مجھے امید ہے یہ الجھن کا سرا تم جلد ہی ڈھونڈ کر اسے سلجھا لوگی۔ تم سامنے نہیں میرے پاس نہیں مگر گزرے ان چار ماہ میں تم ہی تو ہر پل میرے ساتھ رہی ہو، محبت کی ایک صفت خدا سے بہت ملتی ہے۔ سامنے نہ بھی ہو تو دکھائی دیتی ہے۔ محبت کے سفر میں میلوں دور کے فاصلے بس اک یاد کی مرہون منت ہوتے ہیں۔ جو جتنا یاد کرتا ہے اتنا ہی محبت کے قریب رہتا ہے۔ بھول جانے والوں کو محبت کبھی یاد نہیں رکھتی بھٹکا دیتی ہے اور میں چاہتا ہوں بھلے تم مجھ سے دوری اختیار کئے رکھو مگر بس مجھے اپنی یادوں میں سجائے رکھو، مجھ خود سے فاصلے پر رکھ کر بھی میری یاد کو اپنے سینے سے لگائے رکھو۔

میں نے ان گزرے چار ماہ میں تم سے تم تک کا سفر روز تمہاری یاد اور اپنی محبت کے سہارے طے کیا ہے اور ہر رات میں تم تک پہنچ ہی جاتا ہوں۔

دھند میں لپٹی صبح ہو یا برف کی دبیز چادر میں لپٹی رات، سائیڈ لیمپ کی مدھم روشنی ہو یا اسٹریٹ کی جگمگاتی روشنیاں، گرم کافی سے اٹھتا دھواں ہو یا آتش دان میں جلتی آگ ہو، یہ سب بھی تمہارے ذکر کے شیدائی اور میرے ساتھی ہو گئے ہیں۔ رات دیر تلک یہ سب بھی میرے سنگ تمہاری یادوں میں کھوئے رہتے ہیں اور صبح جب اٹھوں تو میرا کمرہ تمہاری خوشبوؤں سے مہک رہا ہوتا ہے۔

تم بھی کوفت میں مبتلا ہو گی کہ تم سے دور جا کر بھی میری باتیں نہیں بدلی، تو میری جان اول تو میں تم سے کبھی دور گیا ہی نہیں۔ ہر لمحہ تمہیں خود کے قریب محسوس کرتا ہوں اکثر بے خیالی میں

pklibrary.com

تمہیں پکارتا ہوں، سوتے میں اپنے بستر پر ہاتھ پھیر کر تمہاری قربت کو محسوس کرتا ہوں اور دوسری بات یہ سب میری باتیں نہیں بلکہ میرے احساسات ہیں میری محبتیں ہے میری چاہت کی شدتیں ہیں جو خود بہ خود لفظوں کا روپ دھار کر تمہارے سامنے جلوہ گر ہو جاتی ہیں۔

جان من! زندگی اور وقت کا کوئی بھروسہ نہیں تو میں اپنا وقت اور اپنی زندگی تمہارے فیصلے اور تمہارے بھروسے کے سپرد کرتا ہوں۔

اپنے وقت سے اپنی غلط فہمیوں سے باہر نکلو میری زندگی کی سوئیوں کو اپنے وقت کے حساب سے ترتیب دو تا کہ کب سے تھمی ہوئی میری زندگی چل سکے، کب سے اِدھر اُدھر ڈوبتی ابھرتی میری سانسیں روانی سے جی اٹھیں۔ مجھے پکارو اپنے ان محبت بھرے لبوں سے کہ جن کے میں نے کئی صدقے اتارے تھے، مجھے پھر سے اپنی ان مرمریں بانہوں میں پناہ دو کہ میں تمہارے بنا بہت تنہا ہوں۔

مختصر یہ کہ تم اچھے لگتے ہو،

طویل یہ کہ تمہار چاہت کی داستاں لمبی ہے

زوال یہ کہ تم دور ہو،

''کمال'' یہ کہ ہم جی رہے ہیں.....!

✦✦✦

آنے والے چند دن اتباع کی پھر وہی مصروفیات رہی کیونکہ پنجاب سے ہیزام کی خالہ آئی ہوئیں تھیں اور یوں ہمہ وقت مصروفیات کے ہمراہ ملنے والوں کی بھی آمدورفت و خاطر تواضع جاری تھی۔

ہیزام جو اپنی جاب پر ہونے کی باوجود بھی Daily اتباع سے گھنٹہ دو گھنٹہ کال پر بات کرنے کا عادی تھا۔ اب اس طرح اچانک سے اس کی بڑھی ہوئی مصروفیات سے سمجھوتا نہیں کر پا رہا تھا اور اسی باعث گزشتہ تین دنوں سے ہیزام کا موڈ سخت خراب تھا۔ جاب پر آئے بھی اسے محض چار دن ہوئے تھے۔ ابھی فیلڈ بریک میں گھر جانے میں بھی ٹائم تھا اوپر سے اتباع کی مسلسل بڑھتی ہوئی مصروفیات وہ جاب پر بھی سب سے خائف خائف سا تھا۔

اور بالآخر اندر کا غبار کچھ یوں نکلا کہ گزشتہ رات یہ ہی بات ان دونوں کے درمیان ہلکی پھلکی لڑائی کا سبب بنی۔

''آپ سمجھتے کیوں نہیں ہیں ہیزام؟ اب مصروفیات بڑھ گئی ہیں تبھی وقت نہیں مل پاتا.....''

''مجھ سے بات کرنے کے لئے وقت نہیں، باقی ہر کام کے لئے وقت ہے، اوروں کے لئے بھی وقت ہے، مگر بس اپنے شوہر کے لئے وقت نہیں.....'' وہ غصے سے پہلی بار بھڑکا تھا۔

''ظاہر سی بات ہے، لوگ بڑھ گئے ہیں تو مصروفیات میں بھی اضافہ ہی ہونا۔ اب دیر دیر تک روز یونہی Long کال پر بات کرنے سے تو رہی.....''

''ایسی بھی کون سی مصروفیات کے پہاڑ ٹوٹ گئے ہیں؟ گھر کے لوگ بھی وہی، کام بھی وہی، حدیبیہ اور بس آجکل آنٹی کا ہی تو اضافہ ہوا ہے باقی اور تو کچھ نہیں.....'' ہیزام پوری طرح جھنجھلایا ہوا تھا۔

''اف! آپ کو سمجھانا میرے بس میں نہیں.....'' وہ زچ ہوئی۔

''اور شاید مجھے سمجھنا بھی تمہارے بس میں نہیں.....!'' ہیزام نے غصے سے کال ہی کٹ کر دی۔ سیل فون ہاتھ میں تھامے وہ کتنی ہی دیر تک ہیزام کے رویے پر افسوس کرتی رہی۔

یہ ان دونوں کے بیچ پہلی لڑائی کی باقاعدہ

pklibrary.com

شروعات تھی جو ذرا سی غیر معمولی بات پر طویل ہوئی تھی۔ اتباع جہاں اپنی بوجھل طبیعت اور حدیبیہ کے پیچھے پیچھے ہی ہلکان تھی تو دوسری طرف ہیزام ہنوز خفا خفا فی الحال وہ روٹھے شوہر کو منانے کی ناز برداریوں سے ناواقف تھی۔ کتنے ہی دن یوں آگے پیچھے گزرتے چلے گئے۔ گھر کے دیگر کاموں اور بیٹی کی مصروفیات میں گھن چکر بنی وہ یہ جان ہی نا پائی کہ ہیزام اب تک اس سے ویسا ہی ناراض ہے جیسا اس دن تھا اور یہیں اس سے پہلے غلطی ہوئی وہ انجان تھی کہ جس بات کو وہ محض رائی سمجھ کر اگنور کر رہی ہے آنے والے کل میں وہی بات اس کی اور ہیزام کی زندگی میں کسی دیو ہیکل پہاڑ کی مانند کھڑی ہو جائے گی۔

شاید کل آنے والے لمحے میرے ہاتھ نہ ہوں
اڑ چکے جو پرندے وہ گھونسلوں میں نہ ہوں
مجھے اپنی مٹھی بھی ہونے کا یقین ہے
اور جب کھولوں تو ریت کے ذرا بھی نہ ہوں

✦✦✦

پہلی پریگننسی کے مقابلے میں اس بار اتباع کی طبیعت کافی بوجھل بوجھل سی تھی شاید اس لئے کہ ابھی فرسٹ ڈیلیوری کو بھی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا۔ وہ جب پہلی بار ماں بننے کے عمل سے گزر رہی تھی تو جو احساسات، کیفیات و جذبات تھے وہ اس بار بالکل ناپید تھے۔ حدیبیہ کے وقت تو وہ چونکہ مکمل بیڈ ریسٹ پر تھی تب کرنے کو کوئی کام نہ ہوتا سوائے آنے والے پُر بہار دنوں کو اور آنے والے ننھے مہمان کے نام شکل و صورت کو سوچنے کہ آیا بے بی بوائے ہوگا یا بے بی گرل.....؟ عقیقے کی دعوت کیسے کرنی؟ برتھ ڈے کتنی دھوم دھام سے منائی جائے گی؟ غرض تب سوچنے کو لاتعداد سوچیں تھیں۔ ہر سوچ دل کو گدگداتی ہونٹوں پہ مسکراہٹ لے آتی۔ مگر اب کی بار تو سب کچھ مختلف ہی تھا۔ یہاں تک کہ اتباع نے اس بار یہ تک نہ سوچا کہ آیا بے بی بوائے ہوگا یا بے بی گرل؟ یہ سارے خوبصورت دن تو حدیبیہ کے پیچھے پیچھے اور گھر کے دیگر کاموں میں ہلکان ہو کر گزر رہے تھے۔ ایک وجود کو وہ پال رہی تھی اور ایک وجود اندر پل رہا تھا۔ دن مشقت بھری راہ پر گزرتا تو اب راتوں کی نیندیں بھی قربان ہو رہی تھیں۔ یونہی تو عورت کے قدموں کے نیچے جنت نہیں رکھی گئی نا.....؟ جنت تک پہنچنے کی راہیں کٹھن ضرور ہیں مگر زندگی پھر پر بہار بھی تو ہوتی ہے.....

✦✦✦

محبت میں ناراضگیاں طویل نہیں ہوتیں۔ جہاں محبت ہو وہاں روٹھنا منانا تو چلتا ہی ہے مگر یار کے بنا گزارا نہیں ہوتا کچھ ایسا ہی حال ہیزام کا بھی تھا وہ اپنے شکوے، اپنی ناراضگی کو کہیں پست پردہ چھوڑ پھر محبت کے جال میں مقید ہو چلا تھا۔ آخر محبت تو وہی ہے جو اپنا اسیر بنالے۔ ہیزام پچھلے کئی دنوں سے چاہ رہا تھا کہ وہ اتباع کے ہمراہ کہیں باہر آؤٹنگ پر جائے کتنا وقت گزر گیا تھا وہ دونوں ہوٹلنگ پر بھی نہیں گئے تھے، مگر اتباع نے ہر بار اس کی خواہش و فرمائش کو عام سی بات سمجھ کر بہ آسانی ٹال دیا۔ اسے اپنے بے ڈول وجود اور اتنی چھوٹی بچی کے ہمراہ آؤٹنگ کرنا بہت آکورڈ لگتا وہ لوگوں کا سامنا کرنے سے ہچکچاہٹ کا شکار تھی اور اتباع کی اس بے جواز بات پر ہیزام دل مسوس کر رہ گیا کیونکہ اسے بحث و مباحثہ اور حاکمیت جتانا پسند نہیں تھا۔ اسی لئے اپنی خواہش کو تھپک تھپک سلائے وہ خاموش ہو گیا۔

رات کے اس پہر جب نیند شباب پر ہوتی

ہے چاند کو چھپنے اور سورج کو نکلنے کی جلدی ہوتی ہے، ایک ایسی ہی رات کے پہر تکلیف کے مراحل سے گزر اتباع نے پانچ پونڈ کے خوبصورت گول گوتھنے سے بیٹے کو جنم دیا۔ سسرال والوں سمیت خود اتباع کی بھی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔ اب ان کی فیملی مکمل ہو چکی تھی اس نے ممتا سے چور نظروں سے اپنے پہلو میں لیٹے اپنے نوزائیدہ بیٹے اور پاس ہی اپنے کھلونوں میں مگن بیٹی کو دیکھا۔ اس کی دنیا مکمل تھی اس لمحے ہیزام کی چاہت، محبت، جنونیت، اپنائیت یہاں تک کہ وہ پہلے کسی کی بیوی اور اولین چاہت ہے اور پھر اپنے بچوں کی ماں ہے یہ بات سمیت سب کچھ پست پردہ چلی گئیں۔ ڈیلیوری کے بعد ایک بار پھر سے وہ کچھ دنوں کے لئے میکے چلی آئی۔ ہیزام خود اسے چھوڑنے آیا تھا مگر اس بار اس کے انداز میں پہلے جیسی بے قراری مفقود تھی جس پر اتباع نے بھی زیادہ غور نہ کیا۔

حدیبیہ ایک سال کی ہونے والی تھی تو دوسری طرف اتباع اور ہیزام کی سیکنڈ اینی ورسری بھی قریب تھی۔ ہیزام کے دل میں خواہش جاگی کہ اس بار تو وہ اپنی اینی ورسری کہیں باہر چل کر منائیں تاکہ اس بہانے وہ کچھ وقت کچھ خاص لمحے اپنی محبت کے ہمراہ بیتا سکے، مگر یہ چاہت یہ سوچ یہ خواہش بھی محض خام خیالی بن گئی جب اتباع نے اپنے سسرال والوں کی خوشی کو ترجیح دیتے ہوئے ہیزام کی خواہش کا گلا گھونٹ دیا۔ اتباع کے سسرال والوں کا خیال تھا کہ ننھے حنظلہ کا عقیقہ، اتباع اور ہیزام کی 2nd اینی ورسری اور حدیبیہ کا فرسٹ برتھ ڈے تینوں خوشیوں کو اکٹھا ایک بڑے پیمانے پر فنکشن کر کے Celebrate کیا جائے اور اتباع نے خوشی سے ان کی اس تجویز کو سراہا یا یہ جانے بغیر کہ ہیزام کی خواہشیں سسک رہی ہیں وہ اندر ہی اندر گھٹ رہا ہے۔ اپنی محبت کے نا ملنے پر تڑپ رہا ہے۔

ہجر کے سارے دن ہیں پورے
لیکن ہے ہر رات ادھوری
لفظوں کی گہرائی میں جھانکو
سمجھو نہ ہر بات ادھوری
نم آنکھیں اور سوکھی پلکیں
ہوتی ہے ہر برسات ادھوری
مجھ سے مجھ کو چھین گئے تم
رہ گئی میری ذات ادھوری.....

✦✦✦

''اُف او! گڑیا چپ کر جاؤ، دیکھو بھائی ابھی ابھی سویا ہے، اٹھ جائے گا.....'' وہ ابھی ابھی حنظلہ کو سلائے فارغ ہوئی تھی کہ حدیبیہ نے گلا پھاڑ کر رونا شروع کر دیا۔ اتباع اسے گود میں پکڑے بیٹھی تھی جبکہ اس محترمہ کو نیچے اترنے کی بے تابی تھی خیر سے حدیبیہ نے چلنا شروع کر دیا تھا اور اب ہر چیز کی شامت آئی ہوتی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر سائیڈ ٹیبل پر موجود کھلونے کی چھوٹی ٹوکری اٹھائی اور کھلونے حدیبیہ کے آگے ڈھیر کر دیئے۔

''مما! اپنی گڑیا کے ساتھ کھیلے گی ہے نا، چلو اب چپ ہو جاؤ شاباش، میرا گڈ بچہ.....''

حدیبیہ کی آنکھوں میں آئے موٹے موٹے آنسو صاف کرتے ہوئے اتباع نے اسے پیار سے پچکارا کھلونے دیکھ وہ کسی حد تک بہل گئی اور اپنے بیڈ سے اترنے کی خواہش بھول کر اپنے سامنے پھیلے کھلونے سے کھیلنے لگی۔ اتباع نے سکون آمیز سانس خارج کی اور اسے کھیلتا دیکھ کر وہ ہولے سے کھسکتی کچن میں آئی، اوپر کے

پورشن میں بھی کچن بنا ہوا تھا جہاں وہ کھانا تو نہیں بناتی تھی ہاں مگر ضرورت کی سب چیزیں موجود تھیں کیونکہ اب دو چھوٹے بچوں کا ساتھ تھا وہ بار بار یا آدھی رات کو ضرورت پڑنے پر نیچے تو اترنے سے رہی۔ فریج سے تازہ دودھ کا بنا فیڈر نکال مائیکرو ویو میں ہلکا سا گرم کیا اور پھر فیڈر لئے اسے شیک کرتی وہ اپنے روم میں چلی آئی جہاں سائیڈ ٹیبل پر پڑا اس کا سیل فون مسلسل بج ہی رہا تھا اور جسے اٹھانے کو حدیبیہ صاحبہ تقریباً گرنے کو تھی وہ سرعت سے آگے بڑھی پہلے حدیبہ کو گود میں اٹھایا اور پھر آنے والے کی کال کو۔

''کیسی ہے میری محبت'' سلام کے بعد اس کی چہکتی ہوئی آواز ابھری۔

''فی الحال تو بہت غصے میں.....''

''الٰہی خیر! اب کیا کر دیا میری بیٹی نے؟'' اس نے تشویش سے پوچھا۔ کیونکہ جانتا تھا کہ کچھ وقت سے اتباع کی باتوں کی تان حدیبیہ کے کارناموں و شرارتوں سے شروع ہو کر اسی پر ختم ہوتی تھی۔

''بیٹی نے نہیں، بیٹی کے باپ نے.....''

حدیبیہ کو زبردستی گود میں لیٹائے اس نے فیڈر کا کیپ کھول کر فیڈر اس کے منہ میں ڈالا کیونکہ فیڈر کو دیکھ کر وہ بضد تھی کہ فیڈر اسے دے دی جائے تا کہ وہ اپنی مرضی سے پیئے کم اور گرائے زیادہ۔

''اب مجھ معصوم نے کیا کیا؟ سوائے کال کرنے کے''

''یہ بے وقت کی کال ہی تو آپ کی غلطی ہے.....''

''اچھا تو اب کال کرنا ہی گویا میری غلطیوں میں شمار ہونے لگا.....؟''

''تو اور نہیں تو کیا، ابھی ابھی تو حنظلہ کو سلایا تھا اور میں حدیبیہ کا فیڈر کیا لینے گئی یہ محترمہ میرے بجائے خود آپ کی کال پک کرنے کو پلکی صد شکر کہ میں بروقت پہنچ گئی ورنہ یہ محترمہ سیل فون سمیت زمین پر سجدہ کر رہی ہوتی.....'' اتباع کے لہجے میں تشویش تھی۔

''اوکم آن یار بچے ہیں تو شرارتی تو ہونگے ہی ناں.....''

ہیزام کے عام سے لہجے پر اسے حیرت ہوئی۔

''ہیزام یہ شرارتی نہیں، لاپرواہی تھی آپ کی.....''

''میری.....؟'' اس نے میری پر قدرے چونکتے ہوئے زور دیا۔

''جی بالکل، بنا وقت دیکھا اگر آپ ایسے کال کرتے رہیں گے تو یہ لاپرواہی ہی ہوگی نا.....؟''

''اف.....'' وہ اس الزام پر بلبلا ہی اٹھا۔

''نہیں گڑیا، نیچے نہیں اترنا.....'' تبھی اس کی نظر بیڈ سے دھیرے دھیرے سرکتی حدیبیہ پر پڑی اس نے نیچے سرکتی حدیبیہ کو تیزی سے پکڑا تو وہ نیچے اترنے کے لئے مچلنے لگی۔

''بُری بات گڑیا کے پاؤں گندے ہو جائیں گے نا آپ نے شوز بھی نہیں پہنے.....'' وہ مکمل طور پر حدیبیہ کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

''آ، چوش.....'' حدیبیہ اب اپنے پاؤں کی طرف دیکھتے ہوئے دہرانے لگی۔

''بیا! میں کال پہ موجود ہوں یار.....'' اس کی بیزاری عروج پر تھی۔

''جانتی ہوں ہیزام.....'' حدیبیہ کو ایک ہاتھ سے پکڑے دوسرے ہاتھ سے سیل فون کان پر رکھے اتباع نے معصومیت سے کہا۔

pklibrary.com

''تم سب جانتی ہو مگر جان کے بھی انجان بنتی ہو، کبھی کبھی تو اک پل کو مجھے تمہاری اس بے خبری و انجانے پن سے چڑ ہونے لگتی ہے مگر اگلے ہی پل ڈھیر سارا پیار امڈ آتا ہے.....''

''یہ پیار آپ کو کب نہیں آتا ہیزام.....؟''

''ہے..... ہے..... جم.....'' کبھی حدیبیہ نے بھی اتباع کی دیکھا دیکھی ہیزام کا نام Copy کیا۔

''اف، نہیں گڑیا پاپا کا نام نہیں لیتے بولو پاپا.....''

اتباع اب اسے پاپا بولنا سکھا رہی تھی۔

''پاتا.....''

مگر وہ بھی اپنے نام کی ایک تھی یوں بنا سیکھے نام Copy کر رہی تھی اور اب سکھانے پر نام کا حشر نشر۔ حدیبیہ کے پاتا کہنے پر وہ کھلکھلا کر ہنسی اور لاڈ سے اسے اپنی گود میں بھر لیا۔

''ہیزام آپ نے سنا گڑیا نے ابھی کیا کہا.....؟'' اس کے گالوں کو چومتے اس نے محبت سے کہا۔

''ہاں اس کی مما کم تھی جواب یہ بھی میرا حشر نشر کرنے پر تلی ہے.....'' ہیزام نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اچھا سنو، تمہیں اس وقت حدیبیہ پر بہت پیار آرہا ہے نا؟'' ہیزام نے بالکل ٹھیک اندازہ لگایا تھا محبت بھری نظروں سے اپنی بیٹی کو دیکھتی وہ اس کی پیشانی پر آئے ننھے بالوں کو سیٹ کر رہی تھی۔

''ہاں بالکل.....'' اس نے مختصر کہا۔

''اور مجھے اس سے کہیں زیادہ ٹوٹ کر حدیبیہ کی مما پر پیار آرہا ہے.....'' وہ جو مسرور اس کی بات سن رہی تھی اس کے آخری الفاظ پر چونکی۔

''آپ کی تان محبت پر ہی آکر کیوں ختم ہوتی ہے.....؟'' وہ نا چاہتے ہوئے بھی تلخ ہوئی۔

''میری جان اگر محبت کی کوئی دھن ہوتی تو تا عمر میرے ہونٹوں پر رقص کرتی، اگر میرے بس میں ہوتا تو محبت کا کوئی ایسا گیت بناتا کہ جس کے ہر ساز میں تمہاری محبت کا ذکر کرتا جس کے ہر مصرعے میں تمہاری خوبصورتی کو خراج تحسین پیش کرتا.....اور.....''

''ہیزام حدیبیہ کو واش روم جانا ہے میں اسے واش روم لے کر جا رہی ہوں پھر بات کرتی ہوں.....'' ہیزام کا بنا کوئی جواب سنے اس نے کال کٹ کر دی جبکہ دوسری طرف ہیزام نے منہ بسورا۔ ''اُف یہ بچے.....''

✦✦✦

اتباع کے سسرال میں آج جشن کا سا سماں تھا آج کا یہ جشن یہ گرینڈ پارٹی تین خوشیوں کا منبع تھی۔ حدیبیہ کی پہلی برتھ ڈے، ان کی شادی کی اینی ورسری اور حنظلہ کا عقیقہ، ہر طرف خوشیاں تھیں، قہقہے تھے، رونقیں تھیں اور مسرتوں کا راج تھا.....آج تو ہیزام کی تیاری بھی قابلِ ستائش تھی ٹو پیس سوٹ کے اندر فیروزی شرٹ پہنے آتش گلابی ٹائی باندھے فرنٹ پاکٹ پر گلاب کی ادھ کھلی کلی لگائے اتباع کی ڈریسنگ سے میچنگ کیلئے خوبرو و ہینڈسم سا ہیزام اور بھی اسمارٹ لگ رہا تھا۔

دوسری جانب اتباع نے بھی آج کے اہم دن کے حوالے سے فیروزی و آتشی کنٹراس کا خوبصورت سا فراک زیب تن کیا تھا فیروزی انار کلی فراک جس کے اوپری حصے پر دبکے دنگوں کا کام ہوا تھا اور جس میں آتشی گلابی نیٹ کے پینل کلیاں لگے ہوئے تھے جو اتباع کے سنڈول

سراپے پر خوب جچ رہا تھا۔ بالوں کو کھلا چھوڑ کر ایک کلائی میں سونے کے کنگن اور دوسری کلائی میں دھیڑ ساری فیروزی و آتش گلابی کانچ کی چوڑیاں سجائے ہلکے پھلکے میک اپ کے ساتھ وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔ ہیزام و اتباع کے میچنگ ڈریس امی ابو کی طرف سے گفٹڈ تھے جن کو زیب تن کئے بلاشبہ ان دونوں کی جوڑی کسی راج ہنس کی جوڑی سے کم نہیں لگ رہے تھے۔ ان دونوں کو دیکھ کر ہر آنکھ ولب پر ستائش وتعریفیں تھیں۔ ممتا کا خمار لئے اتباع کا چہرہ کسی چاند کی مانند دمک رہا تھا جبکہ ہیزام کی نظریں کسی چکور کی مانند اس کے ارد گرد بڑی بے تابی و دیوانگی کے عالم میں طوائف کررہی تھیں۔

حدیبیہ کو بھی اس نے اپنے ہم رنگ فیروزی وآتشی رنگ کا فراک پہنایا تھا بالوں میں ہیئر بینڈ ننھے پاؤں میں فیروزی سینڈل اور آتشی گلابی فراک کے ساتھ چھوٹا سا ڈوپٹہ جسے اتباع نے اس کے کندھوں پر سیفٹی پن سے ٹکایا تھا مٹک مٹک کر چلتی وہ سب کی نظروں سے بلائیں لوٹ رہی تھی جبکہ دوسری طرف بے بی کاٹ میں لیٹا ننھا حنظلہ بھی چھوٹا ہیزام بنا بیٹھا تھا، اور سب کی نظروں کا مرکز بھی۔

حنظلہ سونے کے چکر میں تھا تو وہ اس کا نرم بلینکٹ لینے کمرے میں آئی تو ہیزام بھی پیچھے پیچھے کھنچا چلا آیا اس نے پیچھے سے دبے پاؤں آکر اتباع کی چوڑیوں بھری کلائی کو پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف موڑا وہ ہیزام کو دیکھ کر حیران ہوئی۔

"آپ یہاں کیسے.....؟" ہیزام کی آنکھوں سے نکلتی محبت و دیوانگی کی روشنی کو نظر انداز کرتے اس نے پوچھا۔

"بہت ظالم ہو تم اور لاپرواہ بھی۔ یہ قیامت خیز حُسن اس پر یہ سج دھج کئے، میرے نازک و معصوم سے دل پر قہر ڈھ رہی ہو۔ اپنی قربت کے لئے میرے بے چین دل کو تڑپا رہی ہو، میرے وجود کو اپنا دیوانہ بنائے ترسا رہی ہو، تمہارے اس ہوش ربا حُسن کا جال میرے حواسوں کو جکڑے تمہاری طرف کھینچتا چلا آیا ہے....."

وہ اپنی بے تابیاں بیان کرتا اتباع کے اور قریب تر ہوا اور اس کے گرد اپنی بانہوں کا حصار بنایا۔

"اف او! چھوڑیے بھی، باہر سب گیسٹ موجود ہیں اور ہم یہاں، لوگ کیا سوچے گا.....؟" وہ اس کی بانہوں کے حصار سے نکلنے کو کسمسائی۔

"تمہیں چھوڑنے کا تو تصور بھی نہیں کرسکتا اور لوگ کیا سوچے گے؟ انہیں چھوڑو، میرا دل کیا چاہتا ہے میرا دماغ کیا سوچتا ہے بس اس پر غور کرو۔ میں نے تو سنا تھا ماں بننے کے عمل سے گزرنے کے بعد عورتیں کافی Faty سی ہوجاتی ہیں ان کا فیگر آؤٹ ہوجاتا ہے، مگر تم تو الٹا اور بھی پیاری ہوتی جارہی ہو، اتنی پیاری کہ جی چاہتا ہے میں بس تمہارے ہی وجود میں کھویا رہوں ہر رات تمہیں ہی اوڑھ کر سوؤں اور ہر صبح تمہیں ہی دیکھ کر اٹھوں۔ اب تو میرے پاگل دل اور ان بے تاب نظروں کی یہ ہی خواہش ہے کہ ہر سال تم یونہی مزید اور پیاری ہوتی جاؤ....." ہیزام نے اتباع کی نازک و پتلی سی کمر کے گرد قائم اپنے بازوؤں کے دائرے کو تنگ کیا تو اتباع ایک جھٹکے سے اس کے سینے سے آٹکرائی۔

"اس کا مطلب ہر سال بے بی.....؟" اتباع آنکھیں پھاڑے حیرت سے ہیزام کی

pklibrary.com

طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ جس کی آنکھوں میں محبت کا خمار آلود نشہ تھا۔

''ہاں کیونکہ آفٹر بے بی Born، تم اور بھی حسین ہو جاتی ہو اور.....''

''اُف! نہیں نہیں، پلیز کچھ تو خیال کریں، مسٹر ہیزام کنٹرول کیجئے.....'' اتباع نے گھبرا کر نا صرف اس کی بات کاٹی بلکہ تیزی سے اس کی گرفت سے نکلی اور پھر حنظلہ کا بلینکٹ ڈھونڈنے لگی۔

''اف! یہاں تو رکھا تھا کہاں گیا؟'' بے بی کاٹ اور پھر اپنے بیڈ کے آس پاس دیکھنے کے بعد بھی نہیں ملا تو وہ جھنجھلا اٹھی۔ ''شاید الماری میں نہ رکھ دیا ہو.....'' خود سے ہم کلام ہوتی وہ بچوں کی الماری کی طرف بڑھی اور اگلے ہی پل بلینکٹ اس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ جونہی الماری کا پٹ بند کئے مڑی تو ہیزام کو دوسرے پٹ سے ٹیک لگائے اپنا منتظر پایا۔

''اُف کیا کروں مسز ہیزام تمہیں دیکھتا ہوں تو اپنا کنٹرول کھونے لگتا ہوں جیسے کہ ابھی تمہیں دیکھ دیکھ کر تم پر ٹوٹ کر پیار آرہا ہے، اتنا پیار کہ.....'' اس سے آگے ہیزام کی گھمبیر آواز کے بجائے اس کے ہونٹوں کا لمس اتباع کو اپنے گالوں پر محسوس ہوا ان دہکتے ہونٹوں نے باقی ماندہ بات مکمل کر دی تھی۔

ذرا چھو لوں تیری سانسیں
ذرا بے تابیاں بھر لوں.....
ذرا آنکھوں کے دریا سے
وہی سیرابیاں بھر لوں.....
تمہارا لمس کی حدت
بہت بے تاب کرتی ہے
تمہاری بانہوں کے گھیرے کو
اپنا سائبان کر لوں.....
تمہیں اپنا بنا لوں اس طرح
کہ خود کو عیاں کر لوں.....
اگر تھوڑی اجازت ہو
تو حالِ دل بیان کر لوں.....

اس سے پہلے کہ وہ مزید حال دل بیان کرتا دروازے پر دستک ہوئی۔

''اتباع بیٹا تم اندر ہو کیا؟ باہر منا رو رہا ہے.....'' اپنی ساس کی آواز پر وہ سرعت سے ہیزام سے الگ ہوئی اور تیزی سے دروازے کی سمت بڑھی۔

''اتباع یار سنو تو.....'' اس نے جاتی ہوئی اتباع کو پکارا۔

''ہیزام حنظلہ رو رہا ہے یار.....'' اپنی بات کہہ کر وہ رکی نہیں بلکہ باہر نکل گئی۔ جبکہ حالِ دل بیان کرتا ہیزام اس کے یوں چلے جانے پر دل مسوس کر رہ گیا۔

✦✦✦

کچھ ماہ پہلے تک اس کی ممتا کے لاڈ اٹھانے والی صرف ایک ہی تھی مگر پھر پیچھے پیچھے دوسرا بھی چلا آیا، بیٹی کے بعد بیٹے کی آمد نے جہاں اس کی فیملی کو مکمل کیا وہیں بچوں کی محبت اور کاموں نے اسے مصروف تر اور گھریلو بنا دیا تھا۔ گو کہ اس کے بچے جڑواں نہ تھے۔ مگر اوپر تلے کے بچے بھی کسی جڑواں بچوں سے کم نہیں ہوتے، ویسے بھی لڑکے اور لڑکی کی عادتوں میں کافی فرق ہوتا ہے۔ لڑکے بچپن سے ہی شرارتی واقع ہوتے ہیں جبکہ لڑکیاں خاموش و صابر سی۔ یہ ہی وجہ تھی حدیبیہ نے نا تو اسے پیدائش کے وقت تنگ کیا تھا اور نا ہی دنیا میں آنے کے بعد اتنا جتنا حنظلہ نے۔ اس نے تو پیدا ہوتے ہی گویا اتباع کو انگلیوں پر نچانا شروع کر دیا تھا۔ حدیبیہ کو تو وہ کھلونے دے کر کہیں بھی بیٹھا دیتی وہ خاموشی

pklibrary.com

سے کھیلتی رہتی یا پھر دادی کی گود میں چڑھی رہتی جبکہ حنظلہ کا تو بس چلتا تو وہ ایک منٹ بھی اتباع کو اپنی نظروں سے اوجھل ہی نہ ہونے دیتا۔

''بالکل اپنے پاپا پر گیا ہے'' اتباع اکثر سوچتی ویسے بھی سعدیہ بیگم تو صاف کہتی ہیں کہ یہ ہیزام کا بچپن ہی ہے۔ دونوں بچوں نے اسے گھن چکر بنائے رکھا تھا وہ مکمل طور پر گھریلو سی بن گئی تھی۔ دونوں بچوں نے اسے بے حد مصروف تر کر دیا تھا بیٹی جتنی سیدھی سادھی صابرو معصوم جہاں بیٹھا دو خاموشی سے بیٹھی کھیلتی رہتی یا پھر پورے گھر کا معائنہ کرتی جبکہ بیٹا اتنا ہی بے چین روح واقع ہوا تھا، کہیں بھی لٹا دو بس روتا ہی رہتا جب تک اتباع کی گود میں نہ آ جاتا یا سونا جاتا چپ ہی نہ ہوتا اور نہ ہی کسی اور سے سنبھلتا، گویا ابھی سے اتباع کے لمس کا عادی ہو گیا تھا۔

حدیبیہ کو فیڈر تھما دو یا کچھ بھی لائٹ غذا کو کھلا دو وہ بلا چوں چرا کھا لیتی جبکہ دوسرا فیڈ بھی ایسے کرتا گویا احسان عظیم کر رہا ہو، ایک اتنی خاموش طبیعت کی کہ بلاوجہ روتی ہی نہ تھی۔ اور دوسرا رو رو کر بالکل لال پڑ جاتا مگر خاموش نہ ہوتا، اک سکون سے رات بھر سوتے رہتی تو دوسرا راتوں کو بے سکون کیے اسے بھی جگاتا اور پھر خود دن میں سویا رہتا۔

الغرض دونوں ہی بچے اس کے وجود کا حصہ تھے مگر دونوں کی عادتوں میں زمین آسمان کا ایسا ہی فرق تھا جتنا کہ ان کی جنس میں۔

✦✦✦

ہیزام کی گود میں حنظلہ.....؟ اسے دیکھ کر شدید حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔ حنظلہ بھی اپنے پاپا کی گود میں چڑھا ایویں مسکرائے جا رہا تھا۔ جبکہ ہیزام بھی کبھی اس کے گالوں اور کبھی اس کے بالوں کو چھیڑ رہا تھا۔ جواباً حنظلہ غوں ں غاں کر کے اپنی زبان میں اپنی خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔

ہیزام کو شاید اس پر ٹوٹ کر پیار آیا تھا تبھی اس نے حنظلہ کو دونوں بازوؤں سے تھامے ہوا میں اچھالا مگر یہ کیا حنظلہ نے کھلکھاتے ہوئے اندر کا سارا مال منہ کے راستے ہیزام پہ انڈیل دیا جو اس کے بالوں اور سر پر آ گرا تھا۔

''اوے گندے بچے..... یہ کیا حرکت ہے.....؟'' جواباً وہ جھنجھلایا تھا ہیزام کا یہ حشر دیکھ وہ بھی زور سے ہنس دی۔

''خیریت تو ہوئے جانِ من کس بات پہ اتنا ہنسا جا رہا تھا.....؟'' ہیزام جو ابھی ابھی روم میں داخل ہوا تھا اتباع کو یوں ہنستے دیکھا تو مسکرا کر اس کی جانب چلا آیا۔

''ارے آپ.....'' وہ چونکی نظریں ہیزام کو بغور دیکھتے ہوئے پلٹ کر LED کی طرف مڑی تھی جہاں اس بچے کا باپ اپنا حشر نشر ہونے پر سخت جھنجھلایا ہوا تھا جبکہ بچہ اور اس کی ماں اسے دیکھ دیکھ کر ہنسے جا رہے تھے۔

''اوہ تو یہ میرا خیال تھا.....'' اس نے تاسف سے سوچتے ہوئے LED آف کی۔

''کچھ نہیں بس یونہی ٹی وی پر کچھ دیکھ رہی تھی.....'' اپنے برابر میں سوئی حدیبیہ کو تھپکتے ہوئے اس نے ہیزام کو جواب دیا۔

''اچھا جی یونہی ہنستی رہا کرو، اچھی لگتی ہو.....''

''یہ بتائیں کب اچھی نہیں لگتی؟ خیر یہ بتائیں کہ آج جلدی گھر آ گئے دوستوں نے بھگا تو نہیں دیا.....'' اتباع نے بات گھمائی۔

''تو تم کیا چاہتی ہو واپس چلا جاؤں؟'' تھوڑی پر اپنا ہاتھ ٹکائے اسے بغور دیکھتے ہوئے اس نے اتباع سے پوچھا۔

''ارے نہیں، میں نے ایسا کب کہا؟ میں تو

صرف پوچھ رہی تھی....."

"ویسے اک بات کہوں؟ مجھے دوست نہیں بلکہ تم بھگا دیتی ہو....." پاؤں لٹکائے بیڈ پر یونہی گرتے ہوئے اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔

"اچھا ہیزام اک بات تو بتائیں....." یکدم اس نے قدرے جھک کر ہیزام کے بالوں میں ہاتھ پھیرنا شروع کیا تو اک سکون سا اس کی روح میں اترنے لگا۔

"ایک چھوڑو، دو باتیں پوچھ لو میں سب بتا دوں گا....." سکون سے آنکھیں موندے اس نے بے ساختہ کہا۔

"آپ بچوں سے پیار نہیں کرتے.....؟"

"واٹ! تمہیں ایسا کیوں لگا.....؟" اس نے پٹ سے آنکھیں کھولے اتباع کی سمت دیکھا جو تجسس کا شکار تھی۔

"کیونکہ نا آپ انہیں گود میں اٹھاتے ہیں نا ہی ان کے ساتھ کھیلتے ہیں، حدیبیہ کو بھی اب جا کر آپ گود میں اٹھانے لگے ہیں اور حنظلہ کو تو اٹھاتے ہی نہیں....." وہ اتباع کی بات سنتے ہوئے لیٹے سے اٹھ بیٹھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں، بچے بھلا کسے اچھے نہیں لگتے ہاں مگر مجھ سے چھوٹے بچے نہیں اٹھائے جاتے اور نا ہی سنبھالے جاتے....." ہیزام کی نرالی ہی منطق تھی۔

"جب حنظلہ بھی حدیبیہ جتنا ہو جائے گا تب اسے بھی اٹھایا کروں گا....." ہیزام کی بات پر اتباع نے اک گہری سانس لی۔

"اچھا آپ چائے پیئے گا.....؟" اتباع نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"اگر آپ زہر بھی پلائیں تو وہ بھی ہم بہ خوشی پی جائیں گے میڈم.....!" پھر سے بیڈ پر گرنے سے انداز میں لیٹے ہوئے اس نے محبت سے کہا۔

"فی الحال آپ کو چائے ہی پلاؤں گی نیچے جا رہی ہوں حنظلہ کو بھی لینے اور چائے بنانے....." وہ اسے اطلاع دیتی باہر کی جانب بڑھی جبکہ لیٹے ہوئے ہیزام نے اک نظر سوئی ہوئی اپنی معصوم بیٹی کی طرف دیکھا جس کی پیشانی و ہونٹ بالکل اتباع جیسے ہی تھے اور اسے دیکھتے ہوئے وہ آہستگی سے کھسکتا ہوا اس کے قریب آیا اور اس کے برابر میں لیٹتے ہوئے ہولے ہولے حدیبیہ کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔

زندگی اور کچھ نہیں بس
تیری میری کہانی ہے.....!

اس کے ہونٹوں نے ہولے سے حرکت کی اور سوئی ہوئی حدیبیہ کی پیشانی چوم لی۔

✦✦✦

اس دن فیلڈ بریک پر سے گھر آتے ہی ہیزام نے اتباع سے ڈنر اور آؤٹنگ پر چلنے کی پرزور فرمائش کر ڈالی جسے اتباع نے بھی بالآخر مان لیا مگر اس شرط پہ کہ وہ بچوں کو بھی اپنے ہمراہ لے گی کیونکہ ہیزام بضد تھا کہ بچوں کو امی ابو کے پاس گھر پر ہی چھوڑ دیا جائے مگر اتباع کی ناں ہاں میں نہ بدلی تو وہ مجبوراً مان ہی گیا۔

ہیزام جانے کے لئے تیار کھڑا کب سے گاڑی کا ہارن بجائے جا رہا تھا جب حدیبیہ کی انگلی تھامے اور دوسرے ہاتھ میں لعل پرام اٹھائے اتباع آتی نظر آئی۔

"سوری، سوری لیٹ ہو گئی تھوڑا سا۔" حدیبیہ اور پرام کو پچھلی سیٹ پر رکھے پرام میں لیٹے حنظلہ کو گود میں بھرے وہ فرنٹ سیٹ پر آ بیٹھی۔

"عورتوں کو تیار ہونے میں وقت ہی لگتا

ہے اور وہ ہمیشہ ہی لیٹ ہو جاتی ہیں یہ بات تو میں جانتا ہی ہوں، مگر کسی خاص تیاری کے بغیر اتنا لیٹ کیوں.....؟'' ہیزام کی بات پر وہ حیران ہوتے ہوئے اس کی سمت دیکھنے لگی۔

''کیا مطلب.....؟''

''مطلب یہ کہ اس سادگی کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟ نا کوئی اہتمام، نہ کوئی تیاری؟ کیا سادگی کے سب عالمی ریکارڈ توڑنے جا رہی ہو.....؟'' ہیزام نے اتباع کی سمت بغور جانچتی نظروں سے دیکھا جو سادہ سی پلو کرتی جس پر بلیک ایمبر اڈی ہوئی تھی بلیک ٹراوزر اور ہمہ رنگ ڈوپٹہ شانوں پر پھیلائے بالوں کو اونچی سی پونی ٹیل میں قید کیے کسی بھی قسم کی جیولری و آرائش سے بالکل پاک تھی۔

''اوہ، اچھا تو آپ طنز کر رہے ہیں.....؟'' اتباع بات کی تہہ تک پہنچی۔

''واہ بہت ہوشیار ہو گئی ہو تم تو.....'' ہیزام کی نگاہیں اب سامنے روڈ پر ٹکی تھیں۔

''یار، کوئی ہیوی ڈریس پہنچتی تو بچوں کو کیسے سنبھالتی، اور جیولری پہنتی تو یہ بچے تنگ کرتے.....'' اتباع نے متانت سے کہا۔

''ویسے آپ تو کہتے تھے کہ میں آپ کو ہر روپ میں اچھی لگتی ہوں تو پھر.....؟'' اتباع نے خشمگیں نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔

''ہاں، اس بات سے تو انکار نہیں، سادگی میں بھی تم اپنی مثال آپ ہو، بھلا تم سا ثانی کہاں.....؟'' ہیزام نے اتباع کے گالوں کو چھوتے ہوئے کہا۔

''پاتا..... میلے.....'' تبھی اتباع کی گود میں بیٹھی حدیبیہ نے بھی اپنے گالوں پر ہاتھ رکھے کہا۔

''ہاں میری ماں، یہ لو.....'' ہیزام نے جھک کر حدیبیہ کے گالوں کو چوما تو اس سمیت اتباع بھی مسکرا دی۔

کہنے کو تو ہیزام اتباع کو ہوٹل میں اس لئے لایا تھا کہ کچھ وقت ہی سہی وہ As a Couple گزاریں مگر یہاں اتباع کا سارا وقت اور دھیان بچوں کی ہی طرف تھا۔

''یہ آپ وہاں اس طرف کیا دیکھ رہے ہیں.....؟''

ہیزام جو مستقل اپنے دائیں طرف موجود ٹیبل پر بیٹھے کپل کو دیکھنے میں مگن تھا اتباع کی آواز پر پلٹا۔

''یہ ہی دیکھ رہا ہوں کہ اصل انجوائے تو یہ کپل کر رہے ہیں، اور ہم یہاں بچے بہلا رہے ہیں.....'' ہیزام نے منہ بسورتے ہوئے اپنے برابر میں بیٹھی حدیبیہ کو فرنچ فرائز کھلاتے ہوئے کہا۔ جبکہ اتباع روتے ہوئے حنظلہ کو چپ کروانے میں مگن تھی۔

''ہاں تو، یہ لوگ جسٹ کپل ہیں انجوائے کرنے آئے ہیں، اور ہم میرڈ کپل اور پیرنٹس بھی ہیں.....'' اتباع نے آخری لائن پر زور دیا تو ہیزام کا منہ بن گیا۔

''ایسی بے فکری اور انجوامنٹ تو جیسے اب ہماری زندگی میں رہی ہی نہیں، شادی تم سے محبت کی ہے مگر جب دیکھو تم مجھے چھوڑ ان بچوں میں بھی مصروف رہتی ہوں.....''

''For your kind infomration یہ بچے صرف میرے ہی نہیں آپ کے بھی ہیں، انہیں میں اپنے ساتھ جہیز میں نہیں لائی تھی.....'' اتباع نے بھی دوبدو جواب دے کر حساب برابر کیا۔

''ماں..... ماں..... پاش.....'' تبھی ہیزام کے برابر میں بیٹھی حدیبیہ نے اپنی دونوں باہیں

pklibrary.com

واکیئے اتباع کو پکارا تو اتباع اپنی چیئر سے کھڑی ہوئی اور ہیزام کی سمت آئی۔

"بچے پیدا کئے ہیں تو اٹھانا اور سنبھالنا بھی سیکھئے....." اس نے جھک کر اپنی گود میں موجود حنظلہ کو ہیزام کی گود میں ڈالتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی ہیزام کے برابر والی چیئر پر بیٹھی حدیبیہ کو اٹھائے پھر سے اپنی چیئر کی جانب آ گئی۔

وہ دونوں گئے تو شام انجوائے کرنے اور کچھ وقت باہر گزارنے کی غرض سے تھے مگر الٹا خراب موڈ کے ساتھ ان کی واپسی ہوئی تھی۔ ہیزام کو شکوہ تھا کہ تم بچوں کے علاوہ کچھ اور سوچتی ہی نہیں ہو، جبکہ اتباع کو شکایت تھی کہ آپ بچوں کے بجائے ہمیشہ اپنے ہی بارے میں سوچتے ہیں۔

اور سچ تو یہ تھا کہ اب اتباع کو ہیزام میں محبت کم خود غرضی زیادہ دیکھتی تھی تو ہیزام کو اتباع میں محبت کم ممتا زیادہ۔

✦✦✦

وہ کچن میں مصروف تھی حدیبیہ اپنی دادی کے پاس تھی جبکہ ننھے حنظلہ کو پرام میں لٹائے اپنی نظروں کے سامنے ہی کچن کے دروازے کے قریب ہی رکھا تھا جو اپنی مما کو مزے سے دیکھتا اپنے پاؤں کا انگوٹھا چوس رہا تھا۔

"الے میلا گندا بچہ....." وہ چکن کڑھائی کو بھوننے کے ساتھ حنظلہ سے بھی باتوں میں مصروف تھی تبھی ہیزام آیا لیٹے ہوئے حنظلہ کو گدگداتا ہوا وہ اندر کچن میں چلا آیا۔

"ناراض ہو اب تک.....؟" سلیب پر رکھے سلاد میں سے کھیرے کا پیس اٹھاتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"نہیں....." اس نے مصروف سے انداز میں مختصراً جواب دیا۔

"جھوٹ! صاف چہرے پر لکھا ہے تم کل سے اب تک مجھ سے ناراض ہی ہو....."

"جب صاف لکھا ہی ہے اور آپ جانتے بھی ہیں تو پوچھ کیوں رہے ہیں.....؟" سلیپ پر رکھے برتنوں کو سمیٹ کر اس نے سنک میں رکھتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا، تو وہ گڑبڑا سا گیا۔ تبھی اس نے آگے بڑھ کر چولہے کی ناب بند کی اور سنگ میں دھوتے برتنوں میں مصروف اتباع کا ہاتھ تھاما۔ اس نے حیرت سے مڑ کر ہیزام کی سمت اور پھر اپنے ہاتھ پر رکھے اس کے ہاتھ کی اور دیکھا

"یہ کیا مذاق ہے.....؟"

"فی الحال خاموش....." مختصراً جواب دیتا وہ اس کے ہاتھ تھامے تقریباً اپنے ہمراہ گھسیٹتا ہوا کچن سے باہر لے آیا۔

ہیزام! چھوڑیئے میرا ہاتھ، مجھے کام ہے....." اس نے اپنی کلائی ہیزام کے مضبوط ہاتھ سے چھڑوانی چاہی۔

"مجھے بھی کچھ کام ہے....." اسے لیئے اب اوپر کی جانب قدم بڑھائے۔ تبھی حنظلہ کی نظر اپنی جاتی ہوئی مما پر پڑی تو اس نے فلک شگاف نعرے مارنے شروع کر دیئے۔ دونوں کے قدم اک پل کو ٹھہرے۔

"امی، حنظلہ رو رہا ہے پلیز ذرا اسے دیکھ لیجئے گا....." وہ اپنی بات کہہ کر رکا نہیں بلکہ پھر سے سیڑھیوں کی طرف بڑھا

"ہیزام پلیز چھوڑیئے..... حنظلہ رو رہا ہے....." وہ زچ سی ہوئی مگر وہ سنی ان سنی کرتا اسے اپنے ہمراہ لئے اوپر اپنے روم میں آ کر ہی رکا اور اس کا ہاتھ چھوڑا۔

"ایسا کون سا آپ کا کام باقی رہ گیا تھا جس

pklibrary.com

کے لئے میرے کام آپ نے چھڑوا دیئے.....؟'' اپنے ہاتھ کو مڑورتے ہوئے وہ سخت خائف تھی۔

''بیٹھو ادھر اور سکون سے میری بات سنو.....'' اس نے اسے نا صرف اسے بیڈ پر بٹھایا بلکہ ساتھ ہی خود بھی بیٹھ گیا۔

''جی بولیئے جلدی.....؟'' وہ اب بھی ہوا کے گھوڑے پر سوار تھی۔

''بیا! مجھے بچوں سے کوئی شکایت نہیں بلکہ وہ میرے بھی بچے ہیں، مجھے بھی ان سے محبت ہے، ان سے پیار ہے مگر میں نے اولین دن سے ہی تمہیں بتایا تھا کہ میری محبت تمہارے لئے بہت پوزیسیو ہے، میں تمہاری چاہت میں کوئی شراکت داری برداشت نہیں کرسکتا.....'' وہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھامے دھیرے دھیرے بول رہا تھا۔

''میں تمہاری محبت میں دیوانہ ہوں سچ کہوں تو نہ تمہارے بغیر رہ سکتا ہوں اور نہ ہی تمہیں یوں خود سے دور رکھ سکتا ہوں، تم یوں خفا ہوتی تو جیسے سانس سولی پر اٹک جاتی ہے۔ ایسے لگتا ہے گویا ہر طرف آکسیجن کی کمی سی ہو جاتی ہے۔ میں تو چاہتا ہوں کہ تمہیں بھی مجھ سے اتنی محبت ہو کہ نیند سے بند آنکھوں میں آخری اور بیدار ہوتی آنکھوں میں پہلا عکس بھی صرف میرا ہو صرف وصرف میرا.....'' اس کے لہجے میں دیوانگی تھی اتباع جو خاموش سی اسے سنے جارہی تھی سر اٹھا کر اس کی سمت دیکھا آنکھوں سے جھانکتی محبت میں اتباع کا دل پھر سے اٹک سا گیا۔

''ہیزم! مجھے آپ کی محبت سے انکار نہیں مگر شادی کا مطلب یہ تو نہیں کہ دو لوگ آپس میں ہمہ وقت محض محبت کے گرد ہی گھومتے رہیں۔ شادی کے بعد ذمہ داری بڑھتی ہیں تو ان کا بھی نا صرف سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ ان کو بھی تہہ دل سے نبھانا پڑتا ہے..... میرے دل میں آپ کی محبت بھی ہے اور عزت بھی، مگر آپ اس طرح بچوں کے ساتھ اپنا موازنہ مت کیا کریں وہ ہمارے ہی بچے ہیں اور ہماری محبت کے حقدار بھی.....'' وہ اس کے کندھے سے سر ٹکائے آہستگی سے بولی۔

''اچھا، کوشش کروں گا اب تمہیں شکایت کا موقع نہ دوں، مگر وعدہ نہیں کرتا کیونکہ دل کو سمجھانے میں وقت لگتا ہے جان من، اچھا ادھر دیکھو.....'' انگشت شہادت سے اس کی ٹھوڑی پکڑ کے اس کا ناراض سا سندر مکھڑا اپنی سمت کیا۔

''اب تو ناراض نہیں ہو نہ؟ مجھ سے خفا تو نہیں ہو.....؟'' آنکھوں میں جلتی بجھتی محبت کے دیئے لے وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔ جواباً اس نے ہولے سے نفی میں گردن ہلا دی تو اس نے بھی اطمینان سے اتباع کو اپنی بانہوں کے حلقے میں بھر لیا۔ تبھی حنظلہ کا خیال اتباع کے ذہن میں گوند کی طرح لپکا۔

''ارے وہ حنظلہ رو رہا ہوگا.....''

''ہش ہش..... اسے رونے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں، ڈونٹ وری! اسے امی سنبھال لیں گی فی الحال تم مجھے سنبھالو۔'' وہ اس کے مزید قریب آیا۔ ہیزام کی بے ترتیب سانسیں اور گرم لاوے جیسے دہکتے ہوئے ہونٹ ہیزام کی محبت کی بے تابیاں و بے قراریاں بیان کرنے لگے۔

عجب نشہ ہے تیرے قرب میں کہ
جی چاہے یہ زندگی تیری آغوش میں گزر جائے

اتباع اس کی گرم سانسوں اس کے لمس اس

کی محبت اور قربت بھرے ان پلوں کو آنکھیں موندے محسوس کئے گئی جبکہ ہیزام کا بے ترتیب دل اتباع کی محبت اور قربت میں مچلنے لگا تھا۔ ریشم سے محبتوں بھرے لمحے قربتوں میں دھیرے دھیرے سرک رہے تھے۔

✦✦✦

''آپ کو پتہ ہے نا کہ یہ برف باری، یہ برف سے ڈھکی زمین مجھے کس قدر پسند ہیں.....'' وہ برف کے چھوٹے چھوٹے گولے بنائے فضا میں اچھال رہی تھی جو زمین پر گرتے ہی سفید ذرات میں بدل جاتے۔

''مجھے تو بس یہ پتہ ہے کہ مجھے تم پسند ہو بے حد پسند ہو.....'' اس کے لہجے میں بھی محبت بول رہی تھی۔ وہ دونوں اب برف سے ڈھکی سڑک پر ہاتھوں میں ہاتھ دیئے قدم سے قدم ملائے چل رہے تھے۔

''تمہیں پتہ ہے تم اتنی خوبصورت ہو کہ تمہیں دیکھنے کو آسمان سے گرتی یہ برف بھی کچھ پل کو تھم جائے اور پھر میری طرح تمہیں ٹکٹکی باندھے دیکھنے کی خاطر یونہی ارد گرد پورا دن بہانے بہانے سے تمہارے آس پاس بکھیرتی رہے گویا تمہارے حسن کا صدقہ اتارتی ہو جیسے.....'' وہ محبت کی زبان بولنے کا عادی تھا۔

تبھی اچانک اس کے بڑھتے قدم رکے پاس سے گزرتی اک لڑکی کو مخاطب کیا ''ایکسوزمی بیوٹی فل لیڈی.....'' وہ اس کے اس طرح پکارنے پر پہلے چونکی اور پھر شوکڈ ہوئی تھی۔

''آپ ہماری ایک پکچر کلک کر دیں گی.....؟'' اس کی اگلی بات پر وہ مسکرا اٹھی۔

''آپ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ پیار لگتے ہو لیکن سنو اس محبت کو مضبوطی سے مٹھی میں قید کئے رکھنا بعض اوقات کسی ایک کی غلطی سے بھی یہ محبت بند مٹھی سے بھی ریت کے ذرات کی طرح پھسل جاتی ہے.....'' جاتے جاتے اس لڑکی نے گویا ان دونوں کو تنبیہ کی تھی، دونوں کے قدم گویا برف پر جم سے گئے تھے۔

''تمہیں میری محبت کو قید کرنے کی کبھی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوگی کیونکہ میری محبت تو ہوا کی طرح ہے جو ہر پل تمہیں آس پاس محسوس ہوگی.....'' اس کی بات نے اس برف زدہ ماحول کو پرسکون سا کر دیا تھا۔

برف پھر گر رہی تھی ہر طرف سرد موسم آ ٹھہرا تھا لیکن محبت پگھل گئی تھی گزرے موسموں میں جا کر کہیں دب سی گئی تھی۔ آج برف پر چلتے قدموں کے نشان صرف اس کے تھے محبت کی راہوں میں اور اب زندگی کی راہوں میں وہ نشان تنہا ہی تھے۔

''وہ نگر تو کب کا اجڑ گیا، ہم اس نگر سے تو آئے ہیں
کہیں مقبرہ تھا خلوص کا، تو کہیں وفا کا مزار تھا
کہیں بے تحاشا محبت تھی
تو کہیں محض اقرار تھا.....''

✦✦✦

وہ دونوں بچوں کو سلا کر فارغ ہوئی تو ہیزام کو سیل فون پر محو پایا شاید اس کے آفس سے ہی کال تھی تبھی اس کا سارا دھیان فون پر ہی تھا۔ وہ خاموشی سے اپنے بیڈ روم سے ملحقہ گیلری میں چلی آئی۔ کالی سیاہ رات کے اندھیرے کو چاند کی دلفریب دل لبھاتی چاندنی نے اپنے لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ ساون کی ٹھنڈی ہوا نے ماحول میں ایک فسوں سا طاری کر رکھا تھا چاند کی چاندنی عشق نچاور کر رہی تھی، تو ٹھنڈی ہوا کے جھونکے

اس کے کانوں میں محبت کے رس گھول رہے تھے۔ دونوں ہاتھ ریلنگ پر رکھے وہ پوری طرح سے اس طلسماتی شب کے سحر میں کھوئی ہوئی تھی۔

وہ اپنے سیل فون سے فارغ ہوا تو اس کی غیر موجودگی کو شدت سے محسوس کیا بھلا ایسے کیسے ممکن تھا کہ وہ اس کی غیر موجودگی پر اطمینان سے بیٹھا رہتا وہ تو خون بن کر اس کے جسم میں جیسے ڈورتی تھی۔ اس کی چاہت کی مشک، ہیزام کو ہر لمحہ مہکاتی تھی بھلا وہ اپنی محبت کو خود سے دور کیسے ہونے دیتا۔

''جانِ من! یہاں کیا کر رہی ہو.....؟''

تبھی عقب میں آکر ہیزام نے اسے پکارا۔

''کچھ نہیں، بس یونہی، اس حسین رات کے بکھرے سحر اور خاموشی کو محسوس کر رہی تھی.....'' اتباع نے بغیر مڑے ہی جواب دیا۔

''مجھ سے دور مت جایا کرو جانِ من، میری سانس تمہارے دوری کے تصور سے ہی اٹک سی جاتی ہے.....'' ہیزام کا آنچ دیتا لہجہ بھی ماحول پر چھانے لگا تھا۔ تبھی وہ اس کے پہلو میں آکھڑا ہوا اپنے دونوں ہاتھ سینے پر لپیٹے اتباع کی اور دیکھنے لگا۔

چاند کی چاندی کا عکس اس کے پورے وجود پر پھیلا ہوا تھا۔ ستواں ناک میں ننھی سی لونگ کسی ستارے کی مانند جگمگا رہی تھی، ہوا کے دوش پر کچھ اڑتی بکھرتی زلفیں بنا کسی سنگھار و سج دھج کے وہ عام سے گھریلو حلیے میں بھی بہت خاص لگ رہی تھی۔ چاندنی میں نہائی وہ کسی شاعر کی غزل جیسی لڑکی ہیزام کے اردگرد محبتوں کا جال سا بن رہی تھی۔

محبت کی اوس کی صورت
پیاسی پنکھڑی کے ہونٹ کو
سیراب کرتی ہے
محبت اوس کی صورت
محبت خواب کی صورت
نگاہوں میں اترتی ہے
کسی مہتاب کی صورت
ستارے آرزو کے کچھ اس طرح جگمگاتے ہیں
کہ پہچانی نہیں جاتی
دلِ بیتاب کی صورت.....

''بیا! آؤ، روم میں چلتے ہیں.....'' دل میں ہوتی اتھل پتھل پر قابو کیے اس نے محبت سے اس کے سراپے کو آنکھوں سے سمویا تھا۔

''آپ چلیئے، میں کچھ دیر میں آتی ہوں.....''

''تمہارے بغیر اکیلے کیسے.....؟'' لفظ سے زیادہ لہجے کے زیر و بم نے اسے چونکایا۔ اس نے گردن موڑ کر ہیزام کی سمت دیکھا جس کی آنکھوں میں چاہت کی چاندنی اور محبت بھری رات اتری تھی۔ ہیزام نے اس کا ٹھنڈا نازک سا ہاتھ تھاما اور اک سکون سا ہیزام کے رگ و جاں اور روح میں اترنے سا لگا۔ اک ایسا سکون جیسے صحرا میں بھٹکے مسافر کو نخلستان نظر آجائے، بے سرو سامان پھرنے والے کو حیات جینے کا سامان مل جائے، جیسے روتے ہوئے بچے کو ماں کا آنچل یا آغوش مل جائے۔

''کیا تم جانتی ہو۔ چاندنی رات کیوں اتنا سحر طاری کرتی ہے؟ کیونکہ وہ مہینے میں ایک بار ہی آتی ہے اور لوگوں کو مبہوت کرتی ہے، مگر تم تو میری محبت کی وہ چاندنی ہے جو ہر دن سحر طاری کرتی ہے کیونکہ تمہاری چاندنی مہینے میں اک بار نہیں آتی، تم تو ہر دن مجھے مبہوت کر کے دیوانہ بناتی ہو.....'' اس کے لہجے کی گمبھیرتا اب ماحول پر سحر طاری کر رہی تھی ہزام کی آنکھوں میں

pklibrary.com

چاہت کی جوت اور لبوں پر مدھم سی مسکراہٹ سجی تھی۔

''تمہارے یہ بات بہت خوبصورت ہیں ریشم ملائم سی جی چاہتا ہے ان کی چھاؤں میں ہی کھو یا رہوں.....'' وہ اتباع کے قریب جھکا اور کلپ میں قید اس کے بالوں کو آزاد کر دیا۔

''ارے.....'' وہ گھبرا کر دو قدم پیچھے ہٹی

''ہیزام ہم گیلری میں ہیں.....'' اتباع نے اسے احساس دلایا۔

''اپنی بیوی کو حق کے ساتھ چھو رہا ہوں، مجھے کسی کی پروا نہیں.....'' یکدم ہیزام نے اسے بازوؤں کے حلقے میں قید کرتے تھوڑا نیچے کی اور جھکتے ہوئے اسے گود میں بھر لیا اور کمرے کی جانب مڑ گیا۔

باہر رات بیت رہی تھی اور اندر محبتوں بھری بارش برسنے کو بے تاب تھی مگر اس سے پہلے کہ یہ برسات مکمل طور پر برستیں حنظلہ کے رونے کی آواز کمرے میں گونج اٹھی۔

''یہ اتنی جلدی کیسے اٹھ گیا.....؟'' ہیزام نے کچھ بیزاری سے پوچھا۔

''شاید اسے بھوک لگی ہے.....'' اتباع نے اٹھ کر اسے گود میں لیا اور تھپکنے لگی مگر وہ چپ ہونے کا نام ہی نہ لے رہا تھا۔ تو اتباع نے اچھی طرح ڈوپٹہ اپنے گرد لپیٹا اور حنظلہ کو فیڈ کروانے لگی یقیناً وہ بھوکا ہی سو رہا تھا اور اسی سبب نیند سے جاگ کر رونے لگا تھا اور اب خاموش ہو چکا تھا، جبکہ ہیزام اس کے فارغ ہونے کا منتظر تھا۔

''حنظلہ کی عادتیں بھی نہ بہت عجب ہیں گھر میں اتنے لوگ ہیں مگر مجال ہے جو یہ کسی سے بھی اٹیچ ہو، اسے تو بس میں ہی چاہئے ہوتی ہوں.....'' ممتا سے چور لہجے ماں کہتے ہوئے وہ اپنی گود میں لیٹے حنظلہ کے بالوں کو سہلانے لگی، جبکہ ہیزام بغور اس کے چہرے کی اور دیکھ رہا تھا جہاں خوبصورت سی مسکراہٹ لئے ممتا کا نکھار اسے مزید حسین بنا رہا تھا۔

''آخر بیٹا کس کا ہے؟ اس کی طرح مجھے بھی تو صرف تم چاہئے ہو، صرف تمہاری طلب ہے، تمہاری چاہت ہے، تمہاری ہی پیاس ہے.....'' ہیزام نے مخمور سے لہجے میں کہتے ہوئے اتباع کو ہاتھ بڑھا کر اپنی طرف کھینچنا چاہا جس کے سبب خاموش سے لیٹا فیڈ کرتا حنظلہ پھر سے رونا شروع ہو گیا اور زور زور سے اپنے پاؤں چلانے لگا۔

''لیجئے پھر سے رلا دیا نا اسے، لگتا ہے اس کو آپ کی باتیں پسند نہیں آئی.....'' اتباع نے حنظلہ کو تھپکتے ہوئے مسکراتے ہوئے ہیزام کو چھیڑا تو اس نے ہولے سے حنظلہ کے سر پر چپت لگائی اور پھر دراز ہو کر دونوں ماں بیٹے کو دیکھنے لگا۔

اور پھر حنظلہ کو کھلانے، بہلانے اور تھپک تھپک کر سلانے تک ہیزام بھی وہیں اس کا آنچل تھامے سو چکا تھا۔ اتباع نے ایک نظر سوئے ہوئے دونوں باپ بیٹے کو دیکھا دونوں پرسکون ہو کر سو چکے تھے۔

ایک اس کے پہلو میں تو، ایک اس کی گود میں۔ مگر دونوں میں ہی ایک بات مشابہ تھی۔ ہیزام اس کی چاہت کی آرزو میں اس کا آنچل اپنے ہاتھ میں لپیٹے سویا تھا تو حنظلہ ممتا کا لمس محسوس کرتے ہوئے اس کے آنچل کا کونا اپنی مٹھی میں تھامے سو گیا تھا۔ اتباع دونوں کو دیکھ کر ہولے سے مسکرائی اس کی ذات مکمل تھی اس کے گھر کی طرح..... اس نے آہستگی سے ہیزام کے پہلو میں سوئے ہوئے حنظلہ کو احتیاط سے لیٹایا اور پھر ہولے ہولے تھپکتے ہوئے خود بھی

pklibrary.com

اس کے پہلو میں لیٹ گئی۔

✦✦✦

ہیزام کے جاب پر جانے کے بعد وہ کچھ دن اپنی ممی کی طرف رہنے چلی آئی دونوں بچوں کو ممی اور ملازمہ کے حوالے کئے بہت دنوں بعد وہ آج سکون بھری بھرپور نیند لے پائی تھی۔ سچ کہتے ہیں میکہ، میکہ ہی ہوتا ہے۔ یوں تو اتباع کا سسرال بھی میکے سے کم نہ تھا مگر تھا تو سسرال ہی وہ چاہ کر بھی اپنی ذمہ داریوں سے منہ نہ موڑ سکتی تھی۔

ڈنر کے بعد حدیبیہ کو کھچڑی کھلانے کے بعد وہ اسے کھلونوں میں مگن چھوڑے حنظلہ کو سنبھالے بیٹھی تھی۔ حدیبیہ تو وہیں کارپیٹ پر کھیلتے کھیلتے سوگئی تھی۔ جسے اتباع کی امی نے نا صرف اٹھا کر بیڈ پر آرام سے لٹایا تھا بلکہ ساتھ ساتھ تھپکے بھی جارہی تھیں اور یوں وہ گہری نیند سوگئی تھی مگر حنظلہ تھا کہ وہ سو ہی نہ رہا تھا۔ مسلسل بس ریں ریں کئے جارہا تھا اور اسے بہلانے اور سلانے کے چکر میں وہ ہلکان ہوئے جارہی تھی بڑی مشکلوں سے وہ اسے سلا پائی تھی۔

''میری بیٹی تھک گئی ہوگی نا.....؟'' اتباع کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اس کی ممی نے پوچھا تو اس نے اک تھکن زدہ سانس خارج کئے اثبات میں سر ہلایا۔ حدیبیہ کو ذرا سا آگے کرتے ہوئے انہوں نے اتباع کے لئے جگہ بنائی۔

''یہاں آجاؤ بیٹا، میرے پاس.....'' اپنی ممی کی بات پر وہ جھٹ سے ان کے پاس آئی اور ان کی گود میں سر رکھے لیٹ گئی۔

''ماں کی آغوش سے بھی بڑھ کر بھلا کوئی اور سکون بھری پناہ گاہ ہوسکتی ہے کیا؟'' اتباع نے طمانیت سے سوچتے ہوئے آنکھیں موندیں۔

''بیٹا، کیا حال بنالیا ہے تم نے اپنا.....؟ ابھی شادی کو صرف دو سال ہی تو ہوئے ہیں.....'' اتباع کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے انہوں نے بغور اس کا جائزہ لیا تھا جیولری کے نام پر محض ناک میں ایک لونگ تھی، ہاتھ کان سب خالی اور بہت ہی عام سا ڈریس جس میں نہ کوئی ایمبر اڈی تھی اور نہ ہی کوئی ڈیزائن۔

''امی آپ بھول رہی ہیں، شادی کو اگر دو سال ہوئے ہیں تو ان دو سالوں میں دو بچے بھی.....'' اتباع نے ایک تھکن بھری سانس خارج کی آج اس کے روم روم سے جیسے تھکن ظاہر ہورہی تھی۔

''جانتی ہوں بیٹا، ماں بننا تو اعزازِ خداوندی ہے خدا کی طرف سے ملنے والی سب سے بڑی نعمت جو اس نے ایک عورت کے وجود میں ڈال کر اس کے تخلیق کی صلاحیت سونپ کر اس کے قدموں تلے جنت رکھ دی۔ مگر حقیقتاً ماں باپ کی ذمہ داری صرف اولاد کو پیدا کر کے اس دنیا میں لانا ہی نہیں اسے پالنا، پوسنا اس کی بہتر پرورش اور اچھی تربیت کے ساتھ ساتھ انہیں بھرپور ماں کی ممتا اور باپ کی شفقت دینا بھی ہے.....''

''تو کیا ممی میں اپنی بچوں کی بہتر پرورش اور اچھی تربیت نہیں کر رہی.....؟'' یکدم ایک ڈر سا اس کے اندر اٹھا اس سوال نے ہی اس کے اندر توڑ پھوڑ شروع کردی تھی۔

''ارے نہیں بیٹا! میں نے ایسا کب کہا، اور تم بھی ایسا سوچنا مت میری بیٹی تو ماشاءاللہ بہت ذہین و سمجھدار ہے وہ اپنی اولاد کی تربیت و پرورش تو مجھ سے بھی بہتر انداز میں کرنا جانتی ہے.....'' انہوں نے جھک کر اپنی ممتا سے لبریز بوسہ اس کی پیشانی پر ثبت کیا۔

''تو پھر.....؟؟'' اتباع کی آنکھوں میں

اب بھی سوال ہلکو لے رہے تھے۔

''دیکھو بیٹا! ابھی حدیبیہ حنظلہ چھوٹے ہیں ماشاء اللہ کل کو بڑے ہونگے تو بھرپور توجہ بھی مانگے گے تمہاری اور ہیزام کی..... اب دیکھونا، حدیبیہ خود چھوٹی ہے کہ ماشاء اللہ سے حنظلہ آ گیا تو تمہاری توجہ بھی اور ممتاز بھی دونوں بٹ گئی۔ بیٹا عورت اور گھر بچوں سے ہی مکمل ہوتا ہے مگر بڑھتی ہوئی ذمہ داریاں اور حالات کو دیکھتے ہوئے بچے بس دو ہی اچھے۔ تاکہ انہیں بھی بہتر پرورش اور توجہ ملے اور تمہیں بھی وقت، سمجھ رہی ہو نا میری بات.....'' ان کی باتوں میں کافی گہرائی بھی تھی اور آنے والے کل کے لئے پیشگی اقدامات کی تلقین بھی۔

''ہمم.....م.....م.....'' اس نے امی کی بات سن کر ہولے سے گردن ہلائی واقعی ان گزرے دو سالوں میں اسے شادی کے اولین کچھ دنوں کے سوا باقی کہاں خود کے لئے وقت مل پایا تھا۔

آگے پیچھے کے بچے ہونے کے باعث وہ دونوں کو اکٹھا ٹائم ہی نہ دے پاتی، کبھی حدیبیہ کی وجہ سے حنظلہ کو اگنور کرنا پڑتا تو کبھی حنظلہ کو سنبھالنے کے لئے حدیبیہ کو گھر کے کسی فرد کے حوالے سونپنا پڑتا۔ دونوں ہی چھوٹے بچے متاثر ہو رہے تھے تو دوسری جانب خود اسے بھی کہاں اپنے لئے وقت مل پاتا تھا کہ وہ سجے سنورے یا پارلر کا ہی وزٹ کر آئے بغیر کسی ایونٹ کے۔ کتنے ہی دن، بلکہ مہینے ہو گئے تھے کہ اس نے اپنی مرضی سے اپنی خوشی و اپنی خواہش سے وقت نہیں گزارا تھا۔ وہ تو ایک کامیاب بزنس وومن بننے کے خواب دیکھتی تھی اور اب خواب میں بھی بچوں کی آوازیں ہی سنتی تھی۔

مگر اس بار میکے میں ہوتے ہوئے نا صرف اس نے پولر کا وزٹ کیا تھا بلکہ سسرال واپس آنے تک وہ سوچ چکی تھی کہ بچے دو ہی اچھے اب اور مزید نہیں۔

✦✦✦

دریائے ہڈسن نیلے آکاش کی طرح چہار سو پھیلا ہوا تھا۔ جس کے نیلے پانی پر سفید روئی نما بگلے تیر رہے تھے، تو وہیں بے فکرے پروانیلے پانی کے سینے کو چیرتی ہوئی اپارٹمنٹ نما یاٹ بھی محو سفر تھی۔

تا حد نظر نیلے پانی کا آکاش ہی نظر آتا وہ بھی تو اس گہرے و شفاف پانی کی طرح تھی۔ اس کے آس پاس بہتی ہوئی۔ ہر جگہ دیکھتی مگر وہ چاہ کر بھی اس گہرے پانی کی گہرائی تک پہنچ ہی نہ پایا تھا۔ وہ آج پھر Fort Tryon Park چلا آیا تھا۔ یہاں ایک عجیب سی خاموشی و سکون تھا۔ آپس میں ہی محو کیلز، اٹھکیلیاں کرتی ہوائیں خ رنگ برنگے پھول اور سبز قالین پر بالکل اس کے ارمانوں کی طرح ٹوٹ کر بکھرے تانبے و چاکلیٹی مائل سوکھے پتے۔ ہر سو ایک سکون رواں تھا سوائے اس کے اندر جہاں بے پناہ شور تھا۔

خوشحال سے تم بھی لگتے ہو
یوں افسردہ تو ہم بھی نہیں
جاننے والے یہ ہی سمجھتے ہیں
مگر حقیقت یہ ہے کہ
خوش ہم بھی نہیں
شاید خوش تم بھی نہیں
چلو توڑو قسم اقرار کریں
ہم دونوں جھک بھی تو سکتے ہیں
کہ
مان لیتے ہیں
اک دوجے کے بنا ہم کچھ بھی نہیں.....!

کتنی ہی دیر سے وہ ساکت بیٹھا تھا مکمل

pklibrary.com

خاموش اور ذہنی تاریکی میں گرفتار خیالات و سوچوں کے در اس کے اختیارات سے باہر تھے۔ اس کی محویت کو کیتھی نے توڑا جو نا جانے کب اس کے برابر ہی آ بیٹھی تھی۔

''ہنی.....'' اپنے نام کی پکار پر اس نے بے تاثر نگاہوں سے کیتھی کی جانب دیکھا شہر خموشاں سی خالی و ویران، بے تاثر و اداس نگاہ۔

''کیا میں اس قابل بھی نہیں کہ ہم دوست ہی بن جائیں.....؟''

''ایسی بات نہیں کیتھی تم بہت اچھی ہو مگر میرے پاس تمہیں دینے کو کچھ بھی نہیں نا ساتھ، نا ہی دوستی، ایک ٹوٹا ہارا ہوا انسان خود کو تسلی بھی نہیں دے سکتا تو تمہیں کیا دے گا.....؟''

''ٹھیک ہے تم سے کچھ بھی نہیں مانگ رہی کچھ نا سہی اپنے دکھ ہی بانٹ لو، اپنی اداسی ہی شیئر کر دو، اتنا تو کر سکتے ہو نا.....؟'' اس نے سنہری بالوں والی کیتھی کی جانب دیکھا۔ جس کی پیڈسن کے نیلے پانی جیسی نیلی آنکھیں اس پر مرکوز تھیں۔ جس کی آنکھوں میں بارہا اس نے اپنے لئے محبت دیکھی تھی اپنے لئے ایسی ہی تڑپ ایسی ہی محبت دیکھنے کی چاہ اسے کسی اور کی آنکھوں میں بھی تھی مگر وہاں تو ہمہ وقت ٹھہراؤ تھا ساکت پانیوں جیسا ساکن ٹھہراؤ۔

دل وہ سمندر ہے جہاں سب کشتیاں جلا کر اترا جاتا ہے۔ اور پھر وہاں سے واپسی ممکن نہیں ہوتی تبھی اس نے شروعات سے ہی کیتھی کو اگنور کیا تھا تاکہ وہ اپنے بڑھتے قدم محبت سے پور اس خاردار راہ پر نہ رکھے جس کی کوئی منزل ہی نہ تھی مگر وہ زیادہ دنوں تک کیتھی کو اگنور ہی نہ کر پاتا اور کیتھی اس کے سرد رویے بے زار انداز اور خالی پن کو ہر بار نظر انداز کرتی گئی۔ بلکہ الٹا وہ اس کی جانب کھنچی چلی جاتی وہ چاہ کر بھی اپنے بڑھتے قدموں کو روک ہی نہ پائی۔

''ہنی، تمہیں پتہ ہے محبت صرف پانے کا نام نہیں ہے یہ ایک احساس ہے، جو محسوس کرتے رہنا چاہئے، جو زندہ رہنا چاہئے، ہم میں دھڑکتا رہنا چاہئے کسی دھڑکن کی طرح.....''

''لیکن! محبت کی طلب، محبت کی تڑپ، محبت کے بدلے محبت ہی مانگتی ہے۔ محبت میں شراکت نہیں بھاتی، محبت اور سچی محبت جب عشق کا روپ دھار لے تو اسے وحدانیت ہی پسند آتی ہے۔ بس میں اور صرف میں اس کا کلمہ پڑھتی ہے.....'' وہ خود الجھا بکھرا سا تھا اور اور اس کی باتیں بھی کیتھی نے اس خوبرو سے شخص کو دیکھا جو محبت کا مارا تھا جسے محبت نے پور پور ڈسا تھا۔

وہ ایسا شخص تھا جسے دیکھتے ہی محبت خود بہ خود جھک جائے جیسے دیکھ عشق بھی بے دام غلام بن جائے مگر ایسے ہی شخص کو عشق کی مار پڑ گئی تھی۔ کیتھی نے تاسف سے اپنے سامنے بیٹھے شخص کو دیکھا جو یادوں کی آگ اور محبت کی تپش میں جھلس رہا تھا۔

✦✦✦

''آخر بات کیا ہے بیا، کوئی پریشانی ہے.....؟'' ہیزام جب سے جاب سے لوٹا تھا وہ نوٹ کر رہا تھا کہ اتباع اس سے کچھ کھچی کھچی اور قدرے فاصلے پر رہتی، گویا اس کے بچ رہی ہو یا دور بھاگ رہی ہو جیسے کہ ابھی ہیزام نے اشاروں میں لفظوں میں کتنی ہی بار اسے اپنے قریب بیڈ پر آنے کو کہا مگر وہ ہر بار سنی ان سنی اور دیکھی ان دیکھی کرتی گئی۔ اتباع حنظلہ کو تکیے کے سہارے بیٹھائے جدیبہ کے ہمراہ نیچے کارپٹ پر بیٹھی یوں مگن تھی گویا آس پاس ان بچوں کے علاوہ اور کوئی نہ ہو اور بچوں کو کھلونے سے بہلانے سے بڑھ کر کوئی اور کام ہی نہ ہو۔

''اتباع.....'' تبھی اس نے پکارا۔

''ماں..... ماں..... پاتا.....'' حدیبیہ نے گویا اپنے بابا کی آواز مما تک پہنچائی۔

''جی بولیئے.....؟'' مگر بغیر مڑے اس نے جواب دیا تھا۔

''کوئی مسئلہ ہے؟ کوئی پریشانی ہے.....؟'' ہیزام نے ایک اور بار پوچھا۔

''نہیں تو.....'' جس پر وہ مختصر سا جواب دے کر پھر بچوں میں مگن ہوگئی تھی۔

''پاتا..... تھیلے.....'' حدیبیہ اب اٹھ کر بیڈ پر آچڑھی تھی۔

''ہیں، یہ کیا بول رہی ہے؟.....'' ہیزام نے نہ سمجھی سے اسے اپنی گود میں بٹھاتے ہوئے اتباع سے پوچھا۔

''تھیلو..... پاپا.....'' وہ اب اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے ہیزام کے گالوں کو پکڑے کھینچ رہی تھی۔

''اپنے ساتھ کھیلنے کو کہہ رہی ہے'' اتباع نے حدیبہ کی بات سمجھائی۔

''اچھا گڑیا کو پاپا کے ساتھ کھیلنا ہے، چلو آ جاؤ.....'' بظاہر وہ حدیبیہ کی بات مانتے ہوئے اس کے کھیل میں اس کا ساتھ دینے لگا مگر نگاہیں ہنوز اسی چہرے پر ٹکی تھیں جو پاس ہو کر بھی دور تھی۔ ایسے جیسے زمین سے چاند۔ اپنی ہو کر بھی نامعلوم کیوں بدلی بدلی سی اجنبی لگ رہی تھی۔

ہیزام جانتا تھا کہ اب بچوں کو بہلانے سے لے کر سلانے تک وہ اتنا وقت تو ضرور لے گی جتنی دیر میں وہ سو جائے۔ تبھی بنا کچھ اور پوچھے اور کہے وہ خاموشی سے لیٹ گیا تھا۔ بظاہر آنکھیں بند تھیں مگر وہ پھر بھی وقتاً فوقتاً نیم وا آنکھوں کے جھروکوں اس کی حرکتیں و مصروفیتیں دیکھ رہا تھا اور بالآخر بچوں کو سُلا کر بیڈ پر سوئے ہیزام کے سونے کا یقین کر کے جب اتباع اس کے برابر میں آلیٹی تو اس نے جھٹ سے اتباع کو اپنی بانہوں کے حصار میں دبوچ لیا۔

''آ..... آپ..... پ..... پ..... سوئے نہیں؟'' اپنے گرد اچانک بننے والے اس حصار سے وہ گھبرائی تھی۔

''تو تم یہ چاہتی تھی کہ میں سو جاؤں.....؟''

''ہاں..... نہیں، میرا مطلب ہے آپ تو سو گئے تھے نا.....'' ہیزام کی بانہوں سے نکلنے کی مزحمت کرتے ہوئے اس نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''تمہاری محبت محسوس کئے بغیر، اپنی محبت جتائے بغیر بھلا کیسے سو سکتا ہوں؟ میں تو بس تمہارے آنے کا انتظار کر رہا تھا تاکہ تمہیں اوڑھ کر مطلب تمہاری محبت اوڑھ کر، لپیٹ کر سو سکوں.....'' ہیزام کے لہجے میں محبت کی آنچ تھی۔

''وہ..... میں حنظلہ کا فیڈر بنانا تو بھول ہی گئی رات کو کبھی کبھار اسے بھوک لگتی ہے تو نیند سے اٹھ جاتا ہے.....'' اتباع اس کی بانہوں کے حصار سے نکلنے کو مچلی ہیزام نے اس کے شنگرفی کپکپاتے ہونٹوں پر اپنی انگشت شہادت رکھ دی۔

''ش..... ش..... فی الحال صرف و صرف میری بات، ہماری بات..... ابھی تو میں نیند سے جاگا ہوا ہوں ابھی تو تم مجھے سلاؤ اپنی محبت سے، اپنی بانہوں میں.....'' وہ اس پر جھکا، ہیزام کا لمس، اس کا دل بُری طرح دھڑکا گیا۔ اس کی جان مشکل میں پڑ گئی۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنے جذبوں سے اپنے لبوں سے محبت تحریر کرتا۔ اتباع نے ایک جھٹکے سے خود پر موجود وجود کو پیچھے دھکیلا اور خود لیٹے سے اٹھ بیٹھی۔ اس کا تنفس تیز تیز چل رہا تھا۔ ہیزام جو اس افتادہ

تھے یوں جیسے کسی پھول کی پنکھڑیوں پر بکھری ہوئی اوس۔ اتباع کے حسن سے زیادہ اس کی آدھی ادھوری بات ہیزام کے دل و دماغ کی دنیا ہلا ئی تھی، وہ اب بھی ساکن نگاہوں سے اسے تکے گیا۔

''وہ..... میرا مطلب ہے، بچے جب تک بڑے نہیں ہو جاتے، ہم یوں قریب ایک کمرے میں.....'' اس سے آگے اس سے بولا ہی نہ گیا لفظ جیسے تھم سے گئے۔

''It's mean، تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں تمہیں لگتا، میں تمہارے ساتھ تمہاری مرضی کے بغیر کچھ بھی کر جاؤں گا.....؟'' ہیزام کا لہجہ مشتعل اور چہرہ غصے سے سرخ تھا وہ یکدم بوکھلا گئی۔

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ پلیز آپ میری بات کو سمجھنے کی کوشش کریں.....''

وہ روہانسی سی ہاتھوں کو اپس میں رگڑتی کافی بے کل و بے چین سی لگ رہی تھی۔ اسے یوں الجھا الجھا دیکھ ہیزام کا غصہ ہوا ہونے لگا، اس نے اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا۔

''آخر بات کیا ہے بیا! کیا کہنا چاہتی ہو! کھل کر کہو.....''

ہیزام کے نرم سے انداز پر اتباع کو قدرے تسلی بھی ہوئی اور ہمت بھی۔

''آپ بھی جانتے ہیں حدیبیہ چھوٹی ہی تھی کہ حنظلہ آ گیا، آگے پیچھے ہونے والے یہ دونوں ہی بچے ابھی چھوٹے ہیں میں چاہتی ہوں انہیں مکمل اور بھرپور توجہ ملے.....''

''تو.....؟'' ہیزام کو اب بھی اس کی بات سمجھ نہ آئی تھی۔

''تو اس لئے جب تک بچے کچھ بڑے نہیں ہو جاتے میں آپ کے قریب نہیں آؤں

شگفتہ شگفتہ ـــــ رواں دواں

ابن انشاء

اچھی کتابیں

پڑھنے کی عادت ڈالیں

ابن انشا

دخل در معقولات

ابن انشا

ابن انشاء کی تازہ تصنیف

دخل در معقولات

شائع ہو گئی ہے

آج ہی اپنے قریبی بکسٹال یا براہ راست ہم سے طلب فرمائیں

لاہور اکیڈمی

چوک اردو بازار لاہور

042-3731797, 37321690

کے لئے تیار نہ تھا۔ اتباع کے دھکیلنے پر بیڈ کے دائیں جانب لڑھک گیا۔

"کیا بدتمیزی ہے یار.....؟ یہ کیا بچپنا ہے.....؟" ماتھے پر تیوری چڑھائے وہ بھی اب لیٹے سے اٹھ بیٹھا۔

"وہ.....ہ.....ہ..... میں نہیں چاہتی ہوں کہ....." اتباع نے بوکھلاتے ہوئے بات کی تمہید باندھی ہیزام چونکتے ہوئے اس کی طرف دیکھنے لگا جس کی آنکھوں سے آنسو کسی جھرنے کی مانند بہنے لگے تھے۔

"جانِ من کیا بات ہے؟ کیوں رو رہی ہو؟ کوئی پریشانی ہے؟ مجھے بتاؤ تو جان....." وہ اتباع کے یوں اچانک بے آواز رونے پر گھبرا سا گیا۔

"میرے قریب آنے سے گھبرا رہی ہو.....؟" اس نے اتباع کو تھوڑی اوپر کو اٹھاتے ہوئے اس کے جھیل سے نین کٹوروں میں جھانکا جواباً اس نے ہولے سے اثبات میں گردن ہلائی اور نگاہ نیچے جھکالی۔

"تو میری جان! اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ موڈ نہیں تو منع کردو، میں تمہارے ساتھ کسی بھی معاملے میں زبردستی نہیں کرسکتا۔" ہیزام نے اس کی آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے بہتے قطروں کو اپنی انگلیوں کی پوروں میں جذب کیا اور اسے اپنے شانے سے لگالیا۔

"ہاں مگر میں ایسے آپ کے ساتھ نہیں رہ سکتی....."

"میرے ساتھ ایسے نہیں رہ سکتی، کیا مطلب.....؟"

اتباع کی بات سن وہ جھٹکا کھا کر رہ گیا اور یکلخت اسے دونوں شانوں سے تھامے اپنے مقابل کیا۔ جس کے رخسار اب بھی بھیگے بھیگے

گی، مطلب میں الگ روم میں سوؤں گی بچوں کے ساتھ....." اٹک اٹک کر بالآخر اتباع اپنی بات مکمل کر کے اپنا سر اور نگاہ جھکا گئی جبکہ ہیزام گنگ و بے یقینی سے اسے دیکھے گیا۔ کیا کہہ گئی تھی وہ؟ لب بھینچے بنا کچھ کہے اس کا ہاتھ چھوڑ وہ کروٹ لیئے لیٹ گیا اس کے پشت پھیر کر لیٹنے پر وہ فکرمندی ہوگئی۔

"ہیزام آپ ناراض ہو گئے.....؟" وہ ہیزام کو ناخوش اور ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی خود سے ایسے شخص کو دور رکھنا جس کے لب و لہجے اور آنکھوں سے محبت ہی محبت عیاں ہوتی ہو اک تکلیف دہ امر ہی ہے مگر وہ اور کر بھی کیا سکتی تھی۔ یہ بات کہنا اور کرنا ضروری بھی تھا اور حالات کا تقاضا بھی

"نہیں....." ہیزام نے بنا مزے آہستگی سے نفی کی۔

"میں آپ کے جذبات، محبت اور احساسات سب محسوس کرتی ہوں، بس آپ میری اتنی سی تو بات مان سکتے ہیں نا.....!" اتباع کے لہجے میں التجا تھی۔

"جانِ من دل مانگتی دے دیتا، جان مانگتی دے دیتا، تم نے تو میرے جسم سے جیتے جی روح ہی کھینچ لی۔ تم جانتی ہو تم بیوی ہی نہیں میری محبت، میرا عشق ہو اور میرے نکاح میں ہو۔ پھر بھی اپنی اس محبت و عشق سے دوری؟ یہ تو وہی بات ہوگئی کہ نگاہوں کے سامنے بہتا دریا ہو مگر پینے کو قطرہ بھی میسر نہ ہو۔"

ہیزام نے رخ موڑے اسے دیکھتے ہوئے کہا اتباع نے اسے دیکھا جہاں محبتوں کا سمندر موجزن تھا مگر انداز میں بے چینی، بے بسی، بے صبری سی تھی۔ اتباع جز بز سی ہوگئی۔

"بس کچھ ہی وقت کی تو بات ہے....." اس

نے ہولے سے کہا۔
''مگر اس کے لئے تمہیں الگ روم میں سونے کی ضرورت نہیں، پندرہ دن تو میں جاب پر ہوتا ہوں باقی کے دن بھی تم یہیں ہمارے روم میں ہی سو سکتی ہو، اس اطمینان کے ساتھ کہ تمہاری اجازت کے بغیر تمہیں ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ شوہر ہوں تمہارا اب اتنا تو یقین ہوگا نا تمہیں مجھ پر.....؟'' ہیزام کے تلخ رویے پر وہ ملول سی ہوگئی۔
''جی بہتر ہے.....'' اس نے ہولے سے کہا اور ہیزام کے برابر میں خاموشی سے لیٹ گئی۔

✦✦✦

ہیزام کی آنکھیں اب بند تھیں مگر وہ جانتی تھی کہ وہ سویا نہیں بند آنکھیں پیچھے سوچوں کے اس جنگل میں بھٹک رہا ہوگا جہاں اتباع بھی گم تھی۔
''آپ مجھ سے ناراض ہوگئے ہیں نا؟ آپ کو برا لگا ہے نا.....؟'' اتباع نے پریشانی سے پھر اسے مخاطب کیا۔
''نہیں میں ناراض نہیں ہوں.....'' یونہی آنکھیں موندھے اس نے جواب دیا۔
''نہیں میں جانتی ہوں آپ ناراض ہیں I hurt you نا.....؟''
''No, my darling! I love you.....'' آنکھیں کھولے اس کی سمت مڑے ہیزام نے مسکراتے ہوئے کہا۔
''جیسا تم نے سوچا اور کہا، ویسا ہی ہوگا میں احتیاط کروں گا.....''
''آپ دل سے کہہ رہے ہیں نا.....؟''
جانے کیوں وہ مطمئن نہ ہوئی اب بھی بے چین سی تھی کہ شاید جان انجانے وہ اس کا محبتوں بھرا دل توڑ گئی ہے۔
''فی الحال تو زبان سے کہہ رہا ہوں۔ البتہ تمہاری بات دل سے مان رہا ہوں.....'' مسکراتے ہوئے اس نے نرمی سے کہا۔
''تھینک یو، آپ بہت اچھے ہیں.....'' اتباع اب پرسکون سی ہوئی تھی۔
''اور تم مجھ سے بھی زیادہ اچھی.....'' اس نے اتباع کے رخساروں کو چوم لیا۔
''اتنی تو اجازت ہے نا.....؟'' ہیزام کی بات پر وہ بھی مسکرا گئی۔
''اور اس کی اجازت بھی دو گی ناں.....'' ہیزام نے اسے پھر سے اپنی بانہوں کے حصار میں لیا۔
''نہیں بالکل نہیں۔ اس سے آگے آپ نہ میری سنے گے نہ خود کی بلکہ اجازت بھی نہیں لیں گے۔ اس لئے بس اتنا ہی کافی ہے.....'' ہیزام کا حصار توڑ کر اس نے ہیزام کے چوڑے سینے پر اپنا سر رکھ دیا تو ہیزام نے بھی اک بھرپور قہقہے کے ساتھ اس کے شانے کے گرد اپنا بازو رکھ لیا۔ جبکہ اتباع نے مطمئن ہو کر آنکھیں موندھ لیں۔
''گویا تم مجھے مجھ سے بہتر جانتی ہو.....'' آنکھیں بند کئے اپنی محبت کو یوں اپنے قریب سوتے دیکھ کر اس نے سوچا اور ایک سرد آہ خارج کی۔

میں اپنے ہاتھ سے دل کا گلا دبا دوں گا
میرے خلاف یہی سازشوں میں رہتا ہے
میں اپنی نیندیں توڑ ضبط کو آزماؤں گا
کہ ٹوٹ جائے ہر وہ خواب جس میں وہ
مجھے میسر رہتا ہے

باقی اگلے ماہ

pklibrary.com

مزاجِ عاشقی دارم

انیلا طالب

ہر لمحہ وہ ایک دلبر بابت کی صورت میں آتا ہے دل چھینتا ہے اور غائب ہو جاتا ہے۔

"مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ"

اس کے بھورے تین تل...... اس کی گہری سبز آنکھیں...... وہی طلسمی چہرہ۔ اف میری خدا۔ کوئی اتنا بھی کسی سے مل سکتا ہے؟ ایلف کی طرف بڑھتے اوزان سوچ رہا تھا۔

آگے بڑھتے ہی اسے احساس ہوا کہ وہ جو لباس پہنے ہوئے تھی اسی میں ایک دن وہ خواب میں اوزان کو نظر آئی تھی۔ اسے آج بھی یاد تھا تب......

چاند کی بارہ تاریخ تھی...... اور مہینہ ربیع الاول کا تھا......

ویٹر اس کے ٹیبل پر سافٹ ڈرنک سرو کر رہا تھا۔ ایلف نے ایک نظر مسکراتے ہوئے ویٹر پر

ناولٹ

ڈالی اور بولی:

"دو فش سینڈوچ لے آئیے۔"

"جی میم"

وہ سر جھکا کر کہتا واپس چلا گیا اور اس کا آرڈر تیار کروانے، ایلف سے تھوڑے سے فاصلے پر اوزان رک گیا۔ اسی وقت میں بہتے پانی میں موجوں کا اضطراب بڑھا تھا۔

رنگ برنگی روشنیاں سمندر کا بہتا پانی

دور سے آتی مؤذن کی آواز......

بڑھتا ہوا عشق......

سلگتا ہوا درد......

کیا ماحول تھا......؟ کیا تخلیق تھی خالق کائنات کی...... اوزان نے نظر اٹھا کر ایلف کو دیکھا......

وہی ایلف...... جو اس کے خوابوں میں آئی تھی۔

اس کی خواہش کرتا تو غائب ہو جاتی......

بھولنے کی کوشش کرتا تو......

اسی رات ایک نئے روپ میں اس کی آنکھوں میں سما کر خواب بن کر آ جاتی۔

pklibrary.com

okLibrary.com

''مجھے خوشی ہے ایلف کہ تم اس دنیا میں میرے سامنے موجود ہو.....''

اوزان نے دور سے دیکھتے خود سے کہا تھا منہ ہی منہ میں۔

''میں تمہیں بدنام نہیں کروں گا ایلف..... کبھی نہیں، میں سلگ کر مر جاؤں گا، مگر تمہاری عزت پر حرف نہیں آنے دوں گا۔''

ایلف کے ساتھ کسی اور خاتون کو موجود پا کر اوزان نے اس سے بات کرنے کا ارادہ دل کے کسی کونے میں چھپا لیا اوپر سے محبت کی مہر لگا کر اسے بند کر دیا اور پھر ایلف کی طرف سے ہٹتے۔ اسی جگہ پہ کھڑا ہو گیا جہاں وہ اس کے آنے سے پہلے کھڑا تھا۔

کیا میں اس کے حسن سے اتنا متاثر ہوں کہ اس سے نظریں نہیں ہٹا پا رہا۔

ریلنگ پہ جھکے سمندر کے پانی پہ ایک نظر ڈالتے اوزان اپنا تجزیہ کر رہا تھا۔

نہیں! اس کے اندر سے آواز آئی۔

اگر میں حسن سے متاثر ہوتا تو مجھے سب کا حسن متاثر کرتا صرف اس کا نہیں۔

ضمیر نے اعتراف کیا تھا۔

ایلف! اوزان نے اونچی آواز میں اس لڑکی کے ساتھ بیٹھی خاتون کو کہتے سنا تھا۔

ایلف! کسی مقدس ورد کی طرح باادب ہو کر اس نے نام دہرایا۔ تو اس کا نام ایلف ہے..... اوزان کو عجیب سی طمانیت محسوس ہوئی۔ وہ گاہے بہ گاہے اسے دیکھتا رہا.....

کتنا مشکل ہوتا ہے ناں وہ وقت جب آپ کے سامنے ایسے لوگ اجنبی بن جائیں جنہیں آپ کوئی رشتہ نہ رکھنے کے باوجود ازلوں سے جانتے ہوں۔

یہی مشکل وقت اوزان پہ آیا ہوا تھا ایک طرف اسے دیکھ لینے کی خوشی دوسری جانب اسے اجنبی روپ میں دیکھنا.....

ہائے کیا دکھ ہیں عاشقوں کے بھی.....

اوزان نے لاکھ بار دھیان ہٹانے کی کوشش کی مگر وہ تو جیسے جی جان سے ایلف کا ہو گیا تھا۔ جب تک وہ بیٹھی رہی یہ اسے دیکھتا رہا..... اس کے جاتے وقت اس کی دھڑکن بے قابو ہو گئی شدت سے اوزان نے خواہش کی کہ ایلف یہاں بیٹھی رہے خود ہی میرے پاس آئے اور آ کر کہہ دے لو میں آ گئی ہوں اوزان۔

جسے تم خواب میں دیکھا کرتے تھے جسے پانے کیلئے تم نے مولانا رومی سے منتیں کی تھیں۔ اب مجھے دیکھ لو جی بھر کر.....

میں تمہاری تھی اور تمہاری رہوں گی اوزان.....

مگر وہ کچھ کہے بغیر چلی گئی..... اوزان دیکھتا رہا..... نہ وہ مڑی نہ اسے دیکھا سوائے سرسری نظر کے۔ بس دور ہو گئی اوزان کی بے قرار نگاہوں سے۔

مجھے یقین ہے جب رب نے آج تمہیں مجھ سے ملوایا وہ پھر بھی ملائے گا۔

اس نے یہ سوچ کر خود کو تسلی دی تھی۔

پھر وہ چلی گئی تو اوزان نے فضا میں ہاتھ بلند کیا انگشت شہادت سے اس نے آسمانوں پہ ایلف لکھا..... وہ جیسے جیسے انگلی سے لکھتا جاتا سفید روشنی سے اسے ایلف کا نام آسمان پہ لکھا نظر آ رہا تھا گویا وہ بھی ان دونوں کی محبت کا چشم دید گواہ بن گیا تھا.....

کوئی اور نہیں دیکھ سکتا تھا مگر اوزان مسکراتے ہوئے آسمان کی جانب دیکھ رہا تھا جہاں سفید روشنی سے جھلمل کرتا ایلف کا نام کسی ٹمٹماتے ہوئے ستارے کی طرح چمک رہا تھا۔

✦✦✦

pklibrary.com

''تم سے شادی کرنا میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی۔''

حولیہ نے ڈنر کرتے ایشم کو غصہ دلایا۔

''اور میں..... میں تو جیسے بڑا خوش ہوں ناں تمہارے ساتھ.....'' زیتون کے تیل کے بگھار والے سوپ کا پیالہ اپنے سامنے رکھتے ایشم نے جوابی کارروائی کی۔

''پھنس گیا ہوں میں تمہیں بیوی بنا کے..... کوئی دن ایسا نہیں گزرا جب سورج کی کرنوں کا استقبال تم نے مجھ سے لڑائی کر کے نہ کیا ہو۔'' میٹ بالز کھاتے کھاتے انہوں نے یوں منہ بنایا جیسے حولیہ کو بھی چبا جائیں گے۔

''تم نے تو محبت کے ریکارڈ توڑ دیئے ہیں ناں.....؟''

پلیٹ میں ٹماٹر اور کھیرے کے سلائسز کے ساتھ گارنش کر کے رکھے عدنہ کباب اپنی طرف کرتے حولیہ نے سوالیہ لہجے میں پوچھا اور پھر انہیں یاد دلاتے کہنے لگیں۔

''وہ وقت بھول گئے ہو جب دن رات میرے سیاہ بالوں کی تعریف کرتے نہیں تھکتے تھے اور اب.....''

ایشم ان کی بات کاٹتے ہوئے بولے۔

''اب اس لئے نہیں کرتا کیونکہ مجھے پتہ چل گیا ہے کہ تم نے کلر کیا ہوا ہے تمہارے بالوں کا اصلی رنگ گولڈن ہے۔''

ایشم نے ناک چڑھایا..... جلے ہوئے بال..... اُف''

پھر آہ بھر کر غمگین ہوتے ہوئے بولا۔

''پتہ نہیں میری ہی قسمت میں کیوں لکھے ہوئے تھے یہ جلے سڑے بال.....''

''بس کر جاؤ۔'' حولیہ نے ٹیبل پر دونوں ہاتھ زور سے مارے، اس سے زیادہ وہ برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔

''میرا حوصلہ دیکھو جو ایک گنجے کو برداشت کر رہی ہوں ارد گرد جھالر اور درمیان میں چھلا ناریل..... اُف.....

حولیہ نے بدلہ چکاتے ناک بسورا۔

''پتہ نہیں میری قسمت میں ہی کیوں لکھے گئے تھے یہ گنے چنے بال.....''

''تم حد سے بڑھ رہی ہو اب حولیہ.....''

ایشم نے ٹرکش چاول ٹرے سے نکال کر پلیٹ میں ڈالتے جواب دیا تھا۔

''تو تم مقرر کرو ناں پھر میری حد.....؟ تا کہ میں اس کے اندر رہ کر بولوں۔''

عدنہ کباب کو تیزی سے چباتے حولیہ نے ویسے ہی تیز تیز لفظوں میں بات کی تھی۔

''میری بتائی حد میں رہنے والی ہوتی تو یہ گھر کب کا جنت کا نمونہ بن چکا ہوتا نا کہ جہنم کا ماڈل.....''

ایشم نے سوپ کا چمچ منہ میں رکھے صاف گوئی سے کہا تھا،

''کہاں مانتی ہو تم میری باتیں۔ ماننے لگ جاؤ تو رونا کیسا.....؟؟''

''بس بس.....'' حولیہ نے ہاتھ بڑھا کر روکا۔

''ایک لفظ نہ کہنا مجھ سے ورنہ سارا لحاظ چولہے میں جھونک دوں گی، بس بھی کر دیتا ہے بندہ تم تو یوں شروع ہو جاتے ہو جیسے انقرہ یونیورسٹی میں لیکچرار ہو۔''

حولیہ کے گلہ کرنے پر ایشم شروع ہو گئے تھے۔ ساتھ والے کمرے میں ترچھا لیٹا اوزان کٹن کا ڈھیر اپنے کانوں کے ارد گرد رکھتا جا رہا تھا مگر آواز تھی کہ پھر بھی جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر رہی تھی۔

✦✦✦

''اتنے ماہ ہو گئے ہیں مام ابھی تک ٹیکسٹائل فیکٹری سے بھی کوئی کال نہیں آئی.....''

سپرنگ والی ڈائری سٹڈی ٹیبل پر پھیلائے پینسل سے شیر پارٹی ڈریس کے سکیچ کو ہائی لائٹ کرتے ایلف مایوسی سے بولی۔

''مجھے تو لگتا ہے انہیں میرے ڈیزائن پسند نہیں آئے ورنہ مجھے بتا دیتے۔ انہیں وہ اس قابل بھی نہیں لگے ہوں گے کہ وہ مجھے ان کے بارے اطلاع دینا ضروری سمجھتے۔''

''بیٹی! وسوسے میں نہ ڈالا کرو خود کو۔'' استلہ نے اسے سمجھایا۔ ایلف کسی بھی چیز کے لئے میرا مطلب ہے کسی بھی شعبے کیلئے سب سے اہم ہوتا ہے آپ کا نام..... کیونکہ اکثر بڑے لوگ نام دیکھ کر ہی آپ کا کام قبول کرتے ہیں۔ اگر کام میں طاقت ہو تو نام خود بخود بن جاتا ہے۔ ویسے تم حوصلہ نہ ہارو لگی ہو کہیں سے تو جواب آئے گا ناں.....''

سنگل بیڈ کی شیٹ بچھاتے وہ بڑی نرمی سے اسے سمجھا رہی تھیں۔

''کہاں کہاں بھیجوں مام.....؟

ایلف نے تھکاوٹ سے کرسی کی پشت پر کمر ٹکا کر آنکھیں موند لیں، اتنی محنت سے کئی دنوں اور مشقت بے بہا کے بعد بھی جب مجھے کوئی جواب نہیں آتا تو مجھے لگتا ہے کہ میں کبھی بھی ڈیزائنر نہیں بن سکتی۔

پہلے بھی اتنی فیکٹریوں نے میرے ڈیزائن ریجیکٹ کئے ہیں کہ اب تو کسی کو ڈیزائن بھجوانے کو بھی دل نہیں کرتا۔''

استلہ کو اس نے اپنے اندر کی بات بتائی تھی سنتے ہی وہ اس کے قریب آ گئیں اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا تو ایلف نے آنکھیں کھول دی تھیں۔

''ایلف بیٹی ہمت نہیں ہارتے.....'' استلہ نے نرمی سے حوصلہ دیا۔

''میرے ساتھ جتنی لڑکیاں بھی فائن آرٹ میں گریجوایٹ ہوئیں تھیں سب کی سب بھی ڈیزائنر بن چکی ہیں اور ایک میں ہوں کہ ابھی تک کچھ بھی نہیں بن سکی۔''

ایلف نے دل کی بات زبان پہ لائی تھی۔

''ایلف بیٹی..... دوسروں کی طرف نہ دیکھو بس اپنے آپ سے مقابلہ کرو تبھی آگے بڑھ پاؤ گی دوسروں سے موازنہ کرو گی تو ہار جاؤ گی'' استلہ نے محبت کے جذبات سے معمور ہو کر ایلف کی پیشانی چوم لی تھی۔

''آپ کی باتیں مجھے حوصلہ دیتی ہیں مام!'' ایلف نے استلہ کے ہاتھ کی پشت پہ بوسہ لیتے ہوئے کہا۔

''اچھا یہ باتیں تو ہوتی رہیں گی تو تم یہ بتاؤ کہ دوپہر میں کیا بناؤں؟''

''کچھ بھی بنا لیں'' ایلف نے بات لپیٹ دی۔

اس کے مختصر جواب دینے پر استلہ مصنوعی خفگی سے بولیں۔ لو بھئی بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی صحیح طرح بتاؤ ناں کہ کیا کھاؤ گی؟

''چلیں ڈونر منگوا لیں'' اس نے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔

''ایک تو تمہاری زبان کا چسکا نہیں جاتا۔ ڈونر کہاں سے منگواؤں، مسور کی دال بنا لیتی ہوں۔''

استلہ کمرے سے باہر نکلنے لگیں تو ایلف جھلا کر اونچی آواز میں بولی۔

''تبھی تو میں کہتی نہیں ہوں آپ سے..... جب ماننا نہیں ہوتا تو پھر پوچھتی کس لئے ہیں؟''

اتنا کہتے ہی وہ گردن جھکا کر دوبارہ سے ڈائری نما کاپی پر چھپے خاکے دیکھنے میں مصروف ہو گئی۔

''آپا..... ارے آپا''

عین اسی لمحے منی سکرٹ اور کورل کلر کی سادہ ٹاپ میں ملبوس آئے تن اس کا ٹائم ضائع کرنے آ دھمکی تھی۔

✦✦✦

pklibrary.com

''تمہارا ارادہ کہیں ایلف پر پی ایچ ڈی کرنے کا تو نہیں.....؟''

اس ایک ملاقات کی اتنی تفصیل سن کر اوزگن نے حیران ہوتے پوچھا۔

''تمہیں مذاق سوجھ رہا ہے اور میں ادھر مر رہا ہوں''

ترکی ڈرامہ دیکھتے اوزان نے شکوہ کیا۔

''میں کیا کرسکتا ہوں اوزان'' اوزگن نے ٹی وی لاؤنج کے صوفے پر بیٹھے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔

''جب تم نے خود کو عاشق بنا رکھا ہے تو میں کیا کرسکتا ہوں؟ بتاؤ مجھے؟''

اس نے اوزان سے پوچھا تو وہ ریموٹ سے چینل سرچنگ کرتے بولا،

''کم از کم تم مجھے تسلی تو دے سکتے ہو، جھوٹی ہی سہی.....''

''کیا بن گئے ہو تم اوزان..... اٹھ کر اس کے قریب آتے اوزگن نے اسے بری طرح جھنجھوڑا، تمہارے پیپر زسر پہ ہیں تمہیں اس کی فکر ہونی چاہئے اور تم عشق میں مجنوں بنے بیٹھے ہو۔''

''یہ میرے بس میں نہیں ہے''

رندھی ہوئی آواز میں اس نے آہستگی سے کہتے اوزگن کے ہاتھ نرمی سے اپنے کندھے سے ہٹائے''

''میں نکلنا چاہتا ہوں اس دلدل سے یار..... مگر نکل نہیں پا رہا، ویسے میں مکمل طور پر ٹھیک ہوں نہ مجھے ڈپریشن ہے نہ فرسٹریشن لیکن میں جب ایلف کے بارے میں سوچتا ہوں تو میرا اپنا آپ میرے بس میں نہیں رہتا مجھے ہر وقت اس کی یاد آتی ہے صبح اٹھتا ہوں تو پہلا خیال اس کا آتا ہے سوتا ہوں تو آخری یاد ایلف کی ہوتی ہے۔''

اوزان بے بسی سے اپنے دل کا حال بتا رہا تھا۔

''وہ انسان ہی کیا اوزان جو اپنی سوچوں کو لگام نہ ڈال سکے''

اوزگن نے سارا حال سننے کے بعد اسے شرم دلانے کی کوشش کی تھی۔

''کیا ملے گا تمہیں ایلف سے عشق کر کر کے میں تو تمہیں بہت سمجھدار سمجھتا تھا مگر تم تو بہت کم عقل نکلے..... جس لڑکی کے نام کے علاوہ تمہیں کچھ معلوم نہیں اس کی خاطر دن رات آنسو بہانا کہاں کی عقلمندی ہے.....؟''

اس نے بالکل قریب بیٹھ کر ہلکی ہلکی داڑھی والے اوزان کو مشورہ دیا۔

''یار میری مانو تو چھوڑ دو سب.....'' اوزگن نے اس کے سفید ہاتھ جن پہ ہلکے ہلکے سیاہ بال انتہا کے خوبصورت لگ رہے تھے اپنے ہاتھوں میں لے لئے۔ کچھ نہیں بگڑا ابھی اوزان..... زندگی کو نئے انداز سے گزارو یہ بار بار نہیں ملتی اس کی قدر کرو۔''

وہ ایک دوست ہونے کے ناطے بھلائی چاہتا تھا۔

''اوزگن! ایلف میرا عشق ہے کوئی عادت نہیں جسے چھوڑا جا سکے۔''

آہستگی سے اوزان نے اس کے ہاتھوں میں دبے اپنے حسین ہاتھ نکال لئے تھے۔

''دنیا کا بہترین کاؤنسلر بھی تمہاری کاؤنسلنگ نہیں کرسکتا کیونکہ تم سچے عاشق ہو اور عشق کا علاج نہی ہوتا۔ سوائے محبوبہ کے'' لاجواب ہو کر اوزگن یہ بات کہنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

✦✦✦

آئس کریم کا تو مزہ ہی اور ہے چیونگم کی طرح لچک دار اور بکاوے سے بھی زیادہ ذائقے دار۔

ایلف نے مشورہ روایتی ترکی آئس کریم کی

pklibrary.com

شاپ کے سامنے کھڑے ہو کر تبصرہ کیا۔
شیشے کی شاپ پر ایک طرف کئی قطاریں لمبائی کے انداز میں آئس کریم کی خالی کونوں سے بھری ہوئی تھیں سامنے کاؤنٹر پر تندور کی شکل کا گڑھا سا فٹ تھا جسم میں شاپ کیپر لمبا سا نوکدار اسٹک ٹائپ اوزار ڈالتا اور منفرد طریقے سے آئس کریم نکالتا۔اس کے دیتے دیتے کسٹمرز اکتا جاتے، بعض انجوائے کرتے، ایلف انجوائے کرنے والوں میں سے تھی۔
دو آئس کریم کون دے دیں پستہ فلیور میں
ایلف نہ اپنے ساتھ کھڑی آئے تن کیلئے بھی آئس کریم کا آرڈر دیا تھا۔
شاپ کیپر نے کون ایلف کے ہاتھ میں تھمائی..... پھر بڑی پھرتی سے اچک لی.....
ایلف مسکرا پڑی شاپ کیپر نے دوبارہ کون پکڑائی اور لمبے سے اوزار سے آئس کریم ڈال کے دینے لگا اس نے اوزار باہر نکالا تو چیونگم کی طرح لچکدار آئس کریم کا دو ڈھائی کلو وزن کے برابر آمیزہ باہر نکل آیا۔
سٹریٹ سے گزرتے لوگ قہقہہ لگا کر آگے بڑھتے جا رہے تھے۔
''اب ڈالی کے دیتا ہوں''
ایلف نے آئس کریم والے کی بات کا یقین کر لیا۔ اس نے آئس کریم کون میں ڈالی اور ایک جھٹکے سے آئس کریم سمیت اوزار واپس کھینچ لیا۔
''بس اب دے دیں انکل''
آئے تن بیزار ہونے لگی تو تین چار مرتبہ مختلف طریقوں سے انہیں ستانے کے بعد آخر انہیں آئس کریم مل گئی۔''
اسی طریقے سے آئے تن کو بھی آئس کریم ملی۔
''مام پریشان ہو رہی ہوں گی تم گھر چلی جاؤ''
اسے آئس کریم دلا کر ایلف نے گھر واپس جانے کا کہا۔
''میں تمہارے ساتھ ہی جاؤں گی آپا''
آئے تن ضدی بچے کی طرح مچل گئی۔
''مجھے پتا ہے آپا تم فیشن ہاؤس جا رہی ہو پلیز مجھے بھی لے چلو ناں!'' اس نے ایلف کی بلیک لیس ٹاپ کھینچی۔
''دیکھو آئے تن میں وہاں ڈیزائن دینے جا رہی ہوں تفریح کرنے نہیں''
سڑک کراس کرتے ایلف نے سختی سے سمجھایا۔
''ویسے بھی وہاں تمہارا کوئی کام نہیں ہے تم گھر جاؤ مام کے ساتھ کام بٹاؤ''
میں نہیں جا رہی..... لیونڈر کلر کی لانگ سلیو ٹاپ کے ساتھ ہم رنگ سکارف گلے میں ڈالے وہ سڑک پر ہی اکڑ گئی۔
''چلو آئے تن'' ایلف جھٹ ڈھیلی پڑی۔ گلے میں کراس کی طرح پہنا پرس کھولا چند لیرا (ترکی کرنسی) گن کر آئے تن کی ہتھیلی پہ رکھے اور بولی۔ جاؤ، بازار سے کچھ لے لو اپنے لئے..... یا پھر کچھ کھا لینا ان سے، مگر واپس گھر چلی جاؤ''
تم بہت اچھی ہو آپا۔ لیرا لیتے ہی آئے تن نے ایلف کے گال چومے دوسری طرف پلٹ گئی۔
اللہ کرے مجھے مثبت جواب مل جائے۔
ٹرام میں سوار ایلف فیشن ہاؤس کی طرف جاتے دل ہی دل میں دعائیں مانگ رہی تھی۔
وہ بہت دل سے تیار ہوئی تھی۔ لائٹ براؤن بالوں کو ہلکا سا کرل کیا جینز کے ساتھ بلیک کلر کی لیس ٹاپ پہنے کانوں میں نفیس سے سفید موتیوں کی مانند بنے ایئر رنگز پہنے اور پاؤں میں سٹریپس والی بلیک ہائی ہیل ڈال کے پرس گلے میں ڈالے چلی آئی۔

فیشن ہاؤس کے اندر آتے اسے شدید احساس کمتری ہوا تھا ہر طرف روشنیوں کا سیلاب تھا ووڈن فلور پہ ٹک ٹک کر کے چلتی سمارٹ اور بے انتہا ماڈرن لڑکیاں..... ڈمیوں پہ ڈالے گئے بیش قیمت عروسی ملبوسات، سفید رنگ ڈبے نما شیلفوں میں ادائیں مار کر فوٹ شوٹ کرواتیں لبرل ماڈلز۔

وہ حیران ہو کر ان بڑی شیلفوں کو دیکھنے لگی جس میں کھڑی ہو کے ہاتھوں میں بیگ ڈالے بڑی بڑی عینکیں لگائے ماڈلز طرح طرح کے پوز مار کر فوٹو شوٹ کروانے میں مصروف تھیں۔

ہائے! فوٹو شوٹ کرواتی ایک افریقی ماڈل نے ایلف کو دیکھتے ہاتھ ہلایا۔ ایلف بے ساختہ مسکرائی اور ہاتھ ہلاتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔

سلائی مشینوں پر بیٹھے ایمپلائز طرح طرح کے ملبوسات سلائی کر رہے تھے۔ کچھ ملازم تیار کئے ڈریسز کو پیک کرتے جا رہے تھے۔

انہیں دیکھتے اپنی دھڑکن کو قابو کرتے ایلف نے گزرتے ہوئے ایک شخص سے پوچھا۔

"مجھے میڈم حورم سے ملنا ہے وہ کہاں ہوں گی.....؟"

"جی وہ تو آج نہیں آئیں"

اس نے ایلف کا مسئلہ حل کرتے ایک جانب اشارہ کیا۔

"آپ ان کی اسسٹنٹ سے مل لیں جو بھی کام ہے انہیں بتا دیجئے۔"

"بہت شکریہ"

کچھ حوصلہ پا کر ایلف بتائی ہوئی سمت کی طرف بڑھنے لگی۔ چند رسمی کلمات ادا کرنے کے بعد ایلف نے ہمت پیدا کرتے کہہ ہی دیا۔

"میں نے میڈم حورم سے ملنا تھا میں اس فیشن ہاؤس میں بطور ڈیزائنر کام کرنا چاہتی ہوں۔ یہ میرے ڈیزائن کی فائل ہے آپ دیکھ لیجئے۔"

سادہ پینٹ اور بنیان نما شرٹ کے سنہری بالوں کی پونی کئے ریوالونگ چیئر پہ بیٹھ کے دائیں بائیں گھومتی اسسٹنٹ نے نظر اٹھا کے اسے دیکھا۔

"کہاں سے آئی ہو.....؟" اس نے ابرو اچکاتے پوچھا۔

"یہیں استنبول سے" ایلف نے پھولی سانسوں کے ساتھ جواب دیا۔

ایشیاء کی طرف سے آئی ہو یا یورپی استنبول سے....."

اس سوال پر ہاتھ باندھے کھڑی ایلف گڑبڑائی..... اور چپ رہی۔

"تم نہیں جانتی کہ استنبول دو براعظموں میں واقع ہے اس کا ایک حصہ ایشیاء میں ہے اور باقی یورپ میں....."

"جی بالکل" ایلف نے بات آگے بڑھائی۔ استنبول کا ستانوے فیصد حصہ ایشیاء میں ہے اور باقی تین فیصد یورپ میں۔"

"مگر اسے یورپی ملک کیوں تسلیم کیا جاتا ہے حالانکہ اس کا بہت سا حصہ ایشیاء میں واقع ہے"

اسسٹنٹ کے سوال پر ایلف بیزار ہوتے بولی:

"اس لئے کہ اس کا ماحول یہاں رہنے والے لوگوں کا رہن سہن یورپ کے لوگوں جیسا ہے۔"

اس سے پہلے کہ اسسٹنٹ کوئی اور الٹا سیدھا سوال کرتی ایلف نے اس کی توجہ فائل کی جانب دلائی۔

"مجھے بتا دیں اس کے متعلق، میرا خیال

pklibrary.com

ہے کہ ایک نظر آپ کو ان ڈیزائن پر بھی ڈال لینی چاہئے۔"

کھولتے ہی اسسٹنٹ نے خاصی حیرانگی سے اسے دیکھا پھر غصے سے بولی،

"یہ کیا..... پینسل سے سکیچنگ کر لائی ہو تم.....؟"

"ہمیں کمپیوٹر ڈیزائنر چاہئے' کمپیوٹر ڈیزائن..... سمجھیں"

اس نے ایلف کی طرف پھینکنے والے انداز میں فائل بڑھائی اور سختی سے کہنے لگی۔

جاؤ پہلے فیشن ڈیزائننگ سیکھ کے تو آؤ ایسی بونگی لکیریں تو دس سال کا بچہ بھی کھینچ سکتا ہے۔"

"میری بات تو سنیں" ایلف نے آنکھوں میں آنسو لئے منت کی۔

"دیکھو! ہم لوگ بہت مصروف ہوتے ہیں ہمارے پاس اتنا فضول ٹائم نہیں ہے جاؤ اور پہلے سیکھو پھر ڈیزائن لانا اور ہاں ڈیزائن سافٹ ویئر سے بنائے گئے ہوں کمپیوٹر کی مدد سے"

اسسٹنٹ اتنا کہہ کر کسی سے فون پہ باتیں کرنے میں مصروف ہوگئی۔

نہ چاہتے ہوئے بھی ایلف کو جانا پڑا واپسی کا سارا سفر اس نے روتے ہوئے طے کیا۔

"میری محنت کا ثمر پتہ نہیں کب ملے گا مجھے.....؟؟"

گلے میں پرس ڈالے وہ آنکھیں بند کئے ٹرام میں بیٹھی رو رہی تھی۔

"دنیا بھر کی ساری مصیبتیں مجھے ہی کیوں چمٹتی ہیں.....؟ اب تو مجھے حیرانی ہوتی ہے کہ جب میرے دو دن آرام سے گزرتے ہیں کام ہو ایلف کا اور اسمیں رکاوٹیں نہ ہو..... یہ ہو نہیں سکتا"

کہتے کہتے وہ روتے ہوئے زخمی مسکراہٹ لبوں پہ سجا کر مسکرانے لگی۔ کبھی روتی پھر اپنی قسمت پہ ہنستی خود کو طنزیہ نظر سے دیکھتی اور مالیخولیا کے مریضوں کی طرح اپنے آپ سے باتیں کرنے لگتی.....

ٹرام سے نکلتے وہ جب سڑک پار کر رہی تھی تو کسی سے ٹکرا گئی۔

"معاف کیجئے گا، بے خیالی میں میرا دھیان نہیں رہا۔" جیسے ہی بری طرح ٹکرانے والی ہستی کی طرف اوزان نے دیکھا اس کی تو سانس ساکن ہوگئی۔

سامنے ایلف کھڑی تھی۔ اس کا عشق اس کا پیار۔

چند لمحے وہ دیدار یار سے لطف اندوز ہوتا رہا۔

پھر اس نے کسی خواب کے عالم سے نکلتے وہ فائل نیچے جھک کر پکڑی جو ایلف سے ٹکرانے کے باعث اس کے پرس کی زپ کھلی ہونے کی وجہ سے نیچے گر گئی تھی۔

"واؤ! آپ تو کمال کی فیشن ڈیزائنر ہیں، کھلے صفحوں پہ بنیں Hb2 پینسل سے نمایاں ہوتیں 3D تصویروں کو دیکھتے اوزان نے بے اختیار کیا تھا اور فائل اسے تھمادی۔

"تعریف کرنے کا شکریہ" اوزان کی تعریف سنتے ہی ایلف کے کانوں میں اسسٹنٹ کا جملہ پگھلے ہوئے سیسے کی مانند انڈیلتا محسوس ہوا، اس کی آنکھیں بھر آئیں تھیں۔"

"پتہ نہیں ویسے آپ میرا دل رکھ رہے ہیں یا پھر میری فیشن ڈرائنگ واقعی آپ کو بہت پسند آئی ہے۔ دونوں صورتوں میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں"

فائل پرس میں رکھتے ایلف تشکر آمیز لہجے

pklibrary.com

میں بولی تو اوزان شرمندہ ہوتے کہنے لگا۔

''اب مجھے شرمندہ تو نہ کریں میم..... مجھے آپ کی ڈرائنگ پسند آئی میں نے کہہ دیا، اس کیلئے اگر آپ اتنے بھاری الفاظوں میں میرا شکریہ ادا کریں گی تو میں تو دب جاؤں گا اس بوجھ تلے۔'' آخری جملے پہ وہ مسکرایا تو ایلف بھی مسکرا پڑی.....

نظروں کا تصادم ہوا..... ایک عجیب سا احساس آیا تھا دونوں کو ایک ساتھ، ایلف نے فوراً نظریں جھکا لیں۔

اوزان اس ادا پر کچھ حیران ہوا مگر پھر ایلف کے بارے یہ سوچ کر حیرانی جھٹک دی کہ ہوسکتا ہے کہ اس کی عادت ہو شرمانا۔

''آپ ویسے جا کہاں رہیں ہیں میرا خیال ہے میں نے اتنا قیمتی وقت آپ کا ضائع کر دیا ہے اگر مناسب سمجھیں تو میں آپ کو اپنی گاڑی میں چھوڑ دوں.....؟''

اوزن نے کھلے دل سے پیشکش کی ایلف نے گھبرا کر اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔

''اطمینان رکھئے..... میں شریف انسان ہوں'' ایلف کو اپنا جائزہ لیتے دیکھ کر اس نے جلدی سے وضاحت دی۔

''میں صرف آپ کے لئے کہہ رہا تھا اگر آپ کو مجھ پہ اعتماد نہیں ہے تو میں چلا جاتا ہوں۔''

اوزان اتنا کہہ کر اپنی پارک کی ہوئی گاڑی کی طرف بڑھنے لگا تھا۔ جب پیچھے سے ایلف نے آواز دی۔

''رکئے ذرا..... مجھے بھی لے چلئے..... وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتی عجلت سے اس کے پاس پہنچی تھی، آپ کی پیشکش مجھے دل سے قبول ہے۔''

نئے ماڈل کی سرخ کار کے قریب آتے وہ بولی تو اوزان مسکرا پڑا۔

فرنٹ ڈور کھول کے اسے کار میں بٹھایا پھر ڈرائیونگ سیٹ پر جم کے بیٹھتے کہنے لگا۔

''آپ اپنے فیشن ہاؤس جا رہی ہیں یا.....؟''

اوزان نے اگنیشن میں چابی گھماتے بات ادھوری چھوڑتے ایلف کو دیکھا۔

''اپنا فیشن ہاؤس'' ایلف نے تکلیف کے عالم میں اس کے الفاظ دہرائے۔ پھر سانس بھرتے بولی۔

''گھر میں ایک ہی کمرہ بوتیک کے لئے مختص کر رکھا ہوے میں نے، مختلف گارمنٹس فیکٹریوں اور فیشن ہاؤسز میں بطور ڈیزائنر کام کرنے کیلئے بہت بار اپلائی کیا مگر ناکامی کے علاوہ کبھی کچھ ہاتھ نہیں آیا۔ بوتیک میں کچھ کسٹمرز آجاتے ہیں آس پاس کے محلوں کے تو بس اسی پہ گزارا ہو جاتا ہے۔''

''بہت دکھ ہوا آپ کے حالات جان کر.....''

''اللہ آپ کیلئے آسانیاں پیدا کرے۔''

اوزان نے کار اسٹارٹ کرتے ایلف کو صدق دل سے دعا دی۔

''میرے بابا کا انتقال ہو چکا ہے اور میرا کوئی بھائی نہیں ہے ساری زندگی میں نے بہت زیادہ کمی محسوس کی ہے ان دونوں کی.....''

ایلف گلوگیر لہجے میں بولی۔

''ہمیشہ میرے دل میں یہ خواہش انگڑائیاں لے کر بیدار ہوتی رہی ہے کہ کوئی ہو میرے باپ بھائی جیسا جس کی پناہ گاہ مجھے محفوظ رکھے، جس کا ساتھ ملنے پر میں کھل کے اپنا کام کر سکوں۔''

pklibrary.com

اس کے آبدیدہ ہونے پر اوزان نے جلدی سے کہا۔

"آپ پریشان نہ ہوں، میں آپ کا ہر ممکن ساتھ دوں گا..... میرا ایک دوست ہے میں اس کے پاس لے چلتا ہوں آپ کو..... اپنے گھر میں ہی اس کا زبردست سا فیشن ڈیزائننگ سٹوڈیو ہے، میرے خیال سے وہ آپ کو بہترین گائیڈ لائن دیگا اس کے بارے"

"بہت شکریہ!..... "ایلف اپنے آنسو ہاتھوں کی پشت سے صاف کرتے بولی۔

"ویسے آپ کا نام تو میں نے پوچھا ہی نہیں.....؟

کیا نام ہے آپ کا.....؟"

اس نے اچانک یاد آجانے پر دلچسپی سے پوچھا۔

"میرا نام اوزان ہے۔"

گاڑی احتیاط سے چلاتے وہ گویا ہوا۔ تو ایلف کو وہ نام اتنا پسند آیا کہ وہ بار بار زیر لب اوزان..... اوزان دہراتی رہی۔

اوزان..... آپ میں کچھ بہت خاص ہے ورنہ میں نہ آج تک کسی کے لفٹ دینے پر گاڑی میں بیٹھی ہوں اور نہ ہی کبھی میں نے کسی سے اتنا کچھ شیئر کیا ہے وہ بھی اسپیشلی اپنی باتیں۔"

ایلف صاف گوئی سے اوزان کو بتا رہی تھی، اسے کبھی اپنا نام اتنا پسند کبھی نہیں آیا تھا جتنا اچھا اسے ایلف کی زبان سے اپنا نام سن کر لگا تھا۔

"یہ آپ کی محبت اور حسنِ ظن ہے ایلف" باتوں ہی باتوں میں اوزان نے اس کا نام لے دیا تھا احتیاط کے باوجود۔

"میرا نام کس نے بتایا آپ کو.....؟"

فرنٹ سیٹ پر بیٹھی ایلف کو سو واٹ کا کرنٹ لگا تھا۔

اگر میں اسے بتاؤں کہ اس دن گلاطہ برج کے قریبی ریسٹورنٹ میں میں نے اس کا نام سنا تھا تو اسے برا لگے گا اور یہ سوچے گی کہ میں ہر وقت لڑکیوں کے پیچھے پڑا رہتا ہوں اسے کیا معلوم میں تو بس صرف اس کے پیچھے ہی پڑا ہوں۔

فوراً سے دل میں ایلف کی بات کا جواب سوچتے اوزان نے جلدی سے بات بنائی۔

"میں نے آپ کی فائل پہ دیکھا تھا....."

"اچھا..... اچھا..... ایلف کی حیرانگی اطمینان میں بدل گئی"

"آپ کیا کرتے ہیں.....؟"

اس نے ٹریفک کے اژدہام میں چلتی گاڑی میں بیٹھے بیٹھے سوال داغا.....

"استنبول یونیورسٹی میں پڑھتا ہوں ماسٹرز کر رہا ہوں انٹرنیشنل ریلیشنز میں"

ٹریفک سے گاڑی نکالتے اوزان نے جواب دیا۔

"گڈ"

"اور آپ کے پیرنٹس؟" ایلف نے لمبا راستہ خاموشی سے طے کرنے کی بجائے باتیں کر کے گزارنا چاہا۔

"جی وہ نہیں پڑھتے، فارغ ہو چکے ہیں اس چیز سے"

ایلف اس کی معصومیت پر کھلکھلا کر مسکرا پڑی۔

"میرا مطلب ہے کہ وہ کیا کرتے ہیں میری مراد کام سے ہے "پیشہ" پوچھ رہی ہوں۔"

ایلف نے بڑی مشکل سے مسکراہٹ چھپا کر وضاحت دی۔

"وہ تو پیں چلاتے ہیں"

اوزان کی زبان سے پھسلا۔

pklibrary.com

''ماشاءاللہ.....'' ایلف خاصی متاثر ہوئی۔

''لگتا ہے فوج میں ہوں گے پھر''

اس بار مسکرانے کی باری اوزان کی تھی وہ قہقہہ لگا کر بولا۔

''فوج میں نہیں ہیں، لڑائی کی وجہ سے کہہ رہا ہوں لڑتے بہت ہیں دونوں، ویسے ابھی تو ہاؤس وائف ہیں مگر بابا کام کرتے ہیں گلاطہ برج کے قریب ہی ایک ریسٹورنٹ میں اس کے اونر ہیں اور استنبول میں ایک کیفے کھولا ہوا ہے۔ انہوں نے ہمارا ریسٹورنٹ کی شاخیں ترکی کے کئی شہروں میں موجود ہیں انقرہ سمیت''

ایک جملہ کہہ کر اس نے سنجیدگی سے ساری بات بتائی باقی کا راستہ دونوں نے باتیں کرتے گزارا۔ کچھ یادگار واقعات کچھ حسین یادیں آپس میں شیئر کرتے کرتے انہیں وقت گزارنے کا احساس ہی نہیں ہوا تھا۔

''اتر جائیں'' ایک عالیشان گھر کے سامنے گاڑی روک کر اوزان نے باہر نکل کر ایلف سے کہا۔ وہ باہر نکل آئی اور اس کی ہم قدم ہو کر آگے بڑھنے لگی۔

''کیا خوبصورت گھر ہے''

نیلے پانی والے حسین سوئمنگ پول کے قریب سے گزرتے سبز بیلوں سے ڈھکے گھر پہ ایک نظر ڈالے ایلف مرعوب ہو کر بولی تھی۔

✦✦✦

ارے آئے تن، یہ ایلف کہاں رہ گئی؟ آئی نہیں ابھی۔'' جیسے جیسے وال کلاک کی چلتی سوئیوں پر استلہ کی نظر پڑ رہی تھی ان کا کلیجہ پھٹ رہا تھا۔

''کیوں فکر کر رہی ہیں مام.....'' صوفہ پہ بیٹھ کے ٹی وی دیکھتے آئے تن بے فکری سے بکلاوا کھاتے کہنے لگی۔

''بچی نہیں ہے آپا، آجائے گی''

''اتنا ٹائم ہو گیا ہے آئے تن، پہلے تو کبھی اس نے اتنی دیر نہیں کی۔''

استلہ زرد چہرے سے اس کے پاس بیٹھ گئیں۔

''اللہ کرے میری بیٹی خیر و عافیت سے گھر واپس آجائے''

وہ بار بار مضطرب لہجے میں بڑبڑا کر دعائیں کرنا شروع ہو جاتیں۔

''آپ تو صحیح بات ہے دوسروں کو بھی ڈرا کر رکھ دیتی ہیں وہ بھلا کوئی چھوٹی بچی تھوڑی ہے پانچ فٹ 8 انچ کی لمبی بیٹی ہے آپ کی.....''

آئے تن نے ان کی دعاؤں سے تنگ آ کر بکلاوا میز پہ پڑی پلیٹ میں رکھ دیا اور ہاتھ لہرا لہرا کر بولی۔

''ساری دنیا کی اولاد باہر جاتی ہے کوئی بھی ایسے بے قرار نہیں ہوتا پتہ نہیں کس طرح کی ماں ہیں آپ.....''

''چپ کرو تم.....''

استلہ اٹھ کر بے تابی سے لکڑی کے فرش پر چکر لگانے لگیں۔

''تمہیں کیا احساس ہو میرا..... جب خود ماں بنو گی نا تو پھر پوچھوں گی تم سے.....''

توبہ ہے مام!..... پھولدار فراک پہ سر کے اوپر روایتی انداز سے رومال اوڑھے آئے تن تو خود کو پیٹنے ہی لگ پڑی۔

''کتنی بار کہا ہے آپ سے کہ مجھے اس طرح نہ کہا کریں۔''

وہ رانوں پہ زور دار تھپڑ مارتے ہوئے بڑبڑانے لگی۔

''یا اللہ..... اب یہ لڑکی کیا گل کھلائے گی؟'' پیٹتی آئے تن کو دیکھتے استلہ نے بے بسی

pklibrary.com

سے سر تھام لیا تھا۔

✦✦✦

لوگ کہتے ہیں میں بہت خوش ہوں۔ اتنا مالدار ہوں کہ میں مرسڈیز پہ گھومتا ہوں سمندری غذاؤں کے شوقین افراد میرے ریسٹورنٹ پہ آنا ایک خواب سمجھتے ہیں، میرے کیفے میں کافی پی کے لوگ سوشل میڈیا پہ شیئر کرنا اپنے لئے باعث فخر جانتے ہیں انہیں اگر پتہ چلے کہ میں کروڑوں لوگوں کا پسندیدہ بندہ کیسی زندگی گزار رہا ہوں تو وہ مجھ پہ ترس کھائیں۔

بیت مخمل، کے فرنیچر سے بھرے کمرے میں کاؤچ پر بیٹھے ایشم بجھا ہوا سگریٹ ایش ٹرے میں رگڑ کر راکھ بکھیرتے تاسف سے بولے تھے۔

"اور مجھ سے پوچھو ایشم..... مجھ سے....."

لانگ میکسی میں ملبوس حولیہ چلا کر کہنے لگیں۔

"میں ذرا بھی خوش نہیں ہوں تمہارے ساتھ۔" انہوں نے ڈریسنگ ٹیبل پہ سیٹ کئے پرفیومز ہاتھ مار کر نیچے گرائے۔

"تم ایک ایسا باپ ہو جو ناول میں آئے تو صفحہ پلٹ دیا جاتا ہے تمہارے جیسا شخص سکرین پر نظر آئے تو ریموٹ اٹھا کر چینل بدل دیا جاتا ہے۔"

وہ ڈریسنگ ٹیبل کے قریب ٹرے سٹول کو کک مار کر بولیں۔

"رونا تو اس بات کا ہے ایشم کہ.....

نہ تو میں تمہیں پلٹ سکتی ہوں اور نا ہی بدل سکتی ہوں۔"

"تمہیں میں نے کہا تھا حولیہ کہ تم مجھ سے شادی کر کے کبھی خوش نہیں رہ سکتی۔ پھر کیوں کی تم نے مجھ سے شادی.....؟"

بلیک پینٹ کوٹ کے ساتھ پرنٹڈ ٹائی لگائے ایشم حولیہ کے قریب آ کر انہیں یاد دلانے والے انداز میں بولے تھے، وہ ساتھ ہی ڈھیلی پڑ گئیں۔

"مجھے یہ خوش فہمی تھی کہ تم بدل جاؤ گے"

حولیہ کی آنکھوں میں کرب نمایاں تھا۔

"مجھے خود پہ بھروسہ تھا ایشم..... ان کی آواز رندھ گئی تھی، اور خود سے زیادہ اپنی محبت پہ....."

"مگر....." حولہ نے منہ پر ہاتھ رکھ کر چیخیں روکنے کی کوشش کی۔

"میں ہار گئی، میری محبت بھی ہار گئی اور تم جیت گئے"

ایشم چپ چاپ کھڑے تھے۔

حولیہ خود کو کاؤچ پہ گرا کر زار و قطار رونے لگیں، میری محبت بھی تمہیں ذرا بھی نہیں بدل سکی ایشم ذرا بھی نہیں.....

روتے ہوئے وہ بس یہی جملہ دہرا رہیں تھیں۔

✦✦✦

"اوزگن یہ ایلف ہیں..... انہیں تمہاری ہیلپ چاہئے تھی ڈیزائننگ کے بارے میں"

اوزگن کے گھر میں واقع اس کے فیشن ڈیزائننگ سٹوڈیو میں داخل ہوتے اسے اپنی طرف متوجہ پا کر اوزان نے ایلف کا تعارف کروایا۔

"کون ایلف.....؟"

اوزگن نے فیبرک اور دیگر میٹریلیز سے بھری باسکٹ ڈیسک کے نیچے دیگر باسکٹوں کے ساتھ رکھتے حیرت سے پوچھا تھا۔ اوزان نے آنکھیں باہر نکال کر اسے کچھ کہنے سے روکنا چاہا۔

ایلف دونوں کو دیکھ رہی تھی مگر نا سمجھی سے۔

"خوابوں والی ایلف یا.....؟"

pklibrary.com

اوزگن کی زبان سے پھسلا تو اوزان نے سر تھام لیا۔

''کیا مطلب.....؟''

ایلف نے پرس ڈیسک پر رکھتے باری باری اوزگن اور اوزان کو دیکھا وہ اصل میں اوزان کو خواب میں.....

اوزگن کے ادھورے جملے نے اوزان کو زمین میں گڑ دیا تھا۔

''ایلف نام نظر آتا ہے تو میں مذاق کر رہا تھا کہ اب ایلف حقیقت میں بھی مل گئی تمہیں۔''

اس نے بات سنبھالی تو اوزان کی جان میں جان آئی۔

''آپ سے مل کر خوشی ہوئی''

ایلف نے ایک شاندار مسکراہٹ لبوں پہ سجائے کہا۔

''مجھے بھی''

اوزگن نے متروت نبھائی اور بولا۔

''کیا لیں گے آپ چائے یا کافی.....؟''

اس سے پہلے کہ ایلف شکریہ ادا کر کے انکار کرتی اوزان کرسی پر بیٹھتے بے تکلفی سے کہنے لگا۔

''چائے منگوالو.....''

''ہم تو چائے کے شوقین ہیں صبح شام چائے پیتے ہیں''

''آپ بیٹھیں میں چائے کا کہہ کر آتا ہوں۔''

اوزگن ایلف کو کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود باہر نکل گیا تھا۔

''ویسے آپ کا یہ دوست بڑا عجیب وغریب ہے ایک طرف تو انٹرنیشنل ریلیشنز میں ماسٹرز کر رہا ہے اور دوسری طرف خواتین کے ملبوسات ڈیزائن کر رہا ہے۔''

ایلف ٹانگ پہ ٹانگ چڑھائے کرسی پر بیٹھے اوزگن پر تبصرہ کرتے بولی تو وہ بے اختیار کہنے لگا۔

''دو دن میرے ساتھ گزارو گی تو میرے بارے بھی یہی کہو گی''

''مجھے سے کچھ کہا.....؟''

اس کی بڑبڑاہٹ پر ایلف نے چونک کر اسے دیکھا اوزان نے بھی اسے دیکھا۔

''نہیں، میں نے کچھ نہیں کہا آپ سے''

اس نے نفی میں سر ہلاتے سنجیدگی سے جواب دیا۔

اور پھر سٹوڈیو کا جائزہ لیتی ایلف کو دیکھنے لگا۔ اس کی تھوڑی اٹھی ہوئی تھی چہرہ گول تھا پیشانی قدرے کشادہ جو بہت ہی بھلی لگتی تھی اس پہ..... اس کے دونوں ابروؤں کے درمیان تھوڑے سے بھی بال نہیں تھے اور ابرو کمان کی طرح تیکھے اور اوپر کو اٹھے ہوئے تھے صراحی دار گردن شرٹ کے کالر سے یوں جھانک رہی تھی جیسے ہنس سمندر کو دیکھتا ہے گردن اٹھا کے۔

''چائے آ گئی'' اوزان کا طلسم تب ٹوٹا جب ایلف سبز آنکھوں سے مسکرا کر قدموں کی آہٹ چاپ کی سمت دیکھنے لگی تھی۔

''تم خود چائے بنا کر لائے ہو.....'' اوزان اسے چینک اور ٹیولپ شیڈ گلاسوں والی ٹرے ڈیسک پر رکھتے دیکھ کر تعجب سے پوچھنے لگا۔

''ہاں تو اس میں کیا برائی ہے.....؟''

پرچوں میں گلاس رکھتے اوزگن نے جواباً پوچھا اور پھر اس کا جواب سنے بغیر بولا۔

''زندگی میں رنگ لانے کیلئے چھوٹی چھوٹی چیزوں کا ایڈ کرنا بہت ضروری ہے اوزان..... زندگی بار بار نہیں ملتی اسے پورے عزم سے گزارنا چاہئے، چھوٹے چھوٹے کام سیکھنے سے

pklibrary.com

مزہ آتا ہے لائف میں۔"

"بہت خوب" ایلف کو اس کی بات بہت پسند آئی تھی۔

"یہ لو تم چائے پیو چائے کے شوقین..... چینک سے چائے انڈیلتے اوزگن نے گلاس اسے تھمایا۔

"مجھے تھوڑی رہنمائی چاہئے آپ سے....." چائے کی چسکی لیتے ایلف نے سٹول پر بیٹھے اوزگن سے کہا۔ میں ایک فیشن ڈیزائنر ہوں اور فائن آرٹس میں گریجوایٹ ہوں۔ گھر پہ ہی چھوٹا سا بوتیک ہے میرا۔ لیکن اس میں میری محنت زیادہ لگ رہی ہے مگر اس کا ثمر مجھے اتنا نہیں مل رہا مجھے کیا کرنا چاہئے.....؟"

"میرے خیال سے تو آپ کو فیشن ہاؤسز اور مختلف گارمنٹس فیکٹریوں میں بطور ڈیزائنر کام کرنے کی بجائے اپنے بوتیک پر ہی فوکس کرنا چاہئے۔ اور ایک بات میں آپ کو بتادوں کہ چاہے جو بھی کام ہو ابتدا میں اس پہ محنت زیادہ لگتی ہے مگر پھل کم ملتا ہے یہ مسئلہ تو وقت کے ساتھ ساتھ صحیح ہو جائے گا۔"

اوزگن نے چائے کے دو تین گھونٹ بھرے..... وہ اب اس انتظار میں تھا کہ ایلف اس سے کیا کہے گی اور کیا پوچھے گی..... وہ چاہتا تھا کہ ایلف پوچھے اور وہ بتائے۔

"میں جو بھی ڈیزائن تیار کر کے دیکھاتی ہوں تو لوگ کہتے ہیں جدت لاؤ..... تمہارا کام اچھا تو ہے مگر تمہیں اسے پیش کرنا نہیں آتا اور یہ بات میں خود بھی جانتی ہوں کہ نئے سے نیا ڈیزائن میں سوچ لیتی ہوں مگر جب وہ تیار ہوتا ہے تو بالکل بھی میری توقعات پہ پورا نہیں ہوتا اس میں کمی رہ جاتی ہے حالانکہ میں بہت محنت اور لگن سے ڈیزائن تیار کرتی ہوں۔"

ایلف بھیگے لہجے میں بولی تو چائے پیتے اوزان کے دل کو کچھ ہوا۔

اوزگن اس کی بات سن کر مسکرایا۔

"سب سے پہلی بات تو یہ ہے ایلف کہ خود پہ یقین رکھیں دنیا کا کوئی کام مکمل نہیں ہوتا دوسری بات یہ کہ آپ کی یہ سوچ اس بات کا اظہار ہے کہ آپ لاجواب کام کرنا چاہتی ہیں لیکن یہ ضرور یاد رکھیں ایلف کہ بہترین شاعر کی ساری شاعری لاجواب نہیں ہوتی اچھے سے اچھے کرکٹر کو کروائی جانے والی ہر گیند پہ چھکا نہیں لگتا۔ نامور مصنفین کا ہر ناول ہی شاہکار نہیں ہوتا دنیا کا کوئی بھی کام ہے ناں اسے جب آپ اپنے قیمتی سال دیتے ہو تو ایک ایسا وقت آتا ہے کہ قدرت آپ کے کام کو قیمتی کر دیتی ہے پھر آپ کا سارا کام لوگ قیمتی سمجھتے ہیں مگر پھر بھی اس میں بھی کوئی ایسا کام ہوتا ہے جو عام ہوتا ہے لیکن آپ کی محنت اسے خاص کر دیتی ہے.....!"

"صحیح کہا آپ نے....." ایلف نے دل سے اعتراف کیا

"یقین کریں میں بہت موٹیویٹ ہو گئی ہوں لگ رہا ہے جیسے کسی موٹیویشنل سپیکر کا لیکچر سنا ہے میں نے....."

ایلف کی تعریف پر اوزگن نے اپنے فرضی کالر کھڑے کرتے سر اٹھا کر کہا.....

"بس..... میں نے کبھی غرور نہیں کیا لیکن بندہ میں واقعی کچھ خاص ہوں ہے نا.....؟"

اوزگن نے ٹرے میں خالی گلاس رکھتے اوزان سے تائی چاہی۔

اسکے گھورنے پر وہ بولا۔

"اوزان یار..... کبھی تم بھی تعریف کر دیا کرو اور کچھ نہیں تو بندہ دل رکھنے کے لئے ہی کہہ

pklibrary.com

دیتا ہے۔"

"میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا"

اوزان نے شرارتی لہجے میں کہا۔

"یہی تو جھوٹ ہے کہ میں کبھی..... جھوٹ نہیں بولتا"

اوزگن! ایک منٹ بس ابھی آیا کہہ کر ٹرے اٹھائے جلدی سے باہر نکل گیا تھا۔

"اندر آؤ..... تمہیں پوچھتا ہوں"

اسے پیچھے سے اوزان کی آواز سنائی دی تھی۔

تھوڑی دیر بعد ہی وہ واپس آ گیا ایلف اور اوزان بیٹھے اردگرد کا جائزہ لے رہے تھے۔

"معذرت..... آپ کو انتظار کرنا پڑا اصل میں میں اپنے ہاتھوں سے کام کرنے کا عادی ہوں"

اوزگن ڈریس فورم کے قریب پڑی چیئر کو دھکیل کر اوزان کے قریب لا کر اس پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"نہیں، کوئی بات نہیں، آپ مجھے کچھ چیزیں لکھ دیں جو میرے لئے فائدہ مند ہو سکتی ہیں۔"

ایلف نے ڈیسک پہ پڑی خالی لکھائی والی سادہ سی نوٹ بک اسے پکڑائی۔

"ضرور کیوں نہیں....." گردن جھکا کر تیزی سے لکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں نے اس پہ وہ ضروری اشیاء لکھ دی ہیں جو ڈریس ڈیزائننگ کے حوالے سے آپ کے بہت کام آئیں گی۔"

کچھ منٹوں بعد ہی اوزگن نے صفحہ پھاڑ کر ایلف کے ہاتھ میں تھمایا۔

"اور میرا خیال ہے ایلف جدت لانے کی جہاں تک بات ہے تو ٹیکنالوجی استعمال کریں۔ یہ دیکھیں....."

وہ اٹھ کر اپنے ڈیسک کی طرف آ گیا ڈیسک پر ایک طرف آئرن بورڈ پڑا ہوا تھا جدید طرز کی خوبصورت وائٹ اور پنک کلر کی سیونگ مشین رکھی تھی ساتھ ہی دیوار پہ پگ بورڈ نصب تھا جس میں طرح طرح کی قینچیاں، Tape Measure، پرل ہیڈ، پنز وغیرہ رکھی تھیں۔

اوزگن نے لیپ ٹاپ کھولا۔ ایلف اور اوزان کہنیاں ڈیسک پہ ٹکائے لیپ ٹاپ کی روشن سکرین دیکھ رہے تھے۔

"یہ Fat Paint سافٹ ویئر ہے اور اس سے ٹی شرٹ ڈیزائن کی جاتی ہیں اور یہ کرافٹ شرٹ اور سافٹ ویئر ہے اسے بھی شرٹس ڈیزائن کرنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔"

مختلف کیز پہ انگلیاں چلاتے وہ ان سافٹ ویئر سے تیار کردہ ڈیزائن دکھانے لگا۔

"ان کا رزلٹ تو بہت اعلیٰ ہے" ٹی شرٹ کے مختلف ڈیزائن دیکھتے ایلف متاثر ہوئی۔

"ہاں یہ بات تو ہے....."

اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے اوزگن نے ایک فولڈر اوپن کیا۔

"یہ آٹو ڈیسک ڈیزائن سافٹ ویئر سے ڈیزائن کئے تھے میں نے۔"

ماؤس کو مختلف تصویروں پہ گھماتے اس نے بتایا تو اوزان نے کہا:

"یار یہ ہیں تو بہت خوبصورت..... مگر میرے خیال سے اب ہمیں چلنا چاہئے۔"

آخری جملہ ادا کرتے اوزان نے مرعوب زدہ ایلف سے کہا تو وہ کلائی پہ بندھی گھڑی پہ ایک نظر ڈالتے حیران ہوئی۔

"اُف اللہ..... اتنا وقت گزر گیا ہے۔ یقین

pklibrary.com

کریں پتا ہی نہیں چلا اللہ حافظ.....''

اوزگن نے لیپ ٹاپ بند کرتے دونوں کو باری باری دیکھتے الوداع کہا۔

''آپ کی میزبانی کا بہت شکریہ.....''

اوزگن کا دیا صفحہ تہہ کر کے پرس میں رکھتے ایلف نے تشکر آمیز لہجے میں کہا۔

مجھے آپ سے بہت رہنمائی ملی ہے انشاء اللہ آتی جاتی رہوں گی اب تو۔

کراس کی شکل میں گردن پر پریس کی لمبی سی چین ڈالے وہ اوزان کے پیچھے پیچھے چلی۔

''جی کیوں نہیں ضرور..... یہ آپ کا اپنا گھر ہے جب چاہیں آجایا کریں۔''

اوزگن انہیں سی آف کرتے دروازے تک آگیا تھا۔

''ویسے آپ دونوں اکٹھے بہت ہی پیارے لگ رہے ہیں سچ میں، کہیں نظر ہی نہ لگ جائے۔''

اوزگن کی بات نے ایلف کے سرخ گالوں پر سرخی دوڑا دی تھی اوزان کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

''تمہارے سوا کسی اور کی نہیں لگتی نظر ہمیں اوزگن'' وہ شرارت سے کہہ کر ایلف کو ساتھ لئے گھر سے باہر نکل گیا تھا۔

''آج تمہارے ساتھ ایلف ہے نا تو تبھی تمہاری بولتی نہیں بند ہو رہی۔''

اوزان کو نظروں سے غائب ہوتے دیکھ کر وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے خوشی سے مسکراتے بڑبڑایا تھا۔

✦✦✦

حولیہ صبح سے ملازموں سے صفائی کروانے میں جتی تھیں تھوڑی سی توجہ نے گھر کا نقشہ ہی بدل دیا تھا۔ ماسٹر بیڈ روم سے پاؤڈر بیڈ روم تک۔

ہر جگہ نکھر چکی تھی۔

بالکونی میں رنگ برنگے پھولوں سے سجے پودوں کے گملے رکھ دیے گئے۔

کچن میں نئے برتن آگئے نئے سال کے پہلے دن انہوں نے خاصا اہتمام کر ڈالا تھا۔ نیا فرنیچر۔ خوبصورت ونڈو چائم..... جلتے فانوس اور ترکی کارخانے میں ماہرین کے ہاتھوں تیار ہوئے قیمتی اور مہنگے پالین، نئی چیزوں نے گھر کو نیا روپ بخش دیا تھا۔

حولیہ نے آج خود کھانا لگوایا تھا ڈائننگ ٹیبل کو ڈرائی فروٹس، بنز، پنیر، زیتون، شہد، تازہ پھلوں سے بھرے وہ اوزان اور ایشم کا انتظار کر رہی تھیں۔

اسی انتظار میں وہ ڈائننگ ٹیبل کی گلاس ٹاپ پر ڈرم بجانے کے انداز میں اپنی مخروطی انگلیاں بجا رہی تھیں۔

گونائیڈن امی..... (صبح بخیر) امی

سفید کلر کے باتھ روب میں ملبوس اوزان نہا کر ڈائننگ ٹیبل تک آیا اور اپنی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

''کیسا ہے میرا بچہ.....'' حولیہ نے اس کا چہرہ دیکھتے محبت سے فلائنگ کس کی اور مسکراتے ہوئے اس کے آگے تازہ جوس کا گلاس رکھنے لگیں۔

''میں بہت ہی اچھا ہوں'' اوزان نے گلاس سے سپ لیتے خوشگوار لہجے میں کہا۔

''آپ آج بہت خوش لگ رہی ہیں خیریت ہے.....؟''

وہ محسوس کئے بنا نہیں رہ سکا تبھی پوچھ بیٹھا۔

بس ایسے ہی..... حولیہ نے اسے ٹالنا چاہا۔

''پھر بھی بتائیے ناں.....؟'' اوزان ضدی

بچے کی طرح مچلا۔

''نیا سال کوئی پہلی بار نہیں آیا..... آج سے پہلے نا جانے کتنے سال آئے اور گئے مگر آپ نے ایسا اہتمام کبھی نہیں کیا۔

اوزان نے اپنے آگے بن اور شہد کی کٹوری رکھتے معنی خیز انداز میں کہ..... ظاہر ہے اس اہتمام کی کوئی وجہ تو ہوگی نا.....؟

''ہے وجہ.....'' حولیہ نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے اعتراف کیا۔

''وہ کیا.....؟'' سوالیہ انداز پر اوزان کی سفید پیشانی پر سلوٹیں پڑ گئیں تھیں ذرا سی دیر کیلئے۔

''ایشم کو پانے کی وجہ.....'' گہری سانس لیتے حولیہ نے پانی سے بھری نگاہیں نیچے جھکا لیں۔

''ہمیشہ میں نے خود سے بڑھ کر اسے چاہا ہے اسے خوش رکھنا چاہا میں نے..... مگر وہ کبھی راضی نہیں ہوا تو مجھ پہ..... اور نا ہی تم پہ.....''

حولیہ نے ہچکی لی اور سرخ ناک ٹشو پہ پونچھتی آنسو صاف کئے۔

''ان کی عادت ہی ایسی ہے امی''

اوزان سے چاہ کر بھی بن کھایا نہیں گیا تبھی اس نے پلیٹ میں رکھ دیا۔

''آپ کو اور مجھے کمپرومائز کرنا ہوگا..... اس نے ماں کو غم سے نکالنے کی کوشش کی۔

''میں نے اس کے لئے پتا نہیں کس کس جگہ کمپرومائز کیا تھا.....؟''

حولیہ نے زخمی مسکراہٹ سے جواب دیا۔

''مگر اسے ذرا بھی فرق نہیں پڑا، رتی برابر بھی نہیں''

وہ سخت مایوس تھیں۔

اوزان کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولا

شگفتہ شگفتہ رواں دواں

ابن انشا کے سفر نامے

آج ہی اپنے قریبی بکسٹال یا براہ راست ہم سے طلب فرمائیں

لاہور اکیڈمی

پہلی منزل محمد علی امین میڈیسن مارکیٹ 207 سرکلر روڈ اردو بازار لاہور

فون: 042-37310797, 042-37321690

''امی..... ممکن نہیں کہ جواب تک نہ بدلا وہ آگے بھی نہ بدلے گا۔ اللہ پر یقین رکھیں وہ سب کچھ بدل دیگا اس کے آگے ایشم بابا بھلا کیا چیز ہیں۔''

''صحیح کہہ رہے ہو''

حولیہ کو کچھ تسلی ہوئی، چلو اللہ پاک بہتر کرے تم ناشتہ کرو۔''

انہوں نے اسے ہاتھ روکتے دیکھ کر اصرار کیا۔

''اوزان بیٹا..... اتنی محنت سے میں نے سب کچھ تیار کروایا ہے کھاؤ تو سہی''

''کھا رہا ہوں امی.....'' ایلف کے بارے میں سوچتے وہ بن کھانے لگا۔

''تم تو واقعی بہت کھا رہے ہو۔'' ایلف کے متعلق سوچتے اوزان نے کوئی پانچواں بن لیا تھا جب حولیہ نے اس کی توجہ دلائی۔

''اوہ..... اچھا.....'' اسے خود پہ حیرت ہوئی کچھ دیر بعد وہ جھجکتے ہوئے وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''تم آ گئے''

جمالی لیتے ایشم کو دیکھتے حوالے نے اپنا غصہ چھپایا۔

''ہاں! دل تو نہیں کر رہا تھا مگر پھر سوچا اُٹھ کے ٹیبل تک ہی آ جاؤں صحت کیلئے صحیح ہے۔''

ستے چہرے سے وہ نائٹ گاؤن میں اتنے پژمردہ لگ رہے تھے کہ حولیہ کو برداشت کرنے میں دقت ہو رہی تھی۔

''مجھے بتاؤ ایشم!

آخر تمہارا مسئلہ کیا ہے.....؟''

وہ آگ بگولہ ہوئیں۔

اتنے اہتمام پر تعریف تو درکنار ایشم نے تو کچھ محسوس بھی نہ کیا تھا۔

''میرا مسئلہ محبت ہے..... استلہ سے محبت''

ایشم کی بات پر حولیہ کے جگر میں خنجر کھب گیا تھا۔

استلہ سے محبت میری رگوں میں خون کی طرح دوڑتی ہے سن لو.....

وہ غصے سے بے قابو ہو کر بولے۔

تم چاہ کر بھی اسے میرے دل سے نکال نہیں پائی۔ میں استلہ سے محبت کرتا تھا، کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔

بڑا ہنستا تھا اگنن، وہ اس کے ساتھ شادی تو کر چکا ہے اس کی بیٹی بھی ہو چکی ہے مگر وہ میرے دل سے استلہ کا پیار نہیں مٹا سکا اور نہ ہی مٹا سکتا ہے۔

ایشم کا ایک ایک لفظ حولیہ کا سینہ چیر رہا تھا۔ اچانک ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

آ جاؤ..... استلہ ایک بار مجھے نظر آ جاؤ، میں چھین لوں گا تم سے اگنن کو..... اسے دور کروں گا تم سے۔ پھر تمہیں میرا ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا، کوئی بھی نہیں۔

ان کی بات پر حولیہ نے کانپ کر جھرجھری لی۔

زندگی میں پہلی بار انہوں نے ایشم کا یہ روپ دیکھا تھا۔ وہ برداشت نہ کر پا رہی تھی۔

تمہیں لے آؤں گا میں استلہ.....

خواہ تم زمین کے اندر جا بسو.....

ایشم نے عزم کیا تو حولیہ کا دل کسی نے مٹھی میں لے لیا تھا۔

باقی اگلے ماہ

pklibrary.com

خواب اور خواہش

کشف بلوچ

pklibrary.com

''تہجد کے وقت اٹھنے والوں کی پیشانی پر صبح کا روشن ستارہ چمکتا ہے۔''

بستر پر اونگھتی ثریا دادی کے اس جملے پر چونک گئی اور اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ یقیناً یہ جملہ اسے ہی سنایا گیا تھا۔

کچے کمرے میں بنے مٹی کے چولہے میں آگ جل رہی تھی۔ اوپر چائے کا پتیلہ چڑھا ہوا تھا۔ ثریا کی ماں آٹے کے پیڑے بنا رہی تھی۔ جبکہ دادی آگ جلاتے ہوئے اس کی چھوٹی بہن پروین سے بات کر رہی تھی۔

''نجانے یہ بچپن اور بڑھاپے کی نیند کی زندگی اتنی مختصر کیوں ہوتی ہے۔۔؟'' ثریا دوبارہ رضائی اوڑھے سوچنے لگی۔ وہ دونوں فجر کی اذان کے ساتھ ہی اٹھ بیٹھتیں، جبکہ ثریا دیر تک بستر پر پڑی رہتی اور صبح صبح چھوٹی بہن اور دادی کی باتیں سن کر برے برے منہ بناتی۔۔

''ہیں سچ دادی۔۔۔؟'' پینو کی حیرت میں ڈوبی ہوئی آواز پر اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ پینو کے سوال تو کبھی ختم ہی نہیں ہوتے تھے۔

''بوڑھے لوگ جھوٹ نہیں بولتے پینو۔''

دادی کے جواب دینے کی دیر تھی کہ پینو کا اگلا سوال بھی حاضر ہو گیا۔۔

''وہ کیوں دادی۔۔۔۔؟''

وہ پچھلا سوال بھلا کر نئے کے پیچھے پڑ گئی۔

''کیونکہ ان کے پاس وقت محدود ہوتا ہے۔'' دادی نے جواب دیا۔۔

''وہ بھلا کیسے۔۔۔۔؟''

پینو کا اگلا سوال بھی حاضر تھا۔

''تم نے کبھی امتحان دیا ہے۔۔؟''

دادی نے پینو سے پوچھا۔

''ہاں نا۔۔۔ دادی تم بوڑھی ہو گئی ہو۔ اس لیے تو بھول گئی کہ ابھی میں نے پچھلے سال تیسری کا امتحان پاس کیا تھا تبھی تو چوتھی میں داخل ہوئی۔''

پینو ان کی کمزور یادداشت پر کھلکھلا دی۔

''تو پھر تمہیں معلوم ہو گا کہ کمرہ امتحان میں تین گھنٹوں کے پرچے میں جب آخری پندرہ منٹ رہ جائیں تو کیا کیفیت ہوتی ہے؟''

چولہے سے چائے اتارتے ہوئے دادی نے آزردگی سے کہا۔ پینو نے حیرت سے انہیں دیکھا۔ اس کی معصومیت سے لبریز آنکھیں دادی کے ماتھے پر موجود گہری لکیروں کے جال میں الجھ گئیں۔

''تم نے بتایا نہیں دادی جلدی اٹھنے والوں کی پیشانی پر صبح کا ستارہ کیوں چمکتا ہے۔؟''

پینو نے حیرانی سے پوچھا۔

''کیونکہ وہ رب کی طرف سے جلدی اٹھنے کا انعام ہوتا ہے۔ ایسی اجلی پیشانی والا ہمیشہ بامراد رہتا ہے۔''

دادی نے چائے چھنک میں ڈالی اور پھر ثریا کی طرف دیکھا۔ اس سے پہلے کہ دادی ہمیشہ کی طرح دیر سے اٹھنے والوں کی خصلتیں گنواتی، وہ آلکسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

باڑے کے دروازے سے بکریاں اور ان کے میمنے جھانک رہے تھے۔ جبکہ لکڑی کے ٹوکرے میں قید مرغیاں اسے باہر نکلتا دیکھ کر پھڑ پھڑانے لگیں۔

وہ برگد کے پیڑ سے بندھی بھوری بھینس کی شکوہ کناں نظروں سے آنکھیں چراتی، ہینڈ پمپ پر وضو کرنے لگی۔

پلاسٹک کی تار پر لٹکتے سوکھے کپڑے، چارہ کاٹنے والی مشین کے گرد گھاس کا ڈھیر اور جھوٹے برتن اس کی فرصت کے منتظر تھے۔

یقیناً اس کے مقدر میں لکھی خوشیاں بھی اس زمین کے کسی گوشے میں اس کی منتظر ہوں گی۔''

وہ ناشتہ کر کے باہر آئی تو صحن میں موجود اپنے حصے کے ادھورے کام نبٹاتے ہوئے وہ آزردگی سے سوچنے لگی۔

یہ پنڈ گنگن پور تھا۔ یہاں کے ہر دوسرے گھر میں جانور موجود تھے۔ مرد صبح سویرے جانوروں کو چرانے قریبی کھیتوں میں لے جاتے جبکہ عورتیں گھر کے کام نمٹانے کے بعد پنڈ کے قریب خالی میدان میں اپلے تھاپنے چلی جاتیں۔ یہ زمین سب کی سانجھی تھی۔ بچے یہاں کرکٹ اور گلی ڈنڈا کھیلتے اور شام ہوتے ہی یہ میدان مردوں کی بیٹھک کے کام آتا۔

میدان کے دوسری طرف کھیت شروع ہو جاتے۔

ثریا دادی کے ساتھ مل کر دیوار پر اپلے تھاپ رہی تھی۔ پاس ہریالی میں چرتے جانور گھاس پر منہ مارتے مارتے کہیں سے کہیں نکل جاتے اور ندی نالوں میں پیر ڈبوئے یا پھر پگڈنڈی پر گھاس کے گٹھڑ پر کمر ٹکائے بزرگ جوانی کے قصے سنانے میں مگن تھے۔ وہ ان دیکھی جوانی کہ جن کے بیشتر قصے من گھڑت ہوتے۔ جو صرف ان کی ذہن میں ظہور پزیر ہوئے تھے اور وہیں ہمیشہ کے لیے دفن ہو جاتے۔ جنہیں سن کر اکثر نوجوان بظاہر ادب سے مسکراتے ہوئے سنتے مگر اندر ہی اندر کہیں ہنسی پھوٹتی رہتی۔

کھیتوں کے اختتام پر جہاں پنڈ کی حکمرانی ختم ہوتی اور شہر کا راج شروع ہوتا اس پختہ سڑک کی دھول میں ہی بالا گم ہو گیا تھا۔

ہمیشہ کی طرح آج بھی بالے کو یاد کر کے ثریا کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

بالا اس کا تایا زاد تھا۔ وہ شہر میں نوکری کرنے گیا تھا۔ بالا جب پہلی بار شہر گیا تو چند دن بعد ہی کسی بڑے آدمی کے ساتھ چمکتی ہوئی گاڑی میں بیٹھ کر آیا۔

بالا بڑے صاحب کی فرمائش پر پنڈ کی تصویریں کھینچنے لگا۔ وہ کھیت میں موجود آک کے پودے کے ساتھ فوٹو بنانے میں مگن تھا جب فقیر بابے کی بات سن کر وہ کبھی مڑ کر نہیں آیا۔

''اگر تیرا رزق پنڈ میں ہی لکھا ہوا تھا تو تجھے شہر کے پاؤں کیوں پڑنا پڑا۔۔۔؟''

ثریا کے اپلے بناتے ہاتھ رک گئے اور وہ دن یاد آ گیا جب بالے نے پہلی بار شہر جانے کی بات کی تھی۔

وہ اس دن تائی کرموں کو بھوری بھینس کی بوہلی دینے آئی تھی جس دن پہلی بار بالے نے تایا کرم دین سے شہر جانے کی بات سرگوشی میں کی تھی مگر تایا نے تو شہر کا نام سنتے ہی اتنا شور مچایا کہ سارا پنڈ اکٹھا ہو گیا۔

اتنا شور تو کوے بھی نہیں مچاتے ہوں گے۔

نجانے کیوں ثریا کو اس دن پنڈ پہلی بار اچھا نہیں لگا۔ اگر یہاں گھروں کے بیچ دیواریں ہوتیں تو آج آواز باہر تو نہ جاتی۔

شہر کی خوراکیں منافقت کے بیج سے اگتی ہیں۔ تو زیادہ دن جی نہیں پائے گا۔''

تایا نے اسی وقت دادی کو بلوا لیا۔ وہ بھی پینو کا ہاتھ پکڑے وہیں آ بیٹھی اور بالے کو پیار سے سمجھانے لگی۔۔

لیکن وہ خاموش بیٹھا چارپائی کے بان کو تنکا تنکا کرتا رہا۔

''وہاں کے پکے مکانوں میں نفسا نفسی کی ایسی سیلن چڑھی ہے کہ بندہ تنہائی کا زہر چاٹتے چاٹتے کسی بھربھری دیوار کی مانند ڈھ جاتا ہے۔''

بابا فقیر ہر روز صبح کسی نہ کسی گھر میں جا کر کھا پی لیتا۔۔ اس روز اتفاق سے وہ بھی وہی

تھا۔اس نے بھی لاٹھی ٹیکتے ہوئے آنکھیں بند کر کے کہا۔

مگر تب بھی اس کا جھکا سر نہ اٹھا۔

باری باری پنڈ کے ہر سیانے نے اسے شہر کی برائیاں انگلیوں پر گنوا دیں۔مگر وہ چپ سادھے بیٹھا رہا۔۔

کچھ لوگ جھکے سر دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ سر میں بھرا خناس ختم ہوگیا ہے۔لیکن نہیں جانتے خواہشوں سے دستبردار ہونا اتنا آسان نہیں ہوتا۔

صبح صادق کی اولین ساعتیں ابھی زمین پر سجدہ ریز بھی نہیں ہوئی تھیں کہ بالے کی چارپائی خالی ہوگئی۔

لال مسجد کے اکلوتے باریش موذن نے شہر کی پکی سڑک پار کرتے ایک مسافر کی گواہی دی تو تڑپتی ماں نے کلیجہ پیٹ ڈالا۔ پنڈ کے حافظے میں محفوظ بے وفاؤں کی فہرست میں اضافہ ہوتے ہی اس کی بوڑھی کمر اور جھک گئی۔شہر کا سینہ اور چوڑا ہوگیا۔

پنڈ کو اتنا نقصان تو زمینوں میں تیزی سے لگتے سیم وتھور سے نہیں ہوا جتنا پچھلے برسوں میں کھیتوں میں ہل چلاتے بوڑھوں کو اکیلے کام کرنے سے ہوا تھا۔

ثریا بھی پنڈ کی طرح انتظار کی فصل کاٹنے لگی۔

کبھی کبھار وہ کام کرتے ہوئے چونک پڑتی۔ یوں لگتا جیسے دیوار پر اپلے نہیں ہجر کے دن تھاپ رہی ہو۔

وہ اکثر اونچے ٹیلے پر ایڑیاں اٹھا اٹھا کر پکی سڑک پر تیزی سے گزرتی گاڑیوں کو دیکھتی، جو جانے والوں کی طرح کچی سڑک کی آنکھوں میں دھول جھونک کر گزر جاتیں۔

اسے انتظار کی کھیتیوں میں امید کے بیج بوئے کئی سال بیت گئے۔ ہر رات آس کے بادل ٹوٹ کر برستے اور کنارے جل تھل کر دیتے،مگر یقین کی کونپل تک نہ پھوٹی۔"

اس نے اپنی منشا سے خود کو انتظار کی صلیب پر نہیں چڑھا رکھا تھا۔اس کے پلو میں بالے کے ساتھ بیتے کئی خوشگوار لمحے اور اس کے اقرار بندھے تھے۔

اگرچہ جاتے وقت اس نے مڑ کر انتظار کرنے کو نہیں کہا تھا۔مگر وہ کیسے پلو سے بندھے اقرار کھول کر پھینک دیتی۔لڑکیوں میں یہ خو کہاں۔۔۔؟

یہ وہی ہرجائی تھا جو چپکے سے رات کے آخری پہر اس کا سب کچھ چرا کر پنڈ کی حدوں سے دور چلا گیا۔

وہ اکثر اداسی سے سوچتی۔۔

کاش جاتے وقت اس کی ہتھیلی پر انتظار کا کوئی کھوٹا سکہ رکھ جاتا تو وہ اسے سینت سینت کر رکھتی۔"

ان کا رشتہ محض زبانی کلامی کا تھا۔۔

اور ایسے رشتے تو پانی کے بلبلے ہوتے ہیں۔ادھر پھوٹے اور ادھر ختم ہوئے۔

اگرچہ پنڈ میں رشتوں کے نرخ شہر کی طرح بڑھے تو نہیں تھے۔مگر جس تیزی سے پنڈ نے اپنے بیٹے کھوئے تھے۔اس کی منڈی میں رشتوں کی وہ قدر و منزلت نہیں رہی تھی۔

اس کے کھوئے انداز دیکھ کر دادی کے دل سے ایک ہوک نکلتی۔اس کی ایما پر تو یہ رشتہ طے ہوا تھا۔یہ ان کی دلی خواہشیں ہی تو تھی۔

یہ ہر دادی کی سوچی سمجھی سازش ہوتی ہے۔اپنے پوتوں پوتیوں کی صورت اپنے بچوں کو ایک دوسرے کے قریب رکھنے کی ایک معصوم سی سازش۔

pklibrary.com

اب وقت جیسے پنکھ لگا کر اڑنے لگا تھا۔ لیکن جس نے نہیں آنا تھا، وہ نہیں آیا۔۔ ہر گزرتا دن اس کے وجود میں کانچ کے ٹکڑے اتارنے لگا۔ مگر اس کا وجود جامد تھا۔ پپوٹے تھکن کے باعث جھکے ہوئے تھے۔ اور اس سے پہلے کہ اس کا سر چاندی کے تاروں کی لپیٹ میں آجاتا۔ تایا اپنے آخری سفر پر روانہ ہوگیا۔

✦✦✦

''ہمیں اس کے جانے کا کوئی دکھ نہیں۔''

تایا اس کے شہر جانے کے کئی سالوں تک یہی کہتا پھرتا رہا مگر جوں جوں وقت گزرتا گیا۔ کھیتوں میں اکیلے ہل چلاتے ہوئے بار بار اس کے کندھے کے مہرے کھسک جاتے اور پھر جاڑے کے دن اسے چارپائی پر گزارنے پڑتے۔

ایسے میں کھیتوں سے آنے والی فصل اتنی کم ہوگئی کہ فصل کی کٹائی پر دیگوں کے منہ کھول دینے والے تایا کی اپنی فوتگی کے دن ایک دیگ چڑھی۔۔

سب لوگ اسے قبر میں اتارنے تک مڑ مڑ کر پیچھے اڑتی دھول میں بالے کا چہرہ تلاش کرتے رہے۔ مگر اطلاع کیسے جاتی اور بھلا کون دیتا۔ پنڈ والے شہر جانے والوں سے ناطہ توڑ دیتے اور دل پر بھاری سل رکھ لیتے۔

ثریا بھی خاموشی کے گھونٹ بھر کر رہ گئی۔

لیکن سنا تھا کہ پنڈ میں بنے نئے ڈاکخانے کے ڈاکیے نے دو ماہ بعد ہی تائی کرموں کو چپکے سے ایک خط پکڑایا تھا۔

ثریا خط کے بارے میں تائی کرموں سے نہ پوچھ پائی، کیونکہ انہیں دنوں دادی کا چالیسواں تھا اسے ان دنوں کاموں سے فرصت نہ ملتی۔

تایا کے جانے کے بعد دادی کئی دنوں تک اداس پھرتی رہی اور پھر تھک کر زندگی کی طرف لوٹ آئی۔ دادی کو کوئی خاص بیماری نہ تھی۔ ابھی تو پورے پنڈ کو اپنے ننگے پیروں سے ناپتی پھرتی تھی۔

چھوٹے موٹے زنانہ مسائل تو وہ چٹکیوں میں ڈاکٹرنی کے آنے سے پہلے نبٹا لیتی۔

مگر وہ یوں آناً فاناً رات کے چڑھے تاپ سے ہار جائے گی، یہ کسی کے ذہن میں بھی نہ تھا۔

شام کی اذان سے پونا گھنٹہ پہلے ہی ثریا کو دونوں ہاتھوں سے سر کھجاتے دیکھ کر دادی نے جھٹ پکڑ کر اپنے آگے بٹھایا اور تیل کی شیشی لیے اس کے سوکھے بالوں کو تر کرنے لگی۔

اتنی تیزی سے کہ اتنا دم تو اس کی جوان پوروں میں بھی نہ تھا۔

مانگ کی بائیں جانب شاید تیل لگاتے ہوئے دادی کی انگلیاں لرزنے لگیں۔

یہ لرزہ اتنا بڑھا کہ اسے بند آنکھیں کھولنی پڑیں۔

دادی۔۔۔'' ان کی سوکھے چمڑے والی خشک انگلیاں مانگ کے بائیں جانب سفید گچھے میں پھنسی ہوئی تھیں۔

اس کے بعد لرزتا وجود کانپنے لگا۔

ان کے تیل میں لتھڑے ہاتھ دھلوانے سے لے کر انہیں بستر تک لانے تک کا ناپنا اتنا شدید ہوگیا کہ اسے دادی کے نحیف وجود پر دوسری رضائی ڈالنی پڑی۔

اسو کے دن تھے جب گرمیاں اور سردیاں آپس میں بغل گیر تھیں۔ نجانے دادی کے بدن کو کس دکھ کی ٹھنڈ لگ گئی کہ وہ بیچاری چند دن بہ مشکل جی سکی۔

بالا نہ تو دادی کے مرنے پر آیا اور نہ ہی باپ

pklibrary.com

کے جنازے کو کندھا دے سکا۔

وہ سارا دن گندم کو چھاج میں صاف کر کے سنبھالتی رہی۔ جو دادی کے چالیسویں کے دن گندم کے حلوہ کی دیگیں پکانے کے کام آتی۔

گھر میں آتے جاتے لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ خط میں یہ سطریں بھی لکھی تھیں کہ میں شہر میں چاندی کے مینارے ڈھونڈتے ڈھونڈتے جوانی کھو بیٹھا ہوں اور اپنی واپسی کی راہیں کھوٹی کر بیٹھا ہوں۔

یہ سن کر ثریا کے دل پر جیسے گھونسا پڑا۔

بھینسیں نہلاتے وقت اس کے کان میں کسی عورت کی آواز پڑی جو گھنے کیکروں کی چھاؤں میں لسی سے مکھن نکالتی اس کی ماں سے کہہ رہی تھی مگر نظریں بھینس کے سیاہ جسم پر رکے اس کے ہاتھ پر تھیں۔

"دیکھو تو ثریا بے چاری کے مکھن جیسے سفید ہاتھ کیسے کھردرے اور سیاہ پڑ گئے ہیں۔"

ثریا نے مڑ کر دیکھا عورت کی نظروں میں تاسف تھا اور اس کی ماں کی آنکھوں میں آنسو۔

سچ تھا کہ اس عورت نے کیونکہ کھلیانوں سے غلے کو اکٹھا کرتے اور بھوسہ اڑاتے ہوئے پلے تو اس کے بھی کچھ نہیں رہا تھا۔"

گھر سے کھیتوں، کچی پگڈنڈیوں اور میدان میں اپلے تھاپنے کے دوران ہی تو جوانی کی پونجی خرچ ہو گئی۔ ثریا کا من بھاری ہونے لگا۔

اور پھر لڑکی ذات کی جوانی تو صبح کا ستارہ ہے۔ ادھر نکلا ادھر ڈوب گیا۔

چالیسویں کے دو ہفتے بعد ہی تائی کرموں کے گھر دادی کے ایصال ثواب کا زردہ چڑھا۔

بڑے پتیلے میں پانچ کلو کے چاولوں پکاتے ہوئے ثریا کو زردے کا رنگ ہلکا لگا۔

اسی دوران زردے رنگ کی تلاش میں تائی کرموں کے ٹرنک میں تڑے مڑے خط سے جھانکتی بالے کی تصویر اس کے ہاتھ لگی۔

نجانے کیوں دیر تک وہ تصویر اس کی آنکھوں میں گھومتی رہی اور وہ چاولوں میں چمچے بھر بھر کر مزید رنگ ڈالتی رہی۔

زردیاں گھلے بالے کا چہرہ دیکھ کر اسے چاولوں کا رنگ پھر پھیکا لگنے لگتا۔

وہ پچیس سالوں میں پچاس برسوں کا بوڑھا نظر آ رہا تھا جس کا سارا رنگ روپ مشقت نے چوس لیا ہو۔ کنپٹیوں سے شروع ہوئی سفیدی نے سارے سر کو اپنے لپٹ میں لے لیا اور تصویر میں کندھے یوں جھکا کر کھڑا تھا کہ جیسے ان پر جہاں بھر کا بوجھ دھرا ہو۔

مگر اس کی شکل دیکھ کر اسے اپنے گھر میں لگی چارہ کاٹنے والی مشین یاد آ گئی۔

جس کی ہتھی ثریا کا شباب پی گئی۔

پچھلے دنوں گندم کی کٹائی خوب ہوئی تو ابا نے گھر میں بجلی سے چلنے والی مشین لگوالی۔

وہ بٹن پر ہاتھ رکھتی تو مشین لمحوں میں گھاس کو کچر کر رکھ دیتی۔

پرانی مشین برآمدے کے ایک کونے میں پڑی رہ گئی۔ دن گزرتے گئے اور اس کا رنگ اڑتا گیا۔ زنگ چڑھتا گیا۔ مکڑیوں نے اس پر ایسے جالے بنے کہ اصلی حالت کا پتہ تک نہ چلتا۔

اسے لگا بالا شہر جا کر ویسی مشین بن گیا تھا۔

✦✦✦

بدلتی رت نے کروٹ بدلی۔ نالیوں پر سبزہ اُگ آیا۔

بہت سی اجاڑ راتوں کے بعد نیند نے آنکھوں میں ایک دم ہلہ بول دیا۔ نیند خوابوں کی انگلی تھامے اس کی آنکھوں میں آن بسی مگر خواب ندارد۔

خواب دیکھنے کی بھی ایک عمر ہوتی ہے،

pklibrary.com

خواب تو کچی عمر کی منڈیر کا پنچھی ہے۔"

اور پھر ثریا کے پاس خواب دیکھنے کا وقت کہاں۔

اس کے باپ کو جیسے دادی کے گزرنے کا انتظار تھا۔ چند ماہ گزرنے کے بعد ہی پہلے آئے رشتے پر فوراً ہاں کردی۔ اس کا باپ جان گیا تھا کہ اب کا بالے کا انتظار کرنا فضول ہے۔ جو اپنے باپ کو کندھا نہ دے سکا، وہ کسی اور کا سہارا کیا بنتا۔۔

شادی کے بعد ثریا کو اپنے گھر میں بھی مصروفیت گھیرے ہوئے تھی۔ اس کا شوہر کھیتوں میں گندم کی بوائی میں مصروف تھا۔ اور اس کی بیٹی تاجو موسمی بخار کے باعث خاصی چڑچڑی ہوگئی تھی۔

ساری ساری رات اسے جگائے رکھتی۔ وہ صبح سویرے اسے اپنی ماں کے حوالے کرکے شوہر کے لیے کھانا تیار کرتی اور پھر دوپہر ہوتے ہی ریوڑ کو ہانکتی کھیتوں میں پہنچ جاتی۔

رحیم قدرے کم گو اور اپنے کام سے کام رکھنے والا بندہ تھا۔ کھانے کے دوران بس اس کے منہ سے کچی پیاز کترنے کی آواز ہی سنائی دیتی۔

جفاکش کسان تھا شاید کھانے کے بعد کھیت میں باقی رہ جانے والے کاموں کے تانے بانے بنتا رہتا۔

دور نیلے گگن پر بٹی ہوئی بدلیاں گھومتیں اور چھاؤں میں سستاتے بیل اپنے خوبصورت دم ہلاتے۔

ایک پیڑ سے دوسرے پیڑ پر بیٹھتے کوے للچائی نظروں سے چنگیر میں پڑی روٹی کو تکتے۔

ایسے میں وہ رحیم کے کھانا کھانے تک اپنے دوپٹے سے مکھیاں اڑاتے ہوئے کھیتوں کے اس پار خالی خالی نظروں سے سڑک کو گھورتی رہتی اور اس کی نظروں کے سامنے وہ لفظ گھومنے لگتے، جو تائی کرموں کے ٹرنک میں پڑے بالے کے خط میں لکھے تھے۔ اس نے خط میں لکھا تھا۔

رات کو روشنیوں سے جگمگاتی پکی سڑک کے پاس، جہاں میں نے پنڈ کو پیچھے چھوڑا تھا۔ اپنے گھٹنوں میں سر دیے پہروں اس بچے کی مانند روتا ہوں، جو خواہشوں کی رنگین تتلیوں کو پکڑنے کے لیے بہت دور آ گیا ہو اور پھر شام کو گھر جاتے ہوئے ماں کی ناراضگی کے ڈر سے کانپ رہا ہو۔"

✦✦✦

شادی ہو جانے کے بعد ثریا کو بالا اتنی شدت سے تو یاد نہ آتا مگر جب بھی اس کی نظر پکی سڑک پر پڑتی، اس کے من میں اس کی یاد کا چرخہ گھومنے لگ جاتا۔

کھانا کھانے کے اس کا شوہر رحیم بچ جانے والی روٹی کے ٹکڑے کرنے لگتا۔ ٹکڑے زمین پر بکھرے دیکھ کر درختوں پر بیٹھے پرندے نیچے اتر آتے۔۔

رحیم نالے کا پانی اوک میں بھر کر پیتا اور پھر بیلچہ اٹھا کر کھیتوں میں کام کرنے لگ جاتا۔ تب ثریا بھی اٹھ کھڑی ہوتی اور آنکھ کی سطح پر ابھرے پانی کو پیچھے دھکیل دیتی۔

ہم سب کو خوابوں کی وہ گٹھڑی جو ہم عمر بھر کسی متاعِ جاں کی طرح سنبھالے پھرتے ہیں، زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر چھوڑنی پڑتی ہے۔

کبھی اپنی مرضی سے اور کبھی مجبوری سے۔"

ثریا نے پکی سڑک کی طرف آخری بار دیکھا، ایک سرد آہ بھر کر خالی برتن سر پر رکھے اور پھر گھاس پر منہ مارتی، بکریوں کو گھر لے جانے کے لیے ہانکنے لگی۔۔۔

زندگی نے اب یونہی چلنا تھا۔

✦✦✦

ممی کی تیسری آواز پر معاذ نے بڑی بے زاری سے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا۔

''یہ کون سہ دور ہے ممی دور دراز کی رشتے داریاں نبھانیں کا۔''

''دور کوئی بھی ہو تعلیمات نہیں بدلا کرتیں اور ہمارے مذہب میں گھر آئے مہمان کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھنے کا حکم ہے۔'' ممی کپ لبوں سے لگا کر پہلا سپ لیتے ہوئے بڑے رسان سے بولیں۔

''تو اللہ کا شکر ہے ہم گھر آئے مہمان کے ساتھ اچھا ہی سلوک کرتے ہیں۔'' وہ گہرا سانس لے کر رہ گیا۔

''دیکھو معاذ بیٹا..... فریال اور ذکی دوسری بار پاکستان آ رہے ہیں اپنے ایک پروجیکٹ کے سلسلے میں..... انہیں خوب اچھے سے گھمانا پھرانا..... وہ دونوں بے چارے لاسٹ ٹائم پہلی بار جب پاکستان گھومنے آئے تھے تو نادیہ کے والد کا انتقال ہو گیا وہ گھر سے نکل ہی نہیں سکی اور اب نادیہ نے اسپیشل انہیں پاکستان گھمانے کے لئے کہا ہے۔'' ممی کے سنجیدہ سے انداز پر معاذ نے بال کھجا کر بادل نخواستہ اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ پہلے ہی ان کی دور دراز کی رشتے داریاں نبھانے سے تنگ تھا۔ خاندان بھر کو اکٹھا کرنے اور سب کو جوڑ کر رکھنے کا ان کو ایک عجیب اور انوکھا شوق تھا۔ مگر اس کا ذرہ بھر بھی اثر معاذ نے اپنی ذات میں نہیں لیا تھا وہ ممی کے برعکس ہجوم اور رشتوں سے دور بھاگنے والا انسان تھا۔ رسماً علیک سلیک سے زیادہ معاذ نے کبھی کسی سے آگے بڑھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ جتنا وہ رشتے داروں سے دور بھاگتا تھا ممی اتنا ہی ڈرائینگ روم کی رونق بڑھائے رکھتیں۔ آئے دن کھانے پر کوئی نہ کوئی گیسٹ انوائٹ ہوتا۔

pklibrary.com

چاہ نہ سہی چائے سہی

زرقا بھٹی

pklibrary.com

چائے پر تو تقریباً روز ہی ایک دو خاتون مدعو ہوتیں۔ اس کی بنیادی وجہ ممی کے شوق کے ہمراہ ان کی این۔ جی۔ او بھی ہے۔ وہ ایک سوشل ورکر وہیں اور نچلی سطح پر ایک این۔ جی۔ او بڑی کامیابی کے ساتھ چلا رہی تھیں۔ ان کے تعلقات اور سوشل بینک بہت وسیع تھا۔ فریال اور ذکی کے آنے کی خبر اس پر بھاری بم بن کر گری کیونکہ وہ صرف یہاں آ نہیں رہے تھے بلکہ اس کی Services بھی لینا چاہ رہے تھے گھومنے پھرنے کے لئے جبکہ وہ اس طرح کی کسی بھی قسم یک Services Provide کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ پہلی بار اسے شدت سے یہ احساس ہوا۔

''کاش اس کا ایک بھائی بھی ہوتا۔'' تو وہ یہ ذمہ داری اس کے کندھوں پر ڈال کر خود آرام سے سبک دوش ہو جاتا مگر آج یہ اکلوتا ہونا اسے زہر لگ رہا تھا جو احساس کبھی اس کا فخر تھا..... اور فخر بھی وہ جو اس کا سر کبھی جھکنے نہیں دیتا تھا۔ گردن کو ذرا جھکا کر جنبش دیتا وہ بینک جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا جب ممی نے اس کے سکون پر ایک اور ضرب لگائی تھی۔

''آج جلدی آ جانا شام کی فلائٹ سے وہ دونوں پہنچ رہے ہیں۔''

''میرا ان کی فلائٹ سے کیا تعلق؟'' وہ جھنجلا کر بولا۔

''ایرپورٹ لینے تو ظاہر ہے میں جاؤں گی لیکن ایسے اچھا تھوڑی نہ لگتا ہے..... وہ پہلی بار گھر آئیں اور گھر پر کوئی نہ ہو۔'' معاذ نے ٹھنڈی آہ بھر کر خود کو کول ڈاؤن کیا۔

''تم جلدی گھر آ رہے ہو معاذ Thats Final'' کپ میز پہ دھرتے ہوئے ممی کا انداز حتمی تھا۔

''خدا حافظ'' دانت پیس کر معاذ سیل فون اور کار کی چابی راؤنڈ ٹیبل سے اٹھا کر باہر نکل گیا۔ ممی کی مہمان نوازی سے اسے ایسے ہی کوفت ہوتی تھی۔ ٹھیک ہے اگر انہیں پسند ہے مہمانوں کے ساتھ بیٹھنا، اٹھنا، ٹائم دینا، گھمانا پھرانا، ان کی ہر طرح سے عمدہ مہمان نوازی کرنا مگر اسے تو نہیں تھا پھر بھی ہر بار وہ اسے گھسیٹ لیتیں چاہے لاکھ بار وہ اپنے انداز سے ناپسندگی کا اظہار کرے۔ وہ صاف بولتا بھی کہا تھا بس تابعدار اولاد کی طرح خود سے لڑ کر بمشکل اثبات میں سر ہلا دیتا۔ اندر چاہے جتنا مرضی طیش، کوفت، بے زاری اور بے سکونی کے طوفان ٹھاٹھے مارے مگر لب ہمیشہ ماں کی فرمانبرداری پر ہی کھلتے۔ اب بھی وہی طوفان اس کے اندر ٹھاٹھے مار رہا تھا مگر وہ ہمیشہ کی طرح بے بس، لاچار اور خاموش باہر نکل گیا۔

✦✦✦

ٹوں..... ٹوں..... ٹوں

مائیکرو ویو سے گونجتی اس خاص ٹون نے معاذ کو گویا چیخ کر بتایا کہ کھانا گرم ہو گیا ہے۔ سلاد کی پلیٹ شیلف پہ رکھتے ہوئے وہ مائیکرو ویو کی جانب بڑھا..... بٹن دبا کر اس نے گرم گرم سالن کا باؤل ابھی ہاتھ میں تھاما ہی تھا کہ کسی کی مدھم، کھنکتی..... اور نامانوس سی آواز پہ اس نے چونک کر گردن گھمائی۔

''ایکسیوزمی''

''جی'' ڈائیننگ ٹیبل کے پار کھڑا معصوم، سٹائلش اور نرم و نازک سا وجود اسے حیران کر گیا۔

''وہ مجھے یہ شاپنگ بیگ.....'' بڑے مودبانہ طرز سے اس کے فرفر چلتے لبوں کو بے ساختہ بریک لگی۔ لمحہ ساکن ہوا..... معاذ کے ماتھے پر بل نمودار ہوئے اس کا استعجاب مزید

بڑھ گیا۔

"ایک سیکنڈ..... آپ کون ہیں؟" وہ آنکھیں پھیلا کر انگشت شہادت سے اس کی طرف اشارہ کرتی یوں طمطراق سے بولی جیسے یہ اس کا گھر ہو اور اس کے سامنے کھڑا معاذ کوئی مشکوک۔

"م..... میں معاذ۔" اس کے یوں شکی سے انداز پر پل بھر کو وہ گڑبڑا گیا۔ اس کا انداز تخاطب یک دم ہی بدلا تھا۔ زبان کھلتے ہی اسے بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ محترمہ جتنی سیدھی اور معصوم لگ رہی ہیں غالباً اتنی ہیں نہیں۔

"کون معاذ؟" آنکھیں سکیڑ کر تعجب بھری نگاہیں اس نے معاذ کے چہرے پر گاڑ دیں۔

"میں..... آئی مین یہ میرا گھر ہے۔" اس کا دماغ یہ تیز طرار سی لڑکی دیکھ کر یک دم ہی ماؤف ہوا تھا جیسے وہ بظاہر معصوم سمجھا تھا مگر وہ اچھی خاصی تیز تھی۔ اپنے اعصاب پر قابو پانے کے بعد فخریہ انداز میں گویا ہوا۔

"اور..... تو آپ نعیمہ آنٹی کے بیٹے ہیں..... انہوں نے ذکر کیا تھا مجھ سے آپ کا..... بائی دی وے آئی ایم فریال۔" وہ بڑی اپنائیت سے بولی تو معاذ اندر سے سلگ اٹھا۔

"اچھا تو یہ ہے وہ چڑیل..... جس کا ذکر سن سن کے میرے کان پک گئے ہیں..... جس کی وجہ سے مجھ پر اتنی پابندیاں عائد ہو رہی ہیں..... جس کی وجہ سے مجھے بینک سے جلد بلایا جا رہا ہے..... میری روٹین ڈسٹرب کی جا رہی ہے اور اوپر سے اس کو گھومانا پھرانا سب سے زیادہ عذاب کا کام۔"

"سوری مجھے لگا آپ لک ہیں۔" فریال اپنا قہقہہ بمشکل ضبط کرتے ہوئے تمسخرانہ انداز میں بولی تو معاذ نے شاکی نگاہوں سے اپنے آپ پر

شگفتہ شگفتہ رواں دواں

ابن انشا کے شعری مجموعے

آج ہی اپنے قریبی بکسٹال یا براہ راست ہم سے طلب فرمائیں

لاہور اکیڈمی

پہلی منزل محمد علی امین میڈیسن مارکیٹ 207 سرکلر روڈ اردو بازار لاہور

فون: 042-37310797, 042-37321690

pklibrary.com

ایک طائرانہ نظر دوڑائی۔ پینٹ شرٹ میں ملبوس شرف کے بازو کہنیوں تک چڑھائے۔ فٹ جسامت، ہشاش بشاش چہرہ، گندمی رنگت اور کلائی پہ rolex کی رسٹ واچ۔ کہیں سے وہ کک تو نہیں لگ رہا تھا۔ کیا کک اتنے ہینڈسم ہوتے ہیں؟ معاذ نے پہلی بار فریال کے کہنے پر ایسا سوچا تھا۔ کک کی پرسنیلٹی پر غور کیا تھا۔

''یہ شاپنگ بیگز ہیں ان میں چاکلیٹس، کنڈیز وغیرہ ہیں پلیز یہ فرج میں رکھ دیں پگھل نہ جائیں۔'' وہ نرمی سے کہتی اسے تحیر زدہ کر گئی اور وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے ٹک ٹک کچن سے باہر جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ فریال کے کوٹ شوز کی آواز دور جاتے ہوئے مدھم پڑھنے لگی تھی۔ وہ ساکت وجامد باؤل ہاتھ میں تھامے حیران..... پریشان..... گنگ سا اسٹیچو بنا وہی کھڑا رہا۔ اتنی بے باک لڑکی کہ پہلی ہی ملاقات میں اتنی فرینڈلی..... کونفیڈینٹ اور بولڈ..... اس نے زندگی میں پہلی بار ہی دیکھی تھی۔ ڈائننگ ٹیبل پہ پڑے شاپنگ بیگ پر نظر پڑتے ہی معاذ کا اشتعال بڑھا۔ اس کا دل تو کر رہا تھا کہ اس شاپنگ بیگ کو اٹھا کر ڈسٹ بن میں پھینک دے۔ ایک تو اس کا جینا حرام کر رکھا ہے، ممی کے ذریعے آرڈر چلانے پر بھی اسے سکون نہیں آیا جو یوں خود اس پر حکم چلانے چلی ہے۔ مٹھیاں بھینچ کر اس نے بے بسی سے شاپنگ بیگ فرج میں رکھا اور خود ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ کر کھانا کھانے لگا۔ رشیدہ آج چھٹی پر تھی۔ ممی، فریال اور ذکی کے ہمراہ ایئرپورٹ سے واپسی پر ہی کھانا باہر سے کھا آئی تھیں۔ پاپا ایک ہفتے کے لئے دبئی گئے ہوئے تھے اپنی بزنس میٹنگ کے سلسلہ میں۔ اسی لئے گھر آنے پر وہ خود ہی کھانا گرم کرنے لگا۔ ممی مہمانوں کے ساتھ بزی تھی اور اسے شدید بھوک لگ رہی تھی چنانچہ وہ انہیں بنا بتائے سیدھا کچن میں آ گیا۔ ویسے بھی وہ اپنے چھوٹے موٹے کام خود کرنے کا عادی تھا۔ جب ممی گھر سے باہر ہوتیں، پاپا آفس اور رشیدہ بھی کہیں اور بزی ہو تو وہ خود ہی کھانا گرم کر لیتا۔ کھانا کھاتے ہوئے بھی اس کا ذہن فریال کی سوچوں میں جکڑا ہوا تھا۔ عجیب سا خوف اس کے ذہن میں عود کر آیا نا جانے ممی کے یہ دور دراز کے رشتے دار اور ممی مل کر اس کا کیا حال کرنے والے ہیں۔ سوچ سوچ کر ہی اس کا دل کہیں دور بھاگ جانے کو چاہ رہا تھا۔

✦✦✦

نائٹ سوٹ تبدیل کرنے کے بعد فریال واڈروب میں سیٹ کپڑے دیکھ کر چونک گئی آنٹی نے سیٹینگ واقعی اچھی کروادی ہے کیسے ہر چیز اپنی جگہ پر نفاست اور سلیقے سے رکھی ہے۔ سوچتے سوچتے اس نے خود سے سوال کیا ''کون سا ڈریس آج پہنوں؟'' پھر ایک نظر کھڑکی سے باہر موسم کو دیکھنے لگی تاکہ فیصلہ کرنے میں کچھ آسانی ہو لیکن دھند کے باعث اسے کچھ بھی دکھائی نہیں دیا۔ کچھ سوچنے کے بعد وہ شوخ سے رنگ کی ٹراؤزر شرٹ نکال کر واش روم میں چلی گئی۔ پندرہ منٹ فرصت سے لگا کر جب وہ باہر نکلی تو وہ اچھی خاصی ویل ڈریسڈ اور ڈیسنٹ لگ رہی تھی۔ آدھے کیچر میں قید بال، گلے میں لیا دوپٹہ، سفید چہرے، ہونٹوں پہ لگی ہلکے سے گلابی رنگ کی لپ گلوز۔ ہاتھ میں پہنی رسٹ واچ۔ وہ فرصت سے اپنے آپ کو شیشے میں دیکھ رہی تھی۔ پھر کچھ یاد آنے پر وہ خود ہی ہولے سے مسکرا دی۔

"If you dress nicely, you'll feel good about youself."

pklibrary.com

''میڈم کیوری صحیح کہتی ہیں انسان ویل ڈریسنگ سے کونفیڈینس فیل کرتا ہے۔'' گہرا سانس لے کر فریال نے دل ہی دل میں ان کی کہی بات کا اقرار کیا اور پھر سوتے ہوئے ذکی پر ایک نگاہ ڈالنے کے بعد وہ روم سے باہر نکل گئی۔ لیونگ روم سے ہوتے ہوئے وہ کچن کی طرف آگئی جہاں دور سے ہی اسے کچھ ہل چل کا احساس ہو رہا تھا۔

''گڈ مارننگ..... فریال۔'' وہ چولہے پر کچھ گرم کر رہی تھیں تب ہی اس آہٹ پر انہوں نے گردن گھما کر بھرپور گرم جوشی سے اسے ویلکم کیا۔

''گڈ مارننگ۔'' وہ بھی جواب میں گویا ہوئی۔

''اور نیند آگئی تھی۔ کوئی پرابلم تو نہیں ہوئی نا۔'' وہ چائے کے لئے پانی گرم کرتے ہوئے اس سے مخاطب تھیں اور چلتی ہوئی ان کے قریب آکر آہستگی سے بولی ''نہیں آنٹی بالکل بھی نہیں انفیکٹ میں تو ابھی یہی دیکھ رہی تھی کہ آپ نے واڈروب بہت اچھے سے سیٹ کروادی ہے۔''

''چلو تمہیں پسند آئی یہ تو بہت اچھا ہو گیا میں پریشان ہی تھا کہ پتا نہیں میری کروائی ہوئی سیٹینگ تمہارے لئے ریلائیبل بھی ہے یا نہیں..... تم رکو میں تمہارے انکل کو چائے دے آؤں وہ اسٹڈی روم میں بیٹھے ہیں۔'' چائے کپ میں ڈالتے ہوئے اسی نرمی اور اپنائیت سے موضوع بدلتی کچن سے باہر نکل گئیں۔ وہ خاموش کچن میں کھڑی ناقدانہ نظروں سے دیکھتی رہی۔ وہ کافی بڑا، صاف اور ویل ڈیکوریٹڈ تھا۔ بہت سے ڈیکوریشن پیسز سے اسے سجایا گیا تھا مگر جو چیز اسے دلکش لگی جس شے نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا وہ کھڑکی پہ رکھا Coral Bead Plant تھے۔ اس کا گہرا شوخ رنگ آنکھوں کو بھلا لگ رہا تھا اور کھڑکی کی اس لوکیشن پر خاصا فٹ بھی۔ اس نے قدم آگے بڑھائے، ابھی اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر اس کے گہرے رنگ کو چھوا ہی تھا کہ اسے کسی کے زور سے کھنکارنے کی آواز نے چونکا دیا۔

''یہ آرٹیفشل ہیں۔'' اس کی پشت سے بھاری آواز ابھری۔

''ہاں تو آرٹیفشل ہی ہیں آئی نو..... میں تو بس ویسے ہی دیکھ رہی تھی۔'' گردن گھما کر اس نے ٹریک سوٹ میں ملبوس معاذ کو پایا جواب پرسکون سے انداز میں فرج کھولے کھڑا تھا۔ پانی کی بوتل نکال کر اس نے لبوں سے لگائی تو فریال نے ناک چڑھا کر جواب دیا۔ مجھے ان پڑھ سمجھتا ہے جیسے مجھے پتا نہیں ہے کہ یہ آرٹیفشل ڈیکوریشن پیس ہیں۔ وہ ابھی بھی غصے سے سوچ رہی تھی۔

''آج تم کچھ لیٹ نہیں ہو گئے۔'' آنٹی نے پیچھے سے آکر بڑی حیرت سے اس کی کمر پر تھپکی نما ہاتھ مارا اور پھر کیبنٹ میں سے کچھ نکالنے لگیں۔

''یس ممی وہ آج ایک دوست مل گیا تھا اسی کے ساتھ تھا۔'' وہ پانی کی بوتل واپس فریج میں رکھتے ہوئے نرمی سے بولا۔

''جلدی ناشتہ بنادیں آئی ایم ٹو مچ ہنگری۔'' وہ آرڈر دیتا جواب سنے بغیر باہر نکل گیا۔

''میں کچھ ہیلپ کر دوں۔'' فریال بڑی اپنائیت سے آگے بڑھی مگر انہوں نے جھٹ بڑی نرمی سے اسے ٹوک دیا۔ ''میں عادی ہوں اپنے کام کی تم دیکھنا میں پورے بیس منٹ میں ناشتہ تیار کرلوں گی۔'' یہ سن کر اسے خاصی حیرانی ہوئی بیس منٹ میں اگر ایک ایکسپرٹ بندہ ناشتہ بناتا ہے تو جو ایکسپرٹ نہیں ہے وہ کتنے

منٹ میں بناتا ہوگا۔ اسے ہنسی آئی تھی ان کی یہ بات سن کر مگر وہ بمشکل ہنسی روکے وہاں رکھی کرسی پر بیٹھ گئی اس نے اپنی رسٹ واچ پر نظر ڈالی سات بج کے پندرہ منٹ ہوئے تھے اور پورے بیس منٹ بعد وہ ڈائینگ ٹیبل لوازمات سے بھرا دیکھ کر چونک گئی۔ بہت سی ڈشز اس کے لئے نئی تھیں جو اس نے کبھی نہیں کھائی تھیں اوپر سے ان کی ڈیکوریشن اور پریزنٹیشن نے اسے مزید حیرت زدہ کردیا۔

''ادھر آؤ کیوٹ بوائے..... آپ یہاں میرے ساتھ بیٹھ جاؤ۔'' ممی نے ذکی کو فریال کے ساتھ والی ڈائننگ کرسی گھسیٹتے ہوئے بڑے پیار سے ٹوکا تو وہ کرسی واپس اپنی جگہ پہ گھسیٹ کے اس کے مقابلے آبیٹھا۔

''Cheesy Sausages کھاؤ گے؟..... میں نے اتنا سب کچھ تم دونوں کے لئے بنایا ہے۔'' پلیٹ پکڑتے ہوئے انہوں نے بڑی اپنائیت سے ذکی سے پوچھا تو اس نے لبوں پہ زبان پھیر کے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس کی اس معصوم سی حرکت پر سب ہنس دیئے۔ جبکہ فریال نے اسے سرنفی میں ہلا کر سمجھانا چاہا تو ممی کی نظروں سے اس کی نفی میں ہلتی گردن بچ نہیں سکی وہ فوراً اپنے اسی ازلی اپنائیت اور لگاوٹ سے انداز میں بول پڑیں۔

''بچوں کا جو دل کرتا ہے وہ انہیں کھانے دینا چاہئے یہی بڑھنے پھولنے کی عمر ہوتی ہے۔'' سر جھکا گئی۔ فریال نے چائے کپ میں ڈال کر ابھی کپ لبوں سے لگایا ہی تھا کہ اسے سامنے سے معاذ آتا دکھائی دیا، پینٹ شرٹ میں ملبوس، کندھے کا سہارا لئے فون کان سے لگائے، بائیں ہاتھ سے اپنے بازو کے بٹن بند کرتا وہ بڑی تیزی سے ڈائننگ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کرسی گھسیٹتے ہوئے ممی نے اسے ٹوکا ''پہلے تیار ہوجاؤ پھر کال اٹینڈ کرلینا۔'' فون بند کرتے ہوئے وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔

''نو ممی ارجینٹ کال تھی آج رپورٹ سبمیٹ کروانی ہے۔''

''ہاں ٹھیک ہے مگر ناشتہ تو دھیان سے کرو۔'' انہوں نے فرنچ ٹوسٹ پلیٹ میں رکھ کر اس کی طرف بڑھایا۔

''آج آپ کا کیا پلان ہے بیگم صاحبہ؟'' زوہیب نقوی کی آواز پر فریال اور ذکی نے ٹھٹک کر گردنیں گھمائیں یہ ان کے لئے اس گھر میں نیا وجود تھا اور ایک بالکل نئی آواز جس کا صرف انہوں نے ذکر ہی سن رکھا تھا۔ جب سے وہ یہاں آئے تھے تب سے وہ کئی بار ممی کی باتوں میں انہیں سنتے رہے۔

''وہ دو دن ہوئے دبئی گئے ہیں آجائیں گے تو تم لوگ ان سے مل لینا۔''

''تم لوگ جہاں چاہو جا سکتے ہو اس گھر کو اپنا ہی گھر سمجھو..... بس اسٹڈی روم میں نہ جانا زوہیب پسند نہیں کرتے وہاں کسی کا جانا اور ان کی اگر کتاب بھی ادھر سے ادھر ہوجائے تو سارا گھر سر پہ اٹھا لیتے ہیں۔''

فریال نے سر جھٹک کر منظر بدلنا چاہا مگر وہ جوں کا توں ویسا ہی تھا۔ سامنے کھڑا شخص خوش شکل، متوازن جسم اور صحت مند تھا۔ عمر کا کوئی اثر ان کے چہرے پر دکھائی ہی نہیں دیتا تھا۔

''ہوں..... کچھ دنوں تک بچی ہسپتالوں میں فری ہیلتھ کیمپ لگانے کا سوچ رہے ہیں اسی وجہ سے آج کل کافی مصروفیت ہے۔'' وہ ناشتہ کرتے ہوئے گویا ہوئیں، زوہیب اثبات میں سر ہلاتے سر براہی کرسی پہ براجمان ہوئے۔ پلیٹ پکڑتے ہوئے دفعتاً ان کی نظر پہلے ذکی پر

pklibrary.com

اور پھر فریال پر پڑی۔ اپنے ڈائیننگ ٹیبل پر وہ دو اجنبی افراد کو دیکھ کر چونکے "یہ کون ہیں؟"

"یہ نادیہ کے بچے ہیں..... جانے سے پہلے میں نے آپ کو بتایا تھا کہ پندرہ دن کے لئے دونوں بچے پاکستان آرہے ہیں۔"

"اوہ..... سوری میں تو کاموں میں اتنا بزی تھا کہ میرے ذہن سے ہی نکل گیا ورنہ میں ان کے لئے گفٹس ہی لیتا آتا۔" وہ تاسف سے کہتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان دونوں کو اخلاقاً سر پہ پیار دینے کے بعد ایک بار پھر وہ اپنی سربراہی کرسی پر جم گئے۔

"اور سناؤ معاذ کیسے ہو؟..... اور جاب کیسی جا رہی ہے۔" ناشتے کے لئے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے انہیں معاذ کا خیال آیا۔

"ٹھیک ہوں آپ سنائیں پاپا کیسی رہی آپ کی بزنس میٹنگ اور سفر۔" مسکرا کر جھوٹ بولتے ہوئے معاذ کے اندر یاسیت پھیل گئی۔

"پہلے تو ٹھیک تھا مگر اب ممی کے ان مہمانوں کو دیکھ کر لگتا نہیں ہے کہ ٹھیک رہ پاؤں گا۔" اندر سے دبی دبی آواز نے سر اٹھایا مگر نا جانے کیوں وہ لبوں پہ آکر دم توڑ گئی۔ اسے ابھی بھی ان کی موجودگی اچھی نہیں لگ رہی تھی۔

"ویسے یار تم ہی مجھے بتا دیتے مہمانوں کا..... اب خوامخواہ شرمندگی ہو رہی ہے پہلی ملاقات اور وہ بھی خالی ہاتھ۔" زوہیب نے ٹوسٹ کھاتے ہوئے یک دم معاذ کی کلاس لی۔ اس سے قبل کے وہ کوئی جواب دیتا فریال جھٹ بول پڑی۔

"ارے نہیں انکل..... کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے آپ کا یوں آنا اور سرپرائز دینا ہی ہمارے لئے بہت بڑا گفٹ ہے۔" اس کی آواز پر خوشی اور اپنائیت کا عنصر غالب تھا جسے دیکھ کر معاذ کے تھرمس کی طرف بڑھتے ہاتھ ٹھٹکے۔

"اوہ..... خدایا کتنی تیز لڑکی ہے..... ہر کسی سے کتنی جلدی فرینک ہو جاتی ہے کیسے میرے ممی، پاپا کے سامنے اپنے نمبر بنا رہی ہے۔" وہ مبہوت سا سوچوں میں غلطاں نظر آنے لگا تھا۔

✦✦✦

"نادیہ کو بھی لے آتی۔" ممی کی خوشگوار سی آواز ادھ کھلے دروازے سے اس کی سماعت میں ابھری جس پر اس نے قطعاً کان نہیں دھرے تھے۔

"ان کا پاسپورٹ پچھلے ماہ ہی ایکسپائر ہو گیا تھا اور میں تو صرف ذکی کی وجہ سے آئی ہوں۔" فریال پائن ایپل کیک بڑی احتیاط سے ایک طرف سے کاٹتی گویا ہوئی۔ معاذ نے لیونگ روم سے آتی اس دوسری شوخ آواز کو برابر اگنور کیا۔ وہ محویت سے لیپ ٹاپ کی برق اسکرین پر اپنی ای۔ میلز چیک کرنے میں مصروف تھا۔ باہر کی محفل میں اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ بقول اس کے وہ ممی کے مہمان تھے اور مہمان داری ممی کا شوق..... پھر وہ خوامخواہ ہی کیوں دخل اندازی کرے؟ جبکہ وہ تو ان میں انٹرسٹڈ بھی نہیں تھا ممی کی خالہ زاد بچوں میں۔ جو اتنے سالوں بعد پہلی بار یوں اس کے گھر آدھمکے ہیں وہ بھی نا جانے کیوں؟

ذکی نے کیک چکھتے ہی زبان ہونٹوں پر پھیرنے کے بعد "Pine cake is so yummy." کا نعرہ با آواز بلند کیا۔

"کیک واقعی آنٹی بہت مزے کا ہے۔" فریال نے بھی اس کی تائید میں گردن ہلائی۔

معاذ نے قہقہوں کی آواز پر بے ساختہ سر اٹھایا مگر اگلے ہی پل اس نے گردن جھکا کر ایک

بار پھر نظریں لیپ ٹاپ پر جما دیں۔ ان کے قہقہے متواتر گونج رہے تھے مگر اسے ان کی وجہ جاننے کی نہ تمنا تھی اور نہ ہی کوئی دلچسپی۔ البتہ اس قہقہے نے اس کے کام میں اچھی خاصی مداخلت کی تھی۔ ضروری میل پڑھتے ہوئے اس کی توجہ بری طرح بٹی۔ اس کے روم کا دروازہ لیونگ روم میں نکلتا تھا اور وہ لاکھ چاہ کر بھی اس پل دروازہ بند نہیں کر پایا۔

''معاذ'' یہ پہلا لفظ تھا جب وہ حقیقتاً چونکا تھا۔ اس کی کی پیڈ پہ چلتی انگلیاں وہیں ساکت ہو گئیں۔ اس کا نام ممی کے لبوں پر آیا کیوں؟ وہ اس کے بارے میں کیا بات کر رہی تھیں؟ وہ پوری بات صاف آواز کے باوجود سن نہیں سکا کیونکہ اس کا دھیان صرف اور صرف اپنے کام کی طرف تھا۔ باہر کیا گفتگو ہو رہی ہے؟ پہلی بار یہ جاننے کا اشتیاق بڑھا..... وہ گود میں رکھا لیپ ٹاپ رائٹنگ ٹیبل پہ رکھنے کے بعد جان بوجھ کر روم سے باہر نکلا وہ جانتا تھا کہ اگر ایک بار وہ ممی کے سامنے سے گزرا تو وہ اسے وہیں روک لیں گی اور ہو بہو ایسا ہی ہوا تھا وہ جان بوجھ کر لیونگ روم میں سے کچن کی طرف جانے کے لئے گزرا تو ممی کی پیار بھری آواز پر اس کے قدموں کی برجستہ بریک لگی۔ آج تو وہ تھا ہی اس آواز کا منتظر.....۔

''معاذ بیٹا آؤ بیٹھو ہمارے ساتھ..... دیکھو کتنی دور سے مہمان آئے ہیں۔'' وہ ایک نظر اسی کانچ سی لڑکی پر ڈال کر جس کی گردن ذکی کے ہمراہ فون پر جھکی ہوئی تھی۔ وہ ممی کے ساتھ ہی صوفے پر براجمان ہوا۔

''جی ممی تو کیا گفتگو ہو رہی تھی؟'' اس کا تجسس بولا تھا۔

''یہ فریال اور ذکی پندرہ دن کے لئے پاکستان آئے ہیں..... ذکی کو اس کے برٹش ٹیچر نے ایک کلچر ٹاسک دیا ہے کہ اپنے ملک سے ایک تاریخی مقامات اور نیچرل بیوٹی پر پریزنٹیشن دے..... اسی لئے دونوں بے چارے پاکستان آئے ہیں نادیہ نے ذکی کا ٹاسک مجھ سے فون پر ڈسکس کیا تو میں نے انہیں اپنے پاس بلا لیا کیونکہ اسلام آباد سے شمالی علاقہ جات بہت قریب ہیں پھر نیچرل بیوٹی بھی تو وہی ہے۔'' ممی کی خوشگوار سی وضاحت پر معاذ کا دل بجھ سا گیا۔ وہ انہیں کیا بتاتا اس تیز طراز لڑکی سے وہ پہلے بہت اچھے طرح سے مل چکا ہے۔ جب ممی نے اسے زبردستی کلر کلہار پھرانے کے لئے بھیجا تھا اور اب تو ہاتھ جوڑ کر اس سے جان چھڑانے کا طلب گار ہے مگر وہ اور کسی کو کیا کہتا یہاں اس کی ماں نے ہی یہ آفت اور بلا اس کے سر پر ڈالی تھی۔ اس نے آگ بگولہ ہو کر ممی کے چہرے کو گھورا، اگر اسے پتا ہوتا کہ ممی ایک بار پھر مہمان نوازی کے اعلیٰ فرائض انجام دینے کی خاطر اس کی سروسیز اپنے مہمانوں کو Provide کرنا چاہ رہی ہیں تو وہ اپنی ای۔ میل یوں ادھوری چھوڑ کر نہیں آتا جس پر اس نے صرف میسج ٹائپ کیا تھا ڈو کو مینٹس اٹیچ کرنا ابھی باقی تھے نیز نہ بھی یوں اٹھ کر آتا مگر کیا کرتا دھوکہ اس نے اپنے نام سے کھایا تھا اور پھر یہ فطری بات ہے جہاں آپ کا نام لپا جا رہا ہو تو وہاں بات کی گہرائی تک پہنچنا انسانی نیچر ہے۔

''اچھا کیک تو لو..... تمہارا پسندیدہ پائن ایپل کیک میں نے خود بنایا ہے۔'' ممی نے ایک پیس پلیٹ میں رکھ کر معاذ کی جانب بڑھایا۔

"Pine apple cake is also my favourite." فریال نے آدھا پیس اور پلیٹ میں رکھتے ہوئے کہا تو معاذ نے ٹھٹک کر

pklibrary.com

اس کے خوبصورت اور معصوم چہرے کا طواف کیا۔ دونوں کی سیم چوائس۔ اسے دھچکا لگا۔

ذکی نے کیک کے ہمراہ اپنی پلیٹ میں فریش کریم کا اضافہ کیا تو فریال نے جھٹ اس کے ہاتھ پر ہلکی سی چپت رسید کی۔

''آہاں..... ذی آگے اتنے موٹے ہو اوپر سے کریم۔''

''کھانے دو بھوک لگی ہوگی ویسے بھی دوپہر کو اس نے بہت کم کھایا تھا۔'' ممی نے بڑی اپنائیت سے اسے ٹوکا۔

''یہ سب تو ٹھیک ہے لیکن ذی آل ریڈی اوور ویٹ ہے..... ڈاکٹر نے اسے منع کیا ہے ایسی چیزیں..... مگر یہ الٹا چوکلیٹس، جیلیز، کیک، ڈونٹس اور جنک فوڈ کا دشمن ہے۔''

روز روز تو یہ چیزیں واقعی صحت کے لئے ٹھیک نہیں ہیں مگر کبھی کبھار کھانے میں کوئی حرج نہیں۔'' انہوں نے ذکی کو نرمی سے سمجھایا تو وہ اثبات میں سر ہلا کر پھر سے کیک کھانے لگا جب اس کے کھانے میں کسی نے مداخلت کی تھی۔

''اسلام علیکم بچو۔'' زوہیب انگریزی اخبار ہاتھ میں تھامے لیونگ روم میں اینٹر ہوتے ہی بلند آواز سے بولے تو چاروں نے گردنیں گھمائیں۔

''کیا ہو رہا ہے بھئی..... آج تو خوب محفل جمی ہے۔'' فریال نے بڑی گہری نظروں سے انہیں دیکھا۔ وہ ویل ڈریس، شفیق سے اتنی عمر کے باوجود بھی خوبصورت اور ممی کی طرح ہی فریش تھے۔

''کیسے ہیں آپ؟'' فریال بڑے ادب سے متبسم صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی وہ آگے بڑھے اور اس کے سر پر ہاتھ رکھا محبت سے..... لگاوٹ سے..... اور بے حد اپنائیت سے۔ ذکی بھی سلام کرنے کو اٹھا تو معاذ نے ناگواری سے دونوں کو گھورا۔

''بیٹھو بچو..... اور بیگم باہر ٹھنڈ اپنے زوروں پر ہے گرم گرم چائے تو پلا دو۔'' بیٹھتے ہوئے ان کے لبوں پر گہری مسکان تھی۔

''ہاں میں ابھی رشیدہ کو چائے کا کہہ کر آتی ہوں۔'' ممی اتنا کہتی اٹھ گئیں۔ فریال نے لیونگ روم کی کھڑکی سے پورچ میں دیکھا، خوبصورت شام میں ہر شے دھند کی لپیٹ میں تھی۔

''اور کیا کرتی ہیں آپ فریا بیٹا۔''

''انکل میں ڈاکٹر ہوں اور آج کل ہاؤس جاب کر رہی ہوں..... پندرہ دن کے لئے چھٹیاں لے کر آئی تھی ذکی کے ساتھ۔'' فریال کے انداز پر زوہیب کی آنکھوں میں ستارے اتر آئے وہ یقیناً اس کی قابلیت سے متاثر ہوئے تھے اور معاذ نے مارے حیرت کے پلیٹ رکھ دی۔

''بھئی کون ڈاکٹر ہے۔'' ممی لیونگ روم میں داخل ہوتے ہوئے بولیں شاید آخر کے یہ چند الفاظ ہی وہ سن پائی تھیں۔

''ڈاکٹر فریال بیٹھی ہیں اس وقت ہمارے درمیان اور ہمیں معلوم ہی نہیں ہے۔'' پاپا کے خوشگوار سے انداز پر ممی بھی چونکی اور فریال ہولے سے مسکرا دی۔

''آر یو آ ڈاکٹر..... فریال..... آنٹی کو بھی نہیں بتایا؟'' ممی کی متحیر آواز میں ستائش بھی تھی۔

''آنٹی آپ نے کبھی پوچھا ہی نہیں۔'' اس کے نرم اور مہذب لہجے پر معاذ کے چہرے پر بے انتہا غیر یقینی جھلکی..... یہ تیز طرار سی لڑکی..... اور ڈاکٹر..... unbelievable..... جانے کیوں یہ بات اسے ہضم نہیں ہو رہی تھی۔ جیسے اس دن وہ فریال کو شکل سے کک لگا تھا اسی طرح آج فریال اسے کہیں سے ڈاکٹر نہیں لگ رہی تھی۔

''گڈ..... لڑکیوں کو ویسے بھی اپنے کیریئر کی طرف بہت توجہ دینی چاہئے ایک پڑھی لکھی عورت پوری نسل سنوار دیتی ہے۔''

''Specialisation کرنے کا ارادہ بھی ہے یا پھر اتنے پر ہی اکتفا کرنا ہے۔'' زوہیب صاحب نے بڑی دلچسپی سے پوچھا تو ممی کی آنکھوں میں بھی بڑی گہری دلچسپی اور انہماک کی روشنی جاگ اٹھی۔

''میرا انٹرسٹ dermatologist (skin specialist) کی طرف ہے..... انشاء اللہ spatialization اسی میں کروں گی۔'' اس کے پراعتماد سے انداز پر معاذ مزید چونک گیا۔ اس کی خود اعتمادی اور کانفیڈینٹ پر وہ پل بھر کو مبہوت رہ گیا۔

''اللہ تمہیں کامیاب کرے..... بہت کم لوگوں میں آگے بڑھنے کا جذبہ ہوتا ہے اور محنتی ہونا خدا تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے۔'' زوہیب کا اتنا کہنا ہی تھا کہ رشیدہ ٹرالی گھسیٹتی چائے لے آئی۔ ممی چائے بنانے کے لئے اٹھیں تو فریال نے جھٹ آگے بڑھ کر انہیں ٹوکا۔

''ارے نہیں بچے میں بنا لیتی ہوں..... ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔''

''نہیں میں بنا دیتی ہوں یہ کون سا کوئی بہت بڑا کام ہے۔'' اتنا کہہ کر اس نے کپ ممی کے ہاتھ سے زبردستی لے لیا تھا۔ وہ مسکرا کر واپس صوفے پر بیٹھ گئیں۔ فریال نے چائے بنا کر باری باری سب کی طرف بڑھائی۔

''میں چائے نہیں پیتا۔'' اپنے سامنے گرم گرم چائے کا کپ دیکھ کر وہ اچھنبے سے بولا۔

''کیوں آپ چائے کیوں نہیں پیتے؟'' اسے توقع نہیں تھی کہ وہ یوں سب کے سامنے بلا جھجک پوچھ لے گی۔

''میں صرف ایک ٹائم لیتا ہوں وہ بھی صبح۔'' وہ روکھے سے انداز میں بولا تو وہ کندھے اچکا کر خاموشی سے صوفے پہ بیٹھ کر خود چائے کے گھونٹ بھرنے لگی۔ اور وہ ناسمجھی سے فریال کی اس حرکت کو دیکھتا رہ گیا۔ وہ پاکستانی لڑکیوں سے کس قدر ہٹ کر تھی۔ ہر بات بے لاگ سب کے سامنے کہہ دینے والی۔ اگر اس وقت اس کے سامنے کوئی اور لڑکی ہوتی تو وہ اس کے اس طرح کے رویے پر شرمندگی سے منہ چھپا کر ہی بیٹھ جاتی کہ بھری محفل میں اس کی بنائی گئی چائے کی پیالی رد کر دی اور یوں وجہ پوچھنا وہ بھی سب کے سامنے..... اس کی تو اسے قطعاً توقع نہیں تھی۔ یہ لڑکی اچھی خاصی تیز اور ہوشیار تھی۔ اس بات کا اندازہ تو اسے بخوبی ہو گیا تھا۔

✦✦✦

تین دن بعد وہ تھکا ماندہ ہو گھر لوٹا تھا۔ لیونگ روم میں داخل ہوتے ہی کچھ نسوانی قہقہے اس کی سماعت سے ٹکرائے۔ اسے کوئی حیرت نہیں ہوئی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ وہیں خواتین ہیں جو ممی کے ساتھ کام کرتی ہیں۔ وہ انہیں اکثر ہی اپنے گھر بلا لیا کرتی تھیں۔ کبھی کھانے پر اور اکثر ہی چائے پر۔

''بھئی بہت ہی پیاری اور لائق بچی ہے فریال اور ماشاء اللہ سے ہے بھی ڈاکٹر..... اس کو دیکھ کر مجھے بیٹی کی خواہش ہوئی اگر میری بھی کوئی بیٹی ہوتی تو بالکل فریال جیسی ہی ہوتی۔'' ممی کے مستغرق سے انداز پر معاذ کی بریف کیس پر ہاتھ کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ اس سے قبل کہ وہ آگے بڑھ کر ممی کو یوں اپنے واپس آنے کا سرپرائز دیتا ان کے گھمبیر لہجے نے اس کے قدم جکڑ لیے۔

''ہاں اس میں تو کوئی شک نہیں ہے بچی ہے

تو بہت سلجھی ہوئی اور کھانا تو اس نے بہت ہی مزے کا بنایا تھا..... ایسی لڑکیاں آج کل کم ہی پائی جاتی ہیں پڑھی لکھی بھی ہوں اور اوپر سے گھر داری میں بھی ماہر ہوں..... بڑوں کا ادب احترام اور پہننے کا سلیقہ غرض ہر شے سے نفاست جھلکتی ہے۔'' مسز نعیمہ کی تائید پر وہ پتھر سا وہی کھڑا رہ گیا۔ تین دن وہ گھر سے باہر کیا رہا یہاں تو سب کے رنگ ڈھنگ ہی بدل گئے۔ سب کچھ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔

''دیر کس بات کی ہے..... میں تو کہتی ہوں فریال کو ہمیشہ کے لئے اسی گھر میں لے آؤ..... تمہاری بھی اس کو بیٹی بنانے کی خواہش پوری ہو جائے گی اور ہماری این جی او کے لئے بھی اچھا اضافہ ثابت ہوگی۔'' اندر ہی سے اٹھنے والی ایک اور آواز پر وہ پوری طرح ہل گیا تھا۔ اس کا دل اتنی زور کا دھڑکا..... یہ سب تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ اندر جانے کی اس میں اب ہمت باقی نہیں رہی تھی وہ لٹے ہوئے قدموں سے واپس مڑ گیا۔ اس ٹھنڈی پہر میں وہ لان میں جھولے پہ جا کر بیٹھ گیا..... ٹھنڈا اور خنک ہوا کے جھونکوں سے بے پرواہ۔ کیا تین دن بہت ہوتے ہیں کسی کے بدلنے کے لئے..... نہیں شاید تین دن نہیں کسی کی زندگی میں طوفان آنے کے لئے تو چند لمحے، چند سیکنڈ بھی بہت ہوتے ہیں۔ وہ ہولے ہولے جھول رہا تھا۔ خنک ہوا کے جھونکے اس کے گرم وجود سے ٹکرا رہے تھے مگر جو اندر وہ سلگ رہا تھا اس کا کیا؟ اس کی فکر کسے تھی؟ یہاں تو شاید کسی کو اندازہ بھی نہیں تھا اس کی زندگی کے در و دیوار ہل چکے ہیں۔ اسے کیوں فریال سے اتنی چڑ ہے وہ کیوں اسے پسند نہیں ہے؟ اس نے خود سے پوچھا۔

کوئی بھی لڑکا میری جگہ ہوتا تو پہلی ہی نظر میں اسے پسند کر لیتا۔ اس میں کوئی کمی بھی تو نہیں ہے۔ خوبصورت ہے، زمانے کے ساتھ چلنے والی ہے، کانفیڈنٹ، بولڈ، سگھڑ، بڑوں کا احترام کرنے والی..... کس چیز کی کمی تھی۔ کسی کی بھی تو نہیں۔ پھر کیوں وہ اسے اپنی زندگی میں شامل کرنے کا خواہش مند نہیں ہے۔ اس نے کبھی میرے ساتھ برا نہیں کیا، بدتمیزی بھی نہیں کی..... پھر کیوں میرا دل چاہتا ہے کہ وہ میرے گھر سے کہیں دور چلی جائے۔ اس کی موجودگی مجھے ناگوار کیوں گزرتی ہے؟ میرے اندر اس کیلئے اتنا غبار..... اتنی ناپسندیدگی کیوں لمحہ بالمحہ بڑھتی جا رہی ہے؟ وہ اس وقت کچھ سمجھنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ تین دن میں اس لڑکی نے ممی پر کیا جادو کر دیا۔ سب کچھ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ پہلی بار وہ اتنا بے بس محسوس کر رہا تھا جیسے ہر شے ریت کی طرح ہاتھ سے پھسل رہی ہے اور وہ ناسمجھی سے تماشا دیکھ رہا ہے۔ کبھی کبھی زندگی میں ایسا موڑ آتا ہے جب انسان کا دماغ ماؤف ہو جاتا ہے نہ اسے حالات سمجھ آتے ہیں، نہ ہی اپنے جذبات، وہ کیا چاہتا ہے، اسے کیا کرنا ہے، کہاں جانا ہے، کیا پانا ہے، کیا حاصل اور کیا لاحاصل..... وہ ہر شے کی سمجھ بوجھ کھو دیتا ہے۔ معاذ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں تلے اندھیرا چھانے لگا پھر سب کچھ اتھاہ گہرائی میں ڈوب گیا..... اس کا دل..... سوچیں..... سوالات..... ذہنی دباؤ..... آس پاس کا منظر..... ہر شے۔

✦✦✦

ہلکی سی پلکوں کی جنبش پر فریال نے بے تابی سے اسے گھورا..... آہستہ آہستہ اس نے آنکھیں کھول لی..... خالی الذہنی کی کیفیت میں اس نے آنکھیں گھمائیں۔

pklibrary.com

''اب کیسا فیل کر رہے ہیں آپ؟'' اپنے دائیں طرف سے اسے متفکر آواز گونجی۔ اس کا سر بھاری ہو رہا تھا۔ وہ کچھ بولنے کی پوزیشن میں نہیں تھا مگر چند لمحے بعد ہی وہ پوری طرح ہوش میں آ گیا تھا تبھی اسے اپنے ماتھے پر کسی کی ٹھنڈی پوروں کا لمس محسوس ہوا۔ دھندلا چہرہ صاف اور بے داغ نظر آنے لگا تھا۔

''ڈونٹ وری آپ ٹھیک ہیں اب۔'' ٹمپریچر چیک کرنے کے بعد اس نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ وہ متبسم بولتے ہوئے میڈیسن لکھنے لگی تھی۔ معاذ ساکت سا اسے دیکھتا رہ گیا وہ اب بھی کتنے کانفیڈینس سے اس کے اتنے قریب چیئر رکھے بیٹھی تھی۔ وہی پر اعتماد سا انداز..... نہ کوئی جھجک..... نہ حجاب..... پروفیشنل سا انداز۔ بے ہوشی سے پہلے کے لمحات اسے یاد آئے تھے کچھ دیر قبل وہ جس کے ذکر سے بھاگ رہا تھا اب وہی اس کے ساتھ بیٹھی ہے اس کی مسیحا بن کر.....

''کیسا ہے اب معاذ؟'' ممی دوڑتی ہوئی روم میں آئی تھی شاید زوہیب نے انہیں ابھی ابھی مطلع کیا تھا۔

''آنٹی معاذ ٹھیک ہے اب..... بس یہ میڈیسن انہیں دے دیں سردی کی وجہ سے ہلکا سا ٹمپریچر ہے جلد ٹھیک ہو جائے گا۔'' کاغذ ممی کی جانب بڑھاتے ہوئے وہ خاموشی سے اٹھ گئی۔ ممی معاذ کا ماتھا چوم کر چیئر پر بیٹھ گئیں۔

''کب آئے گھر بتایا کیوں نہیں مجھے؟''

''اور کیا ضرورت تھی باہر جھولے پر بیٹھنے کی وہ بھی اتنی ٹھنڈ میں..... چھوٹے تھوڑی ہو اپنا خیال خود رکھا کرو۔'' وہ روہانسی ہو کر گلہ کرنے لگی۔ معاذ ممی کا ہاتھ تھام کر انہیں تسلیاں دینے لگا مگر اس کی نظر دروازے سے باہر جاتی فریال پر تھی جو کچھ پریشان سی لگ رہی تھی۔ اس کے قدموں کی ڈھیلی رفتار اور چہرے پر پُرسوچ لکیریں اسے کچھ حیران کر گئیں۔ ایسے جیسے وہ کچھ چھپا رہی ہے۔ اس کے اندر کیا چل رہا تھا یہ جاننے کے لئے وہ بے تاب نظر آنے لگا تھا۔

✦✦✦

رات ہوتے ہی ٹھنڈ بڑھ گئی تھی۔ فریال گرم شال اپنے وجود کے گرد پھیلائے کھڑکی سے باہر لان کو دیکھ رہی تھی۔ اس وقت دھند نہیں تھی البتہ آسمان کی خوبصورتی مانند دکھائی دے رہی تھی۔ نہ کوئی تارا، نہ ہی چاند..... شاید بادلوں کے نیچے سب کچھ چھپ گیا تھا۔ مگر اس پہ جو انکشاف ہوا اس نے اسے پچھلے چند گھنٹوں سے بے چین کر رکھا تھا۔ ذکی جلد ہی سو گیا تھا وہ ابھی تک پاکستان کی ٹائمنگ پہ ایڈجسٹ نہیں ہو سکا تھا اس لئے وہ جلد ہی سو جاتا۔ فریال نے اپنی رسٹ واچ پہ ٹائم دیکھا۔ بارہ بج چکے تھے۔ اب تک وہ بھی سو چکی ہوتی اگر اس کی نیندیں کسی انکشاف نے اچک نہ لی ہوتیں۔

دروازہ ناک ہونے پر اس کا دل زور کا دھڑکا..... اتنی رات کو کون ہو سکتا ہے۔ سلیپرز پہن کر اس نے دروازہ کھولا۔ آنٹی پریشان سی دروازے پر کھڑی تھیں۔

''کیا ہوا آنٹی سب خیریت ہے۔'' وہ حیرانی سے بولی۔

''ہاں سب ٹھیک ہے بس میں چاہتی ہوں تم سونے سے پہلے معاذ کو ایک دفعہ دیکھ لو اس کا بخار تو ٹھیک ہے نا اب تاکہ مجھے نیند آ جائے۔'' وہ سرگوشیانہ انداز میں لجاجت سے بولیں۔

''آپ فکر نہ کریں میں دیکھ لیتی ہوں۔'' وہ دروازہ بند کر کے ان کے ساتھ ہولی۔ معاذ کے روم میں داخل ہوئی تو وہ بڑے سکون سے بازو

پھیلائے سو رہا تھا۔ روم میں نائٹ بلب کی مدھم سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ فریال نے ماتھے پہ ہاتھ رکھ کے ٹمپریچر چیک کیا۔

''میڈیسن لے لی تھی ٹائم پہ؟'' سرگوشیانہ انداز میں وہ ممی سے مخاطب ہوئی۔

''ہاں میڈیسن تو ٹائم پہ لے لی تھی۔''

''یہ بالکل ٹھیک ہیں انشاء اللہ صبح تک مکمل آرام بھی آ جائے گا۔'' وہ نیم روشنی میں ممی کی طرف دیکھتے ہوئے انہیں تسلی دینے لگی۔ ممی گہرا سانس لے کر روم سے باہر نکل گئیں۔ فریال نے ابھی باہر جانے کے لئے قدم آگے بڑھایا ہی تھا کہ پہلے ہی قدم پر اسے اپنا ہاتھ کسی کی مضبوط گرفت میں محسوس ہوا۔ اس کا دل زور کا دھڑکا۔ بے ساختہ اس نے اپنی راج ہنس سی گردن گھمائی تو وہ دفعتاً چونکی۔ اس کا نرم و ملائم سا ہاتھ معاذ کی مضبوط گرفت میں تھا۔ اس کی آنکھیں پوری طرح کھلی ہوئی تھیں مگر چہرہ سپاٹ۔

''لیو مائی ہینڈ'' فریال نے درشتی سے ہاتھ جھٹکا۔ وہ اس کے ہاتھ پر اپنی گرفت اور مضبوط کرتے ہوئے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

''آپ کیا چھپا رہی ہیں مجھ سے۔'' وہ متجسس بولا تو فریال کے اعصاب جیسے شل ہو گئے۔

''ک..... کچھ..... نہیں۔'' مارے گھبراہٹ کے وہ ہکلا گئی۔

''کوئی بات تو ہے جو آپ مجھ سے..... ممی سے..... پاپا سے..... سب سے چھپا رہی ہیں۔'' وہ ڈٹ کر بولا تھا۔ پچھلے چند گھنٹوں سے وہ یہی تو نوٹ کر رہا تھا۔ اس کی نظریں پوری طرح سے اس کے چہرے پر فکس تھیں۔ مدھم روشنی میں بھی وہ اس کے تاثرات دیکھ سکتا تھا۔ پہلی بار وہ کنفیوز ہو رہی تھی اور اس کا استعجاب بڑھ رہا تھا۔

''جب تک آپ اصل بات نہیں بتائیں گی میں آپ کا ہاتھ نہیں چھوڑوں گا۔'' اب کے وہ ضدی بچے کی طرح بولا تھا اور اتنی سردی میں بھی اس کے پسینے چھوٹنے لگے تھے۔ وہ بری طرح پھنس گئی تھی۔

''آپ کو کس نے کہہ دیا کہ میں کچھ چھپا رہی ہوں اس خوامخواہ سے وہم کے پیچھے میرا اور اپنا وقت برباد نہ کریں..... ویسے ہی آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے ہلکا سا ٹمپریچر ہے ابھی آپ کو۔'' زبان کو تر کرتے ہوئے بمشکل اس نے مضبوط لہجہ برقرار رکھتے ہوئے بات سنبھالنی چاہی۔

''مجھے صرف سچ سننا ہے وہ سچ جو آپ مجھ سے چھپا رہی ہیں..... اتنی فکر کیوں کر رہی ہیں؟ چھوڑ کیوں نہیں دیتیں میرا پیچھا..... میری فیملی کا..... سب پر پتا نہیں کیا جادو کیا ہے جو سب آپ کے گن گا رہے ہیں۔'' اس کا ہاتھ جھٹک کر وہ یک دم اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تھا اسے دونوں بازوؤں سے جھنجھوڑتا وہ خشونت اور سختی سے چلایا تو فریال اس کی حرکت پر سہم گئی۔ اپنے جذبات پر وہ قابو نہیں رکھ سکا اب کے وہ اتنے دنوں کا ضبط کھو چکا تھا۔ وہ جنونی، وحشی لگ رہا تھا۔ اسے دونوں بازوؤں سے جھنجھوڑتا وہ کس قدر اذیت سے دوچار لگ رہا تھا۔

''کب جائیں گی آپ یہاں سے میری زندگی سے؟''

''اتنا کبھی کسی نے ہمارے گھر میں انٹرفیئر نہیں کیا جتنا اتنے سے دنوں میں آپ نے کیا ہے۔''

''اتنی تعریف کبھی ممی..... پاپا نے کسی کی نہیں کی جتنی وہ آپ کی کرتے ہیں۔'' وہ غصے سے بولتا چلا جا رہا تھا اور وہ ششدر سی آنکھیں

pklibrary.com

پھیلائے اسے گھور رہی تھی۔ اس کے لہجے میں اتنی نفرت، اتنا خوف، اتنی سرد مہری..... اسے ہراساں کر گئی۔ اب یہاں سے جان چھڑانا لازم ہو گیا تھا اگر وہ چند منٹ یہاں سے باہر نہ نکلے تو یہ جنونی پتا نہیں اس کے ساتھ کیا کر بیٹھے۔ وہ دم سادھے اسے سنتی رہی۔ اس کے حواس معاذ کی اس جنونی سی حالت پہ معطل ہونا شروع ہو گئے تھے۔

''میں نے کہا تھا کہ آپ میری کوئی سی تین شرطیں پوری کریں گے تو دوسری شرط یہ ہے کہ آپ مجھے جانیں دیں میں آپ سے کچھ نہیں چھپا رہی۔'' اتنا سننا تھا کہ اسے اپنی شرط یاد آ گئی، وہ بے بس تھا اور اپنے وعدے کے آگے۔ معاذ کے ہاتھوں کی گرفت اس کے بازوؤں پر ڈھیلی پڑ گئی۔ فریال منہ پر ہاتھ رکھے سانس روکے وہاں سے باہر بھاگ آئی۔ اس کو گنگ چھوڑ کر..... لیونگ روم میں آتے ہی وہ بے دم سی صوفے پر گر گئی۔ وہ بری طرح لرز رہی تھی۔ اس نے معاذ کے روم کی طرف نگاہ دوڑائی اس کا دروازہ ویسے ہی آدھا کھلا ہوا تھا جیسا وہ کھول کر آئی تھی۔ نائٹ بلب ویسے ہی آن تھا۔

✦✦✦

''یہ جگہ کتنی اچھی ہے نا معاذ..... کتنا مزہ آ رہا ہے۔'' فریال نے گردن جھکا کر پہاڑ کی نچلی سطح پہ پھیلی جھیل کو خاصی دلچسپی سے دیکھتے ہوئے کہا جہاں لوگ فرط مسرت سے موسم اور جگہ کو خوب زندہ دلی سے انجوائے کر رہے تھے۔ کشتیوں میں سوار افراد نعرے، ہوٹنگ اور سیٹیاں بجا بجا کر اپنی خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ موسم نے تو جیسے ان کی سیر کا مزہ ہی دوبالا کر دیا تھا۔ تب ہی وہ منہ چڑا کر بولا۔ ''خاک مزا آ رہا ہے یوں کھڑے ہو کر میں تو شدید بور ہو رہا ہوں..... اور موسم کہاں اچھا ہے سردی میں کیا یہ ٹھنڈی ہوا اچھی لگتی ہے بھلا۔''

''اُف او..... آپ کس قدر بدذوق ہیں آپ کو تو نہ موسم انجوائے کرنا آتا ہے اور نہ ہی صحیح سے سیر و تفریح کے مزے لینے آتے ہیں..... سڑے ہوئے چہرے سے کیا پہاڑی علاقوں کی سیر ہوتی ہے؟'' فریال نے گردن موڑ کر تاسف سے اس کی اکتائی ہوئی شکل کو گھورا جہاں بلا کی غیر دلچسپی اور بوریت رقم تھی۔ اسے یوں سردی سے بچاؤ کے لئے دونوں ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے دیکھ کر فریال کو شدید قسم کی تپ چڑ رہی تھی دل تو کر رہا تھا اس نازک مزاج مرد کو خوب ٹکا کر جواب دے کہ

''ہوائیں سرد ہو جائیں۔

یا لہجے برف ہو جائیں فرق کیا پڑتا ہے۔''

لاکھ چاہنے کے باوجود دل ہی دل میں تلملا کر وہ بڑی مشکل سے ضبط کر گئی۔

''یہ کلر کہار کی سڑی ہوئی جھاڑی نما پہاڑیوں کو آپ اچھی جگہ کہہ رہی ہیں جہاں صفائی کا انتظام ہے ہی نہیں..... چلنے کے لئے راستہ خاصہ خراب ہو چکا ہے اور جھیل کے کنارے پھیلا وہ کوڑا دیکھا ہے جس کا دل چاہتا ہے کھا پی کر سب کچھ جھیل میں پھینک دیتا ہے..... اپنی تاریخی جگہوں کی حفاظت ایسے ہی کی جاتی ہے کیا مس فریال؟..... اور آپ کہتی ہیں میں اس چیز کو انجوائے کروں جہاں کھل کر سانس لینے کو صاف فضا تک میسر نہ ہو۔'' اس کے سنجیدہ سے جواب پر وہ ہونٹ کاٹتی خاموشی سے ایک بار پھر جھیل کو گھورنے لگی۔ کچھ توقف کے بعد جیسے کچھ سوچ کر اس نے پھر وہی سلسلہ گفتگو دوبارہ جوڑا۔

''کبھی آپ نے ترکی دیکھا ہے اگر نہیں دیکھا تو انٹرنیٹ پر کم از کم اس کی پکچرز ضرور سرچ

pklibrary.com

کرنا کیسے انہوں نے اپنے تاریخی مقامات کا خیال رکھا ہوا ہے Istanbul maidens tower, blue mosque, manavgat, hagia sofida. topkapi place." استنبول کی پانچ تاریخی جگہوں کے نام اس نے بڑی روانی اور ستائش کے ساتھ بطور مثال اس کے سامنے پیش کر دیئے، وہ کھلے منہ کے ساتھ اسے دیکھتی رہ گئی یہ بندہ کسی کا منہ بند کروانے میں واقعی ماہر ہے۔ اس نے دل ہی دل میں اعتراف کیا۔ مگر اس نے خاموش رہنا زیادہ مناسب سمجھا۔ کل آنٹی نے اسے بتایا تھا کہ معاذ فرینڈز کے ساتھ ترکی گیا ہوا تھا تب اسے یقین نہیں آیا مگر اب اسے یہ سب سن کر یقین ہو گیا تھا کہ وہ واقعی وہاں سے بہت کچھ سیکھ کر آیا ہے۔

"آپی اور معاذ بھائی ادھر دیکھیں۔" وہ دونوں تخت بابری پہ کھڑے تبصرے اور جھگڑوں میں مصروف تھے تب ہی تخت بابری کی چٹان بنی سیڑھیوں پر کھڑے ذکی نے ان دونوں کو اپنی طرف متوجہ کیا ان کے متوجہ ہونے پر اس نے شریری مسکان لبوں پہ سجائے ان کی تصویر ہاتھ میں پکڑے ڈیجیٹل کیمرے میں بنا لی۔ تصویر میں دونوں ہی سنجیدہ اسے گھور رہے تھے۔ ان کے مڑتے ہی گیارہ سالہ ذکی نے بٹن کلک کر دیا۔ معاذ یہ ہموار چٹان اترنے لگا فریال بھی اس کی تقلید میں بڑھی۔ اترتے وقت اس کی نظر ایک طرف سیمنٹ نما بورڈ پر پڑی۔ جس پہ "تخت بابری" کے نام سے کچھ لکھا ہوا تھا وہ قریب جا کر وہی رک گئی اور پھر بغور اس پہ سنہری حروف سے لکھی تاریخ کو پڑھنے لگی۔

"باغ کے وسط میں پہاڑی کی چٹان تراش کر بابر کیلئے ایک تخت بنوایا جس پر کھڑے ہو کر بابر نے اپنی فوج سے خطاب کیا تھا جو تخت بابری کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں اوپر چڑھنے کیلئے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ اس باغ میں مور بھی ہیں جو کھلی فضا میں گھومتے پھرتے ہیں انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچاتا یہاں پر میٹھے پانی کے علاوہ گندھک آمیز پانی کا چشمہ بھی ہے پہاڑ کی چوٹی پر سخی باہو کی درگاہ قابل دید ہے۔ تمام مزار کے اوپر شیشے کی کڑھائی ایسی صناعی سے ہوئی ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

معاذ نے مڑ کر دیکھا تو وہ وہیں اوپر کھڑی کسی بورڈ پر جھکی با آواز بلند تحریر پڑھ رہی تھی۔ اس کے کھلے کالے سیاہ بال ہوا سے آگے چہرے پر لپٹنے لگے، سرخ رنگ کے ساتھ بلیو جینز اور گردن کے گرد لپیٹا گرم سکارف۔ وہ خاصی اسٹائلش اور شوخ چنچل سی لڑکی لگ رہی تھی، جگہ جگہ رکنے والی، ہر ہر شے کا بغور معائنہ کرنے والی "آ بھی جائیں اب یا پھر کھڑے کھڑے آپ کا بھی کوئی خطاب کرنے کا ارادہ ہے۔" معاذ نے اسے نیچے بلانا چاہا۔ اس کی آواز گونجی تھی۔ فریال نے گردن کو اک ادا سے جنبش دے کر چہرہ اس کی طرف موڑا اور پھر غصے سے نتھنے پھلا کر خود کلامی کی "اگر خطاب کر سکتی تو یقین کریں معاذ آپ جیسے بور، فضول اور بدذوق انسان کی وہ تعریفیں کرتی کہ زمانہ یہ نئی تاریخ یاد کرتا کہ فریال حسین نے تخت بابری پہ کھڑے ہو کر معاذ زوہیب کی کس طرح عزت افزائی کی تھی۔" وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے آ گئی۔ اب کے وہ تینوں خاموشی سے پہاڑی ڈھلوان اترنے لگے، کچھ راستے طے کرنے کے بعد وہ مزید اونچائی چڑھنے لگی تھی۔ فریال خنک ہوا کے جھونکوں میں مست چلتی جا رہی تھی، معاذ ہنوز ہاتھ جیبوں میں ڈالے ہمیشہ کی طرح سنجیدہ اور

غیر دلچسپی سے اس کے پیچھے کچھ فاصلے پر خاصی مدھم سپیڈ میں چل رہا تھا۔

جبکہ ذکی پروفیشنل کیمرہ تھامے جگہ جگہ رک کر مختلف مناظر کیمرے میں قید کر رہا تھا۔

''واؤ..... ذی..... موٹو..... جلدی آؤ..... کتنے اچھا ویو ہے۔'' پہاڑی کے وسط پر پہنچ کر نیچے نظر آتی جھیل، ہجوم، پہاڑ، سڑک، سبزہ دیکھ کر وہ دفعتاً پر جوش چلائی۔ ذکی اس کی آواز پر بھاگتا ہوا اس تک پہنچا اب وہ دونوں بہن بھائی باقاعدہ پوز بنا کر پکچرز لینے لگے تھے۔ راستے میں معاذ کا فون بجا تو وہ وہی پر رک کر کال اٹینڈ کرنے لگا۔ ''ممی یہ کیا افلاطون قسم کی لڑکی آپ نے میرے ساتھ بھیج دی ہے اس کی ہڈی میں چین ہی نہیں ہے..... ہر جگہ اسے دیکھنی ہے..... ہر منظر اسے دیکھنا ہے اور پھر دیکھنا نہیں ہے بلکہ اس سے متاثر بھی ہونا ہے۔'' وہ فون کان سے لگائے چڑ چڑے انداز میں کہہ رہا تھا۔ پاکستان آنے کے بعد پہلی ہی بار ممی نے ان دونوں کو معاذ کے ساتھ زبردستی یہاں بھیجا تھا اور اب دوبارہ کبھی اس کے ساتھ کہیں نہ جانے کی جیسے اس نے قسم کھائی تھی۔ اس کے لہجے سے تو یہی عیاں تھا۔

''اوہو..... ایسے تھوڑی کہتے ہیں اتنی اچھی بچی تو ہے بس تھوڑا بچپنا ہے وہ بھی ابھی چھوٹی ہے عمر کے ساتھ ٹھیک ہو جائے گی پھر پہلی دفعہ آئی تو انجوائے کرنے دو۔'' ماما نے ہمیشہ کی طرح اسے ہی سمجھا بجھا کر فون کاٹ دیا۔

''معاذ بھائی آجائیں ہم آگے جا رہے ہیں۔'' اوپر کھڑے ذکی نے ہاتھ ہلا کر اسے اپنے پاس بلایا وہ گہری سانس خارج کر کے ڈھلوان چڑھنے لگا۔ موسم خاصا ٹھنڈا تھا۔ خنک ہوا کے جھونکے ایک طاقت کی طرح اسے آگے بڑھنے سے روک رہے تھے۔ وہ سفر طے کر کے ان کے مقابل پہنچ گیا۔

''چلو کہاں چلنا ہے۔'' معاذ نے بڑے فارمل سے انداز میں یا دل ناخواستہ لب کھولے۔

''آپی کہہ رہی تھیں اوپر جانا ہے۔'' ذکی نے کندھے اچکا کر کہا تو اس نے نظریں اٹھا کر اسے گھورا جو اپنے اوورکوٹ کی جیب میں سے پاکٹ ڈائری نکال کر اب کچھ پڑھنے لگی تھی۔

اللہ خیر کرے اب یہ کون سا نیا بم پھوڑنے لگی ہے معاذ نے جیبوں سے ہاتھ نکالتے سلگ کر سوچا تو اس نے واقعی ناگہاں ایک بم ہی تو اس پر گرایا تھا بڑی معصومیت سے ''آگے کچھ راستہ طے کر کے وہ جگہ ہے جہاں مصطفیٰ زیدی نے بیٹھ کر غزل لکھی تھی۔'' ڈائری واپس اوورکوٹ کی جیب میں رکھتے ہوئے وہ کسی tour guide کی طرح اگلی منزل پلین کر رہی تھی وہ ہکا بکا اس سر پھری لڑکی کو دیکھتا رہ گیا نہ مشورہ، نہ رائے بلا تامل سیدھا آرڈر۔ پہلی دفعہ وہ یہاں آئی تھی مگر اس کا ردعمل دیکھ کر معاذ کو ایسا لگ رہا تھا کہ وہ پہلی دفعہ یہاں آیا ہے۔ کتنا فرق تھا دو مہینے قبل ترکی کے Tour میں اور اب دو مہینے بعد کے اس کلر کلہار کے tour میں..... ترکی کا tour اس نے پلین کیا تھا کھانا، پھرنا، رہائش، ٹرانسپورٹ، ٹائم مینجمنٹ اور سیر و تفریح کے لئے بہترین مقامات کی سلیکشن۔ یہ سب کام اس نے کمال ذمہ داری اور احسن طور پر سرانجام دیئے تھے، وہ دس دوستوں کا tour تھا پورے پندرہ دن انہوں نے ایک ساتھ گزارے مگر مجال ان دس میں سے کسی ایک کی بھی ہمت ہوئی ہو کچھ بولنے کی، یا پھر یہ کہنے کی کہ یہ کرنا ہے وہ نہیں کرنا، یہاں جانا ہے وہاں نہیں جانا..... مگر یہ بولڈ اور کانفیڈینٹ سی لڑکی اس کی خواہش کے

برعکس اسے چلا رہی تھی۔ یہ نہیں تھا کہ معاذ جانتا نہیں تھا کہ اوپر کون کون سے مقامات موجود ہیں وہ یہیں کلر کہار میں رہنے والا تھا سب جانتا تھا پہاڑ کی ہر چوٹی سے واقف تھا وہ جان بوجھ کر خاموش کھڑا رہا اس کا دل مطلق نہیں چاہ رہا تھا اس ٹھٹھرتے سرد موسم میں گھومنے کو اور وہ بھی ایسی جگہ جہاں وہ کئی دفعہ آچکا ہے۔

فریال ڈھلوان چڑھنے کے بعد دیوار پر لگی ایک تحریری بورڈ کے سامنے جا کر رکی جس پہ بڑا سا کر کے "Veera Lodge" درج تھا اور اس کے نیچے انگریزی میں چند مزید سطریں لکھیں تھیں وہ وہی پر رک کر انہیں بغور پڑھنے لگی۔ معاذ کو ایک بار پھر اس کے یوں تفصیلی غور و فکر پر جی بھر کے غصہ آیا یہ تو ایسے پڑھتی ہے جیسے ہر لائن، ہر جملہ، ایک ایک لفظ لکھا ہی اس کے لئے ہو۔ فریال کی نظریں ان سطروں کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد اسی پلیٹ پر کونے میں لکھی اردو تحریر پہ جا ٹکیں۔

''جائے غزل''

انہیں پتھروں پہ چل کر اگر آسکو تو آؤ
مرے گھر کے راستے میں کہیں کہکشاں نہیں ہے

''واہ کیا مصرع ہے'' اس نے پڑھ کر متاثر کن انداز میں تعریف کی تو معاذ نے سامنے سے آتی فیملی پر سے بے اختیار توجہ ہٹا کر دیکھا وہ مسکراتی آنکھوں کے ساتھ کھڑے ذکی سے کیمرہ کھینچ کر اسے آن کر رہی تھی۔

''معاذ آپ کو مصطفی زیدی کی یہ غزل آتی ہے؟'' پلیٹ کی تصویر لیتے ہوئے وہ بڑی اپنائیت سے اس سے پوچھ رہی تھی، اس سے قبل کہ وہ جواب دینے کے لئے لب وا کرتا وہ جھٹ بول پڑی۔

''چلو شرط لگی اگر آپ کو یہ غزل آتی ہوئی تو میں آپ کی کوئی سی تین خواہشیں پوری کروں گی..... اور اگر نہیں آتی تو آپ میری تین خواہشات پوری کریں گے۔'' اب وہ کیمرہ واپس ذکی کو تھماتے ہوئے کھنکتی آواز میں بولی تو اس کی حیرانی آخری حد کو چھو گئی۔ دو ہی دنوں میں یہ لڑکی کتنی بے تکلف ہو گئی ہے، اس کے ''آپ'' میں ''تم'' والی بے تکلفی ہے حالانکہ ان کی کوئی زیادہ بات بھی نہیں ہوئی پھر بھی یہ کتنی جلدی گھل مل گئی ہے۔ ایسا کیوں؟ کیا یہ جلدی ہی گھل مل جانے والی لڑکی ہے؟ یا مجھے اپنی طرف..... کچھ سوچتے سوچتے اس نے خود ہی سرزنش کر کے سر جھٹک دیا۔

''مجھے نہیں آتی یہ غزل اور نہ ہی مجھے شعر و شاعری سے کوئی شغف ہے۔'' وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔

''تو پھر میں شرط جیت گئی ہوں کیونکہ مجھے یہ غزل آتی ہے۔'' وہ جتا کر فخریہ انداز میں بولی۔

''مگر میں کیسے مان لوں؟'' کہیں وہ اسے بیوقوف تو نہیں بنا رہی اس خیال پر وہ چپ نہیں رہ سکا اور فوراً تصدیق کرنا چاہی۔ ان کی گفتگو ذکی کو بور کر رہی تھی وہ کیمرہ تھامے ڈھلوان اتر کے اسی پوائنٹ پر چلا گیا جہاں سے جھیل، سڑک اور لوگوں کا ہجوم خاصا دلچسپ منظر پیش کرتا تھا۔

''اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو سنا سکتی ہوں۔'' دونوں بازو سینے پہ باندھتے ہوئے وہ اسی خود اعتمادی کے ساتھ چیلنج کرنے والے لہجے میں گویا ہوئی کیونکہ وہ یہاں آنے سے پہلے رات بھر اس جگہ کے بارے میں ایک اچھی ریسرچ کر کے آئی تھی اور وہ حیران سا وہیں کھڑا رہا یہ لڑکی واقعی کمال ہے پہلی بار کسی جگہ پر آئی ہے اور راستہ تک نہیں پوچھتی، یہاں موجود سیر کی جگہوں کا علم اسے پہلے ہی سے ہوتا ہے، پھر

تاریخ بھی فرفر سنادے گی جیسے پتا نہیں کتنی کو بار وہ یہاں آچکی ہو۔ وہ خود سے شرمندہ دل ہی دل میں اس سے پہلی بار متاثر ہوا تھا۔ وہ یہاں کئی بار آچکا ہے اسے علم ہونا چاہیے تھا یہاں کی تاریخ کا وہ اسے لے کر آیا تھا اسے کسی گائیڈ کی طرح سب کچھ اسے بتانا چاہئے تھا نہ کے وہ اسے بتاتی۔ وہ جی بھر کر دل ہی دل میں شرمندہ ہوا۔

''اب کیا ہوا استنبول تو آپ نے بہت غور سے دیکھا تھا اس کی ہسٹری تو فرفر سنادی مگر اپنے ہی ملک کی تاریخی جگہیں یاد نہیں چاہے..... ایکچولی یہی پاکستانیوں کا مسئلہ ہے اپنے گھر کا کچھ پتہ نہیں ہوتا اور چل پڑتے ہیں باہر کی دنیا دیکھنے۔ ہمیں تنقید کا حق تب ہے جب ہم خود اپنے ملک کی بہتری کے لئے کچھ کام کریں اپنی استطاعت کے مطابق اپنے حصے کی شمع روشن کریں اور وہ آپ اپنے پروفیشن میں کسی بھی طرح کر سکتے ہیں۔'' ٹھہر ٹھہر کر بولنے کے بعد وہ بڑے آرام سے مسکرادی اور وہ اس کی باتوں کے بوجھ تلے وہیں جم گیا وہ اس کی توقع کے برخلاف نکلی تھی۔ یہ بات اسے اس کے ساتھ چند گھنٹے گزار کر اندازہ ہو گیا تھا۔ وہ اسے احمق، شوخ، چنچل اور امیچوری بچوں جیسی حرکتیں کرنے والی لڑکی سمجھ رہا تھا۔ اسے اس سے ایسی باتوں کی توقع ہرگز نہیں تھی۔ کتنے آرام سے اس نے اس کے پچھلے دیے گئے جواب پر خاموش طمانچہ مارا تھا۔ وہ ہونٹ کاٹ کر گنگ سا ڈھلوان کی طرف دیکھ کر رہ گیا۔ اب کے نظریں اس سے ملائی نہیں گئیں۔ وہ ٹھیک ہی تو تھی وہ کتنی مرتبہ یہاں آیا تھا مگر اس نے آج تک وہ تاریخ نہیں پڑھی کہ وہ جان پاتا اس جگہ کی اہمیت اس کی ہسٹری۔ جبکہ وہ ترکی گیا تو ایک ایک چیز اس نے دلچسپی سے دیکھی، پڑھی اور نوٹ کی۔ استنبول چند ہی دنوں میں اسے ایسے ازبر ہوا تھا کہ وہ آنکھیں بند کر کے ایک ایک جگہ اور اس کی ہسٹری سنا سکتا تھا۔ جب انسان پیسہ اور وقت لگاتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے صحیح طور پر لگائے تاکہ دوسروں کو بھی فائدہ دے سکے اور اپنی ذات کو بھی حقیقی معنوں میں فائدہ ہو۔ وہ پہلی ہی مرتبہ یہاں آکر کیسے ایک ایک چیز کو دیکھ رہی تھی، ہسٹری جاننے کی کوششیں کر رہی تھی، پکچرز لے رہی تھی۔

''خیر میں آپ کو مصطفی زیدی کی وہ غزل سنانے لگی تھی۔'' موضوع بدل کر جیسے فریال نے دانستہ اسے خجالت سے بچانا چاہا۔ وہ اثبات میں سر ہلا گیا۔ وہ وہی کھڑی غزل سنانے لگی۔ ایسا پہلی بار تھا کہ وہ اسے اتنی دلجمعی سے سن رہا تھا، اس کا غزل کہنے کا انداز ہی اتنا دلچسپ تھا کہ وہ خود کو اس میں محو ہونے سے روک ہی نہ پایا۔

''کسی اور غم میں اتنی خلش نہاں نہیں ہے
غم دل مرے رفیقو، غم رائگاں نہیں ہے
کوئی ہم نفس نہیں ہے، کوئی رازداں نہیں ہے
فقط اک دل تھا اب تک تو وہ مہرباں نہیں ہے
کسی آنکھ کو سدا دو کسی زلف کو پکارو
بڑی دھوپ پڑ رہی ہے کوئی سائباں نہیں ہے
انہی پتھروں پہ چل کر اگر آسکو تو آؤ
مرے گھر کے راستے میں کوئی کہکشاں نہیں ہے

اس نے آنکھیں بند کر کے جتنا ڈوب کر وہ غزل سنائی تھی اتنا ہی اسے لفظوں میں، آواز میں، معنی میں ڈوب کر معاذ نے سنا تھا۔ غزل کے اختتام پر فریال نے آنکھیں کھولیں تو تالیوں کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی پھر اس نے چونک کر اپنے گرد لگے ہجوم کو دیکھا جو ستائشی نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔ وہ سب کب یہاں جمع ہوئے اسے نہیں معلوم مگر وہ یہ جان گئی تھی کہ اس نے یوں غزل سنا کر محفل لوٹ لی ہے۔

pklibrary.com

''بہت خوش بیٹا خوشی ہوئی آج کے دور میں بھی اردو اور ہسٹری سے لگاؤ رکھنے والے لوگ موجود ہیں۔'' وہ ہجوم کسی سیلاب کی طرح بہہ گیا روڈ خالی ہوگئی، مگر ایک عورت جگمگاتے چہرے کے ساتھ اس کے قریب آ کر رکی اور داد دے کر ڈھلوان اترنے لگی۔

''اچھی تھی..... اب آپ شرط جیت گئی ہیں کیا چاہیے آپ کو۔'' معاذ کا انداز تخاطب اسے دل سے تعریف کرنے والا نہیں لگایا تو واقعی اسے غزل کا انداز پسند نہیں آیا یا پھر وہ اس بات کو ایکسپوز نہیں کرنا چاہ رہا تھا۔ اس کا چہرہ دیکھتے اس نے سوچا۔

''پرفیکٹ'' ذکی کے قریب سے ابھرتی آواز پر دونوں نے چونک کر گردنیں گھمائیں۔

''ذکی کے بچے تم وہاں کھڑے کیا کر رہے ہو۔'' فریال نے اسے کیمرہ تھامے دیکھا تو وہ تڑخ کر بولی۔

''کچھ نہیں بس وہ ویڈیو بنا رہا تھا..... آ..... آپ کی۔'' اس کی شعلہ برساتی نظریں یوں خود پر مرکوز پا کر وہ اس کا غصہ بھانپ گیا تھا تب ہی ادھورے لفظ اس کے ہونٹوں پر ہی دم توڑ گئے۔ وہ کب واپس آیا؟ کب سے یہاں کھڑا ان کی ویڈیو بنا رہا تھا اس بات کا احساس دونوں ہی کو نہیں ہوا۔

''اب کیا چاہیے آپ کو آپی معاذ بھائی سے۔'' وہ آگے بڑھ کر شوخ ہو کر بولا۔

''ابھی نہیں بعد میں بتاؤں گی۔'' اس کا موڈ معاذ کی اس حرکت پر خراب ہوا تھا۔ وہ خفا سی نفی میں سر ہلاتی چہرے پر گرتے بالوں کو کانوں کے پیچھے اڑستی ڈھلوان اترنے لگی۔

✦✦✦

پورے دو گھنٹے بعد وہ تخت بابری سے نکل آئے تھے۔ پہاڑ اترنے کے بعد اب سفید کرولا اگلے راستے پر دوڑنے لگی۔ فریال نے کلائی پہ پہنی رسٹ واچ پر ٹائم دیکھا وہ فرصت سے تین گھنٹے وہاں لگا کر آئی تھی اور اب دوپہر کے بارہ بج رہے تھے۔ موسم ابھی بھی ویسا تھا سردیوں کی سرد ٹھٹرتی دوپہر۔ گاڑی کا ٹمپریچر قدرے بہتر تھا فریال نے ہیٹر آن کیا ہوا تھا۔ ذکی کیمرہ ہاتھ میں تھامے کچھ دیر قبل بنائی پکچرز دیکھنے میں مصروف تھا۔ اور فریال فرنٹ سیٹ پر براجمان تھکے تھکے انداز سے باہر بھاگتے مناظر کو دیکھ رہی تھی۔ حد ہے کتنا بور انسان ہے میوزک بھی پلے نہیں کیا۔ وہ فریال جس کا سفر میوزک کے بغیر کبھی کٹتا ہی نہیں تھا، وہ پاپا سے لڑ کر اپنی مرضی کا ٹریک پلے کرواتی اب کتنی خاموشی سے بیٹھی تلملا رہی تھی۔ اسے قطعاً یقین نہیں تھا کہ یہ ذکی کا بچہ منہ پھاڑ کر بول دے گا۔

''آپ آج آپ میوزک کے بغیر بیٹھی ہیں خیر تو ہے۔'' اس نے گردن موڑ کر غضب ناک نگاہوں سے ذکی کو گھورا جو سمجھ تو گیا تھا بہن کی نظروں کو مگر مصنوعی اداکاری کرتا وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ ابھی اس نے گردن سیدھی بھی نہیں کی تھی کہ میوزک کی آواز کار میں گونجنے لگی۔ معاذ نے بڑی خاموشی سے بغیر کچھ کہے میوزک آن کر دیا تھا۔ ذکی کی اس بات نے فریال کو جی بھر کر شرمندہ کیا۔ پتا نہیں بچے اتنے منہ پھٹ کیوں ہوتے ہیں۔ کہاں پر کیا بولنا ہے اتنی عقل انہیں کیوں نہیں ہوتی۔ وہ دل ہی دل میں بپھر اٹھی۔

یار دے ویرے آئی ٹپ ٹپ گلیاں
لبدی پھراں میں تینوں مل مل اکھیاں
ماہی میں تینوں سمجھاواں کی
تیرے نال کیوں لائیاں اکھیاں

pklibrary.com

توجہ ہٹ کر اس کا دھیان میوزک کی طرف گیا تو وہ اس بات کا اعتراف کئے بنا رہ نہیں سکی۔ شکر ہے اس بورنگ انسان کی میوزک چوائس کچھ بہتر ہے۔ اب اس کا سفر اچھا کٹنے لگا تھا۔ ہنوز وہ نظریں کھڑکی سے ہٹا نہیں پائی۔ نئی جگہوں کو دیکھنے میں اسے ہمیشہ سے ہی دلچسپی رہی تھی اس کا یقین تھا نئی جگہوں کو دیکھ کر اور سیر و تفریح سے انسان کا نالج بڑھتا ہے۔

''گاڑی روکیں۔'' فریال یک دم سیٹ کی ٹیک چھوڑ کر تیزی سے چلائی تو وہاں موجود دونوں کا ہی دل زور کا دھڑکا۔ معاذ نے گھبرا کر اتنی زور سے بریک لگائی کہ وہ اچھے خاصے ہل کر رہ گئے۔

''کیا ہوا؟ سب ٹھیک ہے؟'' معاذ پریشانی سے بولا، لہجے میں حیرانگی اور فکر مندی سموئی ہوئی تھی۔

''شرط کے مطابق پہلی خواہش..... مجھے سامنے ڈھابے سے چائے پینی ہے۔'' فریاد نے معاذ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اتنے سنجیدہ اور مضبوط لہجے میں یوں شرط باور کروائی جیسے وہ کوئی بہت بڑی اور مہنگی شے اس سے طلب کر رہی ہے اور وہ دلا ہی نہیں سکتا۔ یہ لڑکی اسے قدم قدم پر حیران کر رہی تھی۔ وہ خاموشی سے گاڑی سے نیچے اتر آیا۔ گاڑی لاکڈ کر کے وہ سامنے ڈھابے پہ جا کر بیٹھ گئے۔

''تو اس ڈھابے کو دیکھ کر ان محترمہ کا دل للچایا تھا۔'' معاذ نے ایک سرسری سی نظر اس عام سے ڈھابے پہ ڈالی اور پھر اپنے سامنے بیٹھی اس شوخ چنچل بولڈ سی لڑکی پر لیکن اس بار اسے اس پر غصہ نہیں آیا، پہلی بار معاذ نے ایکسرے کرتی نگاہوں سے اسے گھورا بے داغ چہرہ، گوری رنگت، کاجل سے سجی آنکھیں، ہونٹوں پر لگا پنک گلوز، پتلی دبلی جسامت..... اس کی شفاف سی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ خنک ہوا کا جھونکا معاذ کے گرم وجود سے ٹکرایا تو سردی جیسے اس کی ہڈیوں تک کو چیر گئی تھی۔ کیا لڑکی ہے اسے ٹھنڈ بھی نہیں لگتی۔ وہ خود سے الجھ رہا تھا پھر نظریں خود پر ٹھہر گئیں وہ ہلکی سی جرسی پہنے ہوئے تھا جو شاید اتنی گرم بھی نہیں تھی جبکہ فریال کا اوور کوٹ دکھنے میں خاصا گرم لگ رہا تھا پھر اس کے پاؤں میں جاگرز بھی تو پہنے تھے وہ پوری تیاری کے ساتھ آئی تھی اور وہ زبردستی، کھینچ کر اس کے ساتھ بھیجا گیا تھا۔

''ایکسوزمی..... تین کپ گرم گرم چائے اور ہاں ایک میں چینی زیادہ ہو۔'' وہ اپنی سوچوں میں الجھا ہوا تھا تب ہی فریال کی شوخ، پراعتماد آواز نے اسے سوچوں کے گرداب سے کھینچ نکالا۔ وہ لڑکی بڑے طمطراق سے پوچھے بنا آرڈر دے بھی چکی تھی۔ ایک اور جھٹکا..... دوسری بار اس نے پوچھے بنا اپنی بات اس پر مسلط کی تھی۔

''میں چائے نہیں پیتا اور یہ ڈھابے کی چائے تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔'' اس نے دو ٹوک انداز میں منع کر دیا۔

''آنٹی بتا رہی تھیں پروفیشن کے لحاظ سے آپ بینک منیجر ہیں اور اتنے سر کھپائی والے کام میں چائے کی طلب تو بڑی عام سی بات ہے حیرت ہے پھر بھی آپ چائے نہیں پیتے۔'' وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے خاصی حیران نظر آ رہی تھی۔

''نہیں..... بس صبح ایک کپ وہ بھی اگر دل کرے ورنہ ایسے بھی کام چل جاتا ہے۔'' وہ بڑے رسان سے بولا۔

''ویسے معاذ بھائی آج تو مزہ آ گیا۔'' ذکی نے پرمسرت انداز میں اپنی انٹری دی تو

دونوں کی بات ادھوری رہ گئی۔

''تمہارے معاذ بھائی تو بور ہوئے ہیں بہت۔'' فریال ذہن کی اسکرین پر اس منظر کو یاد کرتی گویا ہوئی جب تخت بابری پر کھڑے ہو کر اس نے اپنی دلی کیفیت کا اظہار کیا تھا۔

''واقعی معاذ بھائی آپ ہمارے ساتھ بور ہوئے؟ آپ کو مزا نہیں آیا؟'' اس نئے انکشاف پر وہ ماتھے پر بل ڈالے تعجب سے بولا تو وہ گڑبڑا گیا اسے فریال سے اس طرح کی صاف گوئی کی امید قطعاً نہیں تھی۔

''ایسی بات نہیں ہے میں تو بس یہ کہہ رہا تھا کہ صرف اسی جگہ پہ آکر انجوائے تھوڑی ہوتا ہے اگر انسان انجوائے کرنا چاہے تو گھر بیٹھے وہ چائے یا کافی کے مگ کو بھی انجوائے کر سکتا ہے۔'' معاذ فریال کی طرف دیکھتے بڑے اطمینان سے بولا۔

''گھر بیٹھ کر چائے اور کافی دو ہی صورتوں میں انجوائے کی جاسکتی ہے کپ یا تو آپ کے کسی عزیز نے تحفے میں دیا ہو یا پھر چائے آپ کے کسی بہت چاہنے والے نے بنائی ہو۔'' فریال نے بڑے خشک سے انداز میں معاذ کی بات کو گویا رد کیا تھا مگر وہ بھی اپنی بات سے منہ پھیرنے والا نہیں تھا۔ اس بات پر دونوں کی اچھی خاصی بحث ہوئی اور اتنی ہی دیر میں چائے آگئی۔ معاذ کا چائے پینے کا دل تو پہلے ہی نہیں تھا اور چائے کے کپ دیکھ کر وہ اور بھی برا ہو گیا حالانکہ وہ دکھنے میں بالکل صاف تھے مگر ذہن میں اسی سوچ نے سر اٹھایا ''پتا نہیں ان کا صفائی کا انتظام کیسا ہو؟'' تبھی اس نے اپنے لئے چائے دوبارہ سے ڈسپوزبل کپ میں منگوائی۔ چائے کے سپ لیتے ہوئے اس کی نظریں کتنی بار فریال پر ٹھہریں وہ کپ لبوں سے لگائے کتنی دلچسپی سے چائے پی رہی تھی۔ اس کے کھلے بال ابھی تک ہوا میں لہرا رہے تھے، اس کی روشن آنکھیں اور جگمگاتا چہرہ دیکھ کر معاذ کے رگ و پے سکون و اطمینان کی لہریں دوڑ گئیں۔ اتنی چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی کیا کسی کو خوش کر سکتی ہیں؟ شاید یہی حقیقی شکر گزاری کی تعریف ہے۔ وہ خود ہی سوال کر کے خود ہی جواب بھی دے گیا تھا۔

✦✦✦

چند دنوں میں ہی فریال اور ذکی کو یہ احساس ہو گیا تھا کہ یہ چھوٹی سی فیملی بہت کیرنگ اور لونگ ہے۔ زوہیب نقوی کی اپنی ماربل ٹائلز فیکٹری تھی اور معاذ وآفس میں بینک منیجر کی جاب کرتا تھا۔ خدیجہ زوہیب ایک کامیاب سوشل ورکر کے طور پر سوسائٹی جانی جاتی تھیں۔ قابل تعریف بات یہ تھی کہ وہ اپنے کام کے ساتھ ساتھ ایک کامیاب ہاؤس وائف بھی تھیں۔ گھر کو انہوں نے کتنے اچھے طریقے سے رکھا ہوا تھا۔ سب کی ایک اچھی روٹین سیٹ تھی۔ ناشتہ وہ عموماً خود ہی بناتی تھیں البتہ دوپہر، شام کی چائے اور رات کا کھانا وہ ملازمہ کے سپرد تھا۔ گھر کسی فائیو سٹار ہوٹل سے کم نہیں تھا۔ اس کی آرائش، سجاوٹ، پیمائش تو فائیو سٹار کی ہوٹل کی طرح تھی ہی مگر یہ گھر شاید فائیو سٹار ہوٹل سے بھی اوپر تھا۔ وہاں جو کیئر ملتی ہے وہ معاوضہ کے لئے بدلے میں ملتی ہے مگر یہاں اس نے سب کو بے لوث اور ایک دوسرے کی کیئر کرتے دیکھا تھا۔ خدیجہ کیسے اپنے شوہر اور اکلوتے بیٹے کے لئے دن رات ایک کیے رکھتیں۔ بدلے میں زوہیب بھی ان کو وہی درجہ اور عزت دیتے جو ایک وفادار اور اطاعت شعار بیوی کا حق ہے۔ معاذ بھی ان کا فرمانبردار بیٹا تھا۔ پھر انہوں نے غیروں کے لئے بھی اپنے گھر کا دروازہ کھلا رکھا ہوا تھا۔ یہ گھر

وقتی سکون کا باعث تھا۔

✦✦✦

وہ جب سے پاکستان آئی تھی تب سے پہلی بار ہی یہ چمکتی دھوپ نکلی تھی اور دھند کا اثر زائل ہوا تھا۔ وہ خوشی سے اچھلتی ہوئی باہر لان میں آ گئی۔ وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ اس کے وجود پر جمی برف ہولے ہولے پگھلنے لگی۔

''آج باہر بیٹھی ہو۔'' ممی دور سے مسکراتی ہوئی اس کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ شاید وہ اسے ڈھونڈتے ڈھونڈتے یہاں پہنچی تھیں۔

''اتنے مزے کی دھوپ ہے کتنا سکون مل رہا ہے یہاں پر۔''

''صحیح کہا سردیوں کی دھوپ بھی کسی نعمت سے کم نہیں اور یہ بھی ہر کسی کے نصیب میں نہیں ہوتی، کسی کے پاس دو گھڑی سردیوں کی دھوپ انجوائے کے لئے فراغت نہیں ہے تو کسی کے پاس اس کی حدت اور گرمائش محسوس کرنے کے تمام فکروں سے آزاد ذہن کی کمی ہے۔'' ممی گہرا سانس ہوا میں خارج کرتے ہوئے گویا ہوئیں۔ اور وہ دلچسپی سے انہیں دیکھتی رہ گئی۔

''کتنا گہرا سوچتی ہیں آپ..... صحیح سوشل وومن والی سوچ ہے۔'' اگلے ہی پل وہ سراہتے ہوئے بولی۔

''ہوں کہہ سکتے ہیں..... لیکن وقت کے ساتھ ساتھ انسان کی سوچ میں بھی پختگی اور گہرائی آ جاتی ہے آپ میچور ہو جاتے ہو اور اس میں تو کوئی شک نہیں ورکنگ وومن زندگی کی سوجھ بوجھ گھر میں رہنے والوں سے زیادہ رکھتی ہیں اور میرے خیال میں ہر عورت کو اپنی زندگی کے کسی نہ کسی مقام پر ٹائم نکال کر سوسائٹی کو سروکرنا چاہئے۔'' ممی کی بات سے وہ کافی متاثر ہوئی تھی۔ ان کے اندر انسانیت کے لئے کتنا درد تھا۔ وہ چاہتی تھیں کہ ہر کوئی سوسائٹی کے لئے مفید وجود بنے۔ اس بات کا اندازہ اسے چند لمحے ان کے ساتھ بیٹھ کر بخوبی ہو گیا تھا۔

''آنٹی میں جب تک یہاں پر ہوں..... آئی وش میں بھی سوسائٹی کے لئے کچھ کام کروں..... اپنی قابلیت کے ذریعے..... اپنی ایجوکیشن کے ذریعے۔

وہ ہمہ شوق بولی تو ممی کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ وہ فوراً بول پڑیں۔

''اگلے ہفتے ہی ہم آٹھ مقام جانے کا سوچ رہے ہیں وہی پر تین دن کا ہیلتھ کیمپ لگائیں گے..... اگر تم بھی ساتھ آ جاؤ تو ہمیں کافی آسانی ہو گی ویسے بھی ہمیں کافی ڈاکٹرز کی ضرورت ہے۔''

''آٹھ مقام..... یہ کوئی جگہ ہے؟'' وہ ماتھے پر بل ڈالے پوچھ رہی تھی۔

''یہ ایک چھوٹا سا ٹاؤن ہے مظفر آباد سے 72 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔''

''کتنی دور ہے؟'' سوالیہ انداز میں اس نے ابرو اٹھائیں۔

''کشمیر میں ہے تقریباً سات گھنٹے کی ڈرائیو پر۔''

''ٹھیک ہے میں ماما سے پوچھ کر آپ کے ساتھ ضرور جاؤں گی۔''

''ہوں..... ایسا کرتے ہیں ذکی کو بھی ساتھ لے جاتے ہیں وہ اپنے پروجیکٹ پر کام کر لے گا اور کشمیر سے بہتر نیچرل بیوٹی کسی اور جگہ ہو ہی نہیں سکتی۔''

''یہ بہت اچھا آئیڈیا ہے دونوں کا کام ہو جائے گا۔'' وہ خوشی سے سرشار بولی تو ممی بھی مطمئن سی کرسی سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئیں۔

''فریال تم ایسا کرنا نادیہ سے اس بارہ میں کوئی بات نہ کرنا میں خود اس سے بات کروں گی

وہ سمجھ جائے گی میری بات۔'' ممی کچھ سوچ کر بولی تھیں۔

''ٹھیک ہے آنٹی جیسے آپ کی مرضی۔'' وہ تابعداری سے اثبات میں سر ہلا گئی۔

''ذکی کہاں گیا ہے۔'' فریال کو یک دم اس کی عدم موجودگی کا احساس ہوا۔

''زوہیب آج اسے اپنے ساتھ آفس لے گئے ہیں جب سے تم لوگ آئے ہو گھر سے ہی نہیں نکلے اسی لئے انہوں نے سوچا کچھ اور نہ سہی چلو آفس ہی پھر آؤں۔''

''اچھا کیسا ویسے بھی اس نے گھر بیٹھ کر کرنا بھی کیا تھا۔'' فریال نے بولتے ہوئے آنکھیں موند لی۔ وہ اس گرم دھوپ کے مزے لوٹنے لگی تھی اور ممی رشیدہ کو لنچ کا کہنے اندر چلی گئی۔

✦✦✦

''تم کیوں جا رہے ہو معاذ..... اپنی جگہ کسی اور کو بھیج دو۔'' ممی نے بارہا اسے روکنے کی کوشش کی تھی مگر وہ بضد تھا۔

''یہ کام میرے ذمے ہے اور مجھے ہی اسے پورا کرنا ہے اس لئے کل صبح میں نکل رہا ہوں۔'' وہ حتمی انداز میں بولا تھا، ممی نے کچھ اداسی سے اس کی طرف دیکھا مگر وہ سمجھ گئی تھیں اب کچھ بھی کہنا بے سود ہے۔ اس لئے وہ خاموشی سے اس کے ساتھ پیکنگ میں مصروف ہو گئیں۔ صبح انہوں نے اسے بوجھل دل کے ساتھ رخصت کیا تھا۔ وہ مہمانوں کی وجہ سے اسے روک رہی تھیں مگر انہیں کیا معلوم کہ وہ ان مہمانوں کی وجہ سے ہی تو جا رہا ہے..... بھاگ رہا ہے..... یہ ذمہ داری اس نے خود ہی اپنے کاندھوں پر لی ہے۔

''صرف تین دن ہی کی تو بات ہے ڈیئر ممی..... اس کے بعد تو میں واپس آ ہی جاؤں گا ویسے بھی میں کونسا پہلی بار آپ سے دور جا رہا ہوں۔'' جاتے ہوئے وہ ممی کو بازوؤں میں تھام کر بڑے لاڈ بھرے انداز میں تسلی دیتے ہوئے بولا تھا۔

''ڈیلے نہیں ہو سکتا معاذ بھائی..... اب میں کس کے ساتھ باتیں کروں گا۔'' ذکی کا چہرہ بھی اترا ہوا تھا۔ دن دن سے وہ اس کے ساتھ کافی اٹیچ ہو گیا تھا۔ ایک دو بار اس نے معاذ سے ویڈیو گیمز کی کچھ سی ڈیز منگوائی تھیں۔ وہ اچھے خاصے فرینڈلی ہو گئے تھے۔ مگر معاذ جس کو ہر وقت کی چہل پہل اور رونق پسند نہیں تھی تبھی وہ اپنے ہی گھر سے خود بھاگ رہا تھا۔

شام کو ممی فریال کو زبردستی اپنے ہمراہ مس نعیمہ کے گھر لے گئی تھیں۔ ان کی کال آئی تو ممی بڑی عجلت میں گھر سے نکلی تھیں۔

''آنٹی آپ فکر نہ کریں سب ٹھیک ہی ہوگا۔'' فریال نے ان کی پریشانی دیکھ کر انہیں تسلی دی۔

''انشاء اللہ'' ملازم انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھا کر واپس چلا گیا تھا۔ پانچ منٹ بعد ملازمہ ٹرالی گھسیٹتی اندر آئی۔

''باجی کہاں ہیں۔'' ممی سے صبر نہیں ہو رہا تھا۔

''وہ فون پر بات کر رہی ہیں آتی ہیں تھوڑی دیر تک۔'' وہ اتنا کہہ کر واپس پلٹ گئی مگر ممی کو ان کے یوں بلانے کی وجہ کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

''سوری خدیجہ وہ راہب سے بات کر رہی تھی۔'' معذرت کرتے ہوئے وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔

''راہب کون؟''

''ڈاکٹر راہب میرا بھتیجا ہے..... ماشاء اللہ سے بہت لائق سرجن ہے اسی سے لڑ رہی تھی فون پر۔''

''کیوں بھئی لڑائی کس بات پر۔''

pklibrary.com

''وہ پرسوں واپس امریکہ جانے کا کہہ رہا ہے اور میں اسے ایک ہفتہ اور روکنا چاہ رہی ہوں۔''

''روک کیوں رہی ہو ابھی جائے یا ایک ہفتے بعد جائے جانا تو اس نے ہے ہی۔''

''خدیجہ..... میں سوچ رہی تھی کہ اسی اتوار کو نکلتے ہیں اٹھ مقام کے لئے زیادہ دیر نہیں کرنی چاہئے راہب کو بھی میں اسی لئے روک رہی تھی کہ چلو ہمارے بھی کسی کام آجائے۔'' وہ کچھ توقف کے سعد سوچ کر بولی تھیں۔

''یہ تو بہت اچھا فیصلہ ہے ان سے ملو یہ ہیں ڈاکٹر فریال..... یہ بھی امریکہ سے آئی ہیں ابھی اس نے صرف ایم بی بی کیا ہے Spatializtion واپس جا کر کرے گی۔''

''کیسی ہو بیٹا..... آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔'' پہلی بار وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

''ویسے خدیجہ مجھے تو لگتا ہے یہ اللہ کی طرف سے ہماری بڑی مدد ہے کہاں ہم ڈاکٹرز کو ایک ہفتے کے لئے اپنے ساتھ چلنے پر آمادہ کرتے..... خدا نے خود ہی اتنے قابل ڈاکٹرز ہمارے پاس بھیج دیئے۔'' انہوں نے فریال کو جواب کا موقع ہی نہیں دیا اگلے لمحے شائستگی سے بول پڑیں۔

''ویسے یہ تو تم نے درست کہا قدرت کا اشارہ ہے کہ یہی صحیح وقت ہے خدمت خلق کا۔'' اتنا کہہ کر خدیجہ اور نعیمہ دونوں ہی کھلکھلا کر ہنس دیں۔ کافی دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ مسز نعیمہ کے لاکھ منع کرنے کے باوجود فریال نے چائے بنا کر دونوں کو سرو کی۔ ڈیڑھ گھنٹے تک دونوں کے درمیان گفتگو کا سلسلہ بندھا رہا۔ ہیلتھ کیمپ کی تقریباً ساری پلاننگ وہ اس ملاقات میں کر چکی تھیں۔

✦✦✦

"The pain you feel today is the strenght you feel tomorrow for every challenge encountered there is opportunity for growth."

میڈم کیوری کو کیسے پتا چل جاتا ہے کہ میں پریشان ہوں..... اداس ہوں..... یا پھر ڈپریس ہوں۔ شاید کچھ رشتے ایسے ہی دل کے قریب ہوتے ہیں۔ واٹس اپ میسج پڑھ کر وہ پھیکا سا مسکرا دی۔ ذکی نے لیز کا پیکٹ کھول کر باری باری سب کی طرف بڑھایا۔

''تھینکیو میں پیکٹ کی چیزیں نہیں کھاتا۔'' ڈاکٹر راہب نے بڑی سہولت سے انکار کر دیا۔

''لاؤ بھئی میں تو بہت زیادہ کھاتا ہوں۔'' ڈاکٹر بلال نے شریر سے انداز میں کہتے ہی اپنا بڑا سا ہاتھ پیکٹ میں ڈالا اور مٹھی بھر لی۔ ڈاکٹر بے چارہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے انہیں دیکھتا رہ گیا۔ فریال سمیت ڈاکٹر رملہ اور ڈاکٹر عبیرہ بھی کھلکھلا کر ہنس دیں۔ ڈاکٹر رملہ ہیڈ فون لگا کر میوزک سننے لگیں۔ ڈاکٹر عبیرہ اور ڈاکٹر بلال باتوں میں مصروف ہو گئے۔ فریال چپ چاپ کھڑکی سے باہر پہاڑیوں کو دیکھنے لگی جہاں سردی اپنے زوروں پر تھی مگر برف باری ابھی شروع نہیں ہوئی تھی۔ کہیں سے اکا دکا کوئی سبزے کی جھلک نظر آجاتی مگر پہاڑوں کی اصل خوبصورتی تو بادلوں کے نیچے ہی دب کر رہ گئی تھی۔ باہر موسم صاف تھا اسی لئے موسم چیک کرتے صبح ہی وہ آٹھ مقام کے لئے نکل آئے تھے۔ سفر خوش آئین گزر گیا تھا۔ ڈاکٹر بلال کی خوش گپیوں کو تو سب ہی نے بہت انجوائے کیا تھا۔ ذکی بھی اپنا کیمرہ نکال کر راستے میں آنے

pklibrary.com

والے مختلف مناظر کی تصویریں بناتا رہا۔ ممی اور مسز نعیمہ اپنی گفتگو میں بزی تھیں۔ بس ایک راہب ہی تھا جو خاموش سنجیدہ، ماتھے پہ بل ڈالے الگ تھلگ سا بیٹھا تھا۔ اگر اس نے تھوڑی بہت بات کی بھی تھی تو صرف نعیمہ سے کی تھی۔ بلال کی شریر باتوں پر بھی وہ ذرا برابر نہیں مسکرایا تھا۔ یہ بات سب ہی نے نوٹ کی تھی۔ آج پہلی بار ہی وہ سب سے ملے تھے اور سفر کے آغاز میں ہی وہ ایک دوسرے سے گھل مل گئے تھے سوائے ڈاکٹر راہب کے۔ راستے بھر وہ چاروں آپس میں ہی لگے رہے۔

✦✦✦

آٹھ مقام میں رہنے کے لئے انہیں کافی اچھی رہائش گاہ مل گئی تھی۔ تین کمروں میں ان کا گزارہ بڑے آرام سے ہوگیا تھا۔ ممی اور مس نعیمہ ایک روم میں۔ فریال، عبیرہ اور رملہ ایک روم میں جبکہ بلال اور راہب دونوں ایک ہی روم شیئر کیا تھا۔

خوبصورت پہاڑوں کے درمیان شام اترنے لگی تھی۔ ساتھ ہی سردی اور خنک ہوا کے جھونکوں میں بھی اضافہ ہو رہا تھا۔ ہوٹل پہنچنے کے بعد انہوں نے سامان رکھا اور سیدھا وہ دریائے نیلم آئے تھے۔ بغیر کوئی وقت ضائع کئے وہ اپنا کام شروع کرنا چاہتے تھے۔ ٹھٹھرتی سردی میں وسائل نہ ہونے کے باعث کھلے آسمان تلے پلاسٹک کے فولڈنگ ٹیبلز لگا کر کیمپ کا سیٹ اپ کیا گیا تھا۔ چند بینرز بھی لگائے گئے تھے۔ جس کا آغاز دعا کے ساتھ ہوا۔ یہ میٹنگ مس نعیمہ کے کہنے پر ڈاکٹر راہب نے کی تھی کیونکہ وہ اس وقت یہاں پر سب سے قابل ڈاکٹر تھے۔ وہ منظر بہت دلکش، دلچسپ اور لطف انگیز تھا سیاہ بادلوں کی لپیٹ میں نیلگون آسمان جو سامنے موجود جھیل پر کسی سائے کی طرح سایہ فگن تھے۔ خنک ہوا کے جھونکے اس سرد لہر میں ہولے سے چھو کر گزرتے تو شاخوں پر لگے پتے کسی ملی نغمے کی دل آویز سی آواز پر گویا جھوم جھوم اٹھتے۔

✦✦✦

عیزہ کیتل میں سے گرم گرم ابلتا ہوا پانی کپ میں انڈیل رہی تھی تب ہی اس کی نگاہ کھڑکی سے باہر پرواز کی تو دفعتاً وہ چونک گئی۔ اتنی رات کو کسی کا عکس دیکھ کر لمحے بھر کو اسے تفتیش ہوئی چنانچہ پانی کپ میں انڈیلنے کے بعد وہ درواہ کھول کر باہر نکلی تو فریال کو پلر کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا دیکھ کر اس نے مطمئن سا سانس لیا۔

''تم رات کو اس وقت یہاں کیا کر رہی ہو فریال۔'' وہ حیران ہوئی تھی۔ اس وقت آس پاس سکوت تھا مگر اس سکوت کو توڑنے والی صرف ایک آواز تھی۔ خدا کی رحمت کی ایک آواز ''بارش'' جسے وہ بڑی محویت سے گھور رہی تھی۔ خان بابا نے یہاں کمرہ دینے سے پہلے انہیں بتایا تھا کہ کشمیر کا موسم بڑا بے اعتبار ہوتا ہے کسی بھی وقت، کسی بھی لمحے آسمان مینہ برسانے لگتا ہے نیز ساتھ ہی انہوں نے یہ ہدایت بھی کی تھی کہ ''جب بھی باہر نکلیں تو چھاتا ساتھ لے کر نکلیں۔'' اسے اب احساس ہو رہا تھا جب وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے یہاں کھڑی تھی اور اب اچانک ہی آسمان رونے کو دوڑ رہا تھا۔ ہلکی ہلکی پھوار نے اب خاصی رفتار پکڑ لی تھی۔ آج ان کا کیمپ لگانے کا پہلا دن تھا اس لئے وہ جلد ہی لوٹ آئے تھے۔ سب تھکن سے چور کچھ دیر کو سستانے کے لئے لیٹ گئے تھے پھر رات کے کھانے پر ان کا اکٹھے ہونے کا پلان تھا۔ فریال بس دس منٹ ہی لیٹی ہوگی پھر جب لیٹے ہوئے

کھڑکی سے باہر پہاڑوں نے اسے اپنی جانب کھینچا تو اس سے رکا نہیں گیا وہ فوراً ہی اٹھ کر باہر آ گئی۔

''تم سوئی نہیں تھی فریال۔''

''نو۔''

''کیوں؟'' وہ حیران ہوئی تھی۔

''تھوڑی دیر لیٹی تھی پھر اتنا اچھا موسم دیکھ کر ساری تھکن ہی اتر گئی۔'' گہرا سانس لے کر وہ خاصے خوشگوار موڈ میں گویا ہوئی تھی۔

''تم پہلی بار کسی نادرن ایریا میں آئی ہو؟'' وہ مزید حیران ہوئی۔

''جی پہلی بار ہی پاکستان اور پہلی بار ہی نادرن ایریا۔'' وہ برستی ہوئی بارش کو ہنوز گھورتے ہوئے بولی تھی۔ عبیرہ اس کے انداز پر ہولے سے مسکرا دی اور پھر چائے کے ٹھنڈے ہونے کے خیال سے وہ واپس اندر چلی گئی۔ کچھ سیکنڈ بعد ہی وہ دو کپوں کے ہمراہ دوبارہ برآمدے میں آئی تھی۔

''یہ لو فریال چائے پیو۔'' اسے آفر کرتے ہوئے وہ بھی اس کے پہلو میں کھڑی ہو گئی لیکن موٹے سوئیٹر میں بھی اسے ہلکی ہلکی ٹھنڈ لگنے لگی۔

''فریال تمہیں ٹھنڈ نہیں لگ رہی کیا؟'' ایک نظر خود پہ ڈالنے کے بعد اس نے چائے کا سپ لیتی فریال پر ڈالی، وہ بنا سوئیٹر کے صرف شال ہی کو اپنے وجود کے گرد پھیلائے ہوئے تھی۔

''لگ رہی ہے مگر میں کیوں خود سے کہوں کہ مجھے ٹھنڈ لگ رہی ہے۔'' وہ بڑے محظوظ سے انداز میں بولی تھی اور عبیرہ کے چہرے پر بل نمودار ہوئے جسے پہلی بار گردن موڑنے پر شاید اس نے پڑھ لیا تھا تب ہی اپنی بات کی وضاحت کرنا اس نے لازم سمجھا۔ "Life is just a mind game.... you ought to set your mind and then the game is in you favour"

''مطلب؟'' وہ ابھی بھی اتنی ہی کنفیوز تھی۔

''ہمارا دماغ ہمارے کنٹرول میں ہے میں نے اپنے آپ کو کہا کہ مجھے ٹھنڈ نہیں لگ رہی تو مجھے فیل بھی نہیں ہو رہی لیکن اگر میں کہوں گی کہ ٹھنڈ ہے تو مجھے لگے گی بھی...... بہت سی باتیں ہم کہہ کر خود کو فیل کرواتے ہیں۔'' پہلی بار گردن موڑ کر اس نے ایک بار پھر اسے حیران کر دیا تھا۔ وہ اس کی باتوں پر ہولے سے مسکرائی تھی اور پھر چائے پینے میں مشغول ہو گئی۔

❁❁❁

رات کے کھانے پر وہ سب ایک ساتھ جمع ضرور ہوئے تھے مگر شاید سفر کی تھکان کا اثر تھا جو سب سے زیادہ تر خاموش ہی کھانا تناول فرماتے رہے۔ اگر موضوع کچھ دیر کے لئے چھڑا بھی تھا تو وہ کل کے متعلق سنجیدہ قسم کی گفتگو تھی جو معمولات زیادہ تر مس نعیمہ، ممی اور ڈاکٹر راہب کے درمیان ہی طے پا رہے تھے۔

''کل کا ہمارا زیادہ تر فوکس ہیپاٹائٹس بی اور سی کے مریضوں پر ہوگا۔'' ڈاکٹر راہب نے معمولات طے پانے کے بعد سب کو انفارم کیا۔

''شوگر کے مریضوں پر بھی ہمیں زیادہ زور دینا چاہئے کیونکہ پچھلے کچھ سالوں سے یہ بیماری زہر کی طرح پاکستان میں پھیل رہی ہے۔ پھر بہت سے لوگ اس سے لاعلم ہوتے ہیں اس لئے میرے خیال میں شوگر ٹیسٹ بھی کل ہی کے پلین میں شامل کر لیتے ہیں۔'' ڈاکٹر رملہ کی پرزور تجویز پر سب ہی نے گردنیں اقرار میں ہلائی تھیں۔

''پاکستانی لوگ اگر میٹھا کھا کر میٹھا بولنا شروع کر دیں ناں تو شاید شوگر جیسی بیماری

oklibrary.com

پاکستان کی سرزمین چھوڑ دے۔'' ڈاکٹر بلال نے سلاد کھاتے ہوئے بیماری کا علاج بھی بتادیا تھا جس پر سب کے مشترکہ قہقہے چھوٹ گئے۔ ذکی کھانا کھاتے ہوئے کھانے کی اور سب افراد کی تصویریں کھینچ رہا تھا جو نیچے دسترخوان بچھائے بڑی نفاست سے دائرہ بنا کر بیٹھے کھانے میں مشغول تھے۔

''پہلے کھانا کھالو پھر پکچرز بنالینا۔'' فریال نے ٹوکا۔

''This culture of a eating is good point for my project.'' اس نے بڑے خوشگوار موڈ میں جواب دیا۔ سب ہی نے ان دونوں کی گفتگو کو انجوائے کیا اور پھر کھانے کے بعد وہ کل کی روٹین ڈسکس کر کے سونے کے لئے چلے گئے تھے کھانے کے بعد کی یہ ایک چھوٹی سی میٹنگ تھی جو ڈاکٹر راہب نے ہی رکھی تھی۔ وہی ان سب پر نگران تھا اور تمام معمولات وہی دیکھ رہے تھے۔ اس میٹنگ میں کل کی روٹین، کھانے پینے اور سونے کا پلین نیز ہر فرد کی انفرادی اور اجتماعی کاموں پر تفصیلاً بحث ہوئی اور پھر شب خیر کہہ کر سانے سب کو ہی سونے کے لئے کمروں میں بھیج دیا تھا کیونکہ انہیں کام جلد شروع کرنا تھا اور جلد ختم۔ موسم کی بے اعتباری کے باعث وہ اپنا پلان خراب کرنا نہیں چاہتا تھا۔

✦✦✦

علی الصباح نماز اور ناشتے کے بعد انہوں نے اپنا کام شروع کرلیا تھا۔ فری ہیلتھ کیمپ کا سن کر دور دراز کے علاقوں سے باقاعدہ سفر کر کے آئے تھے۔ فریال ان کی مفلس و نادار حالت کو بغور دیکھ رہی تھی جب دفعتاً اس کی نگاہ سامنے قطار میں کھڑے پانچ سالہ بچے پر پڑی جو اپنی ماں کے ساتھ لگ کر کھڑا کب سے اس کا پلو کھینچ رہا تھا اور ہر بار متواتر اسے جھڑک دیتی۔ پچھلے ایک گھنٹے سے وہ یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ وہ اس سے کیا کہہ رہا تھا جو وہ سن نہیں رہی تھی؟ اس کا استعجاب برابر بڑھا۔ قطار کی وسعت دیکھ کر اس نے ہاتھ کے اشارے سے خود ہی اس بچے کو مخاطب کیا۔ جو دو بار اس کے ہاتھ کے اشارے کو نظر انداز کرنے کے بعد تیسری بار جھٹ بھاگتا ہوا اس کے قریب آ گیا۔

''ہیلو..... کیوٹ بے بی..... کیا چاہئے تمہیں؟'' محبت سے استقبال کرتے بازو کھینچ کر اس نے اسے اپنے قریب کرلیا۔

''بھوک لگی ہے۔'' وہ اسی کشمیری لب و لہجے میں دھیمے سے بولا تھا جس میں جھجک موجود تھی۔ فریال نے گہری نظروں سے اس معصوم بچے کو گھورا جو گول مٹول سہ سرخ رنگ وصورت والا معصوم سا بچہ تھا۔ بے اختیار ہی اس کا دل نرم پڑ گیا کہ وہ پچھلے ایک گھنٹے سے اپنی ماں سے کچھ کھانے کو مانگ رہا تھا اور وہ کتنی بے رحمی سے اسے نظر انداز کر رہی تھی۔ اسے اس سنگ دل عورت پر بے انتہا غصہ بھی آیا پھر اس نے اپنے بیگ سے بسکٹ اور جوس نکال کر اس معصوم بچے کو تھمادیا۔ وہ شاید واقعی بھوک سے نڈھال ہو رہا تھا۔ کتنے اچھنبے سے اس نے دونوں چیزیں تھامیں اور ایک طرف ٹھنڈے پتھر پر بیٹھ کے کھانے لگا۔ اس کا دل چاہا تھا کہ وہ اسے اپنے پاس بٹھالے لیکن پھر وہ کتنی دیر اس بچے کو تکتی رہی، کچھ کہہ نہیں سکی۔

''ڈاکٹر فریال کنسٹریٹ آن یور ورک۔'' کچھ ہی فاصلے پر بیپا ٹائٹس کا ٹیسٹ کرتے ڈاکٹر راہب نے اسے کوئی تیسری بار ٹوکا تھا جب وہ اپنے کام سے ہٹ کر اس بچے کو دیکھ رہی تھی۔

pklibrary.com

''شیور۔'' تیسری بار دانت پیس کر وہ بھی اپنے کام میں جت گئی اور پھر دوبارہ وہ اسے اپنی توجہ کسی اور جانب مبذول ہونے کا وقت ہی نہیں ملا۔ مریضوں کی بھرمار اس قدر تھی اور وقت کی جیسے قلت، قبل از شام انہیں اپنا کام بھی تو مکمل کرنا تھا۔ دن بھر کی جدوجہد کے بعد پورے چھ بجے وہ اپنا کام مکمل کر چکے تھے۔ ضروری اشیاء سمیٹ کر وہ گاڑی میں بیٹھے تو ڈاکٹر راہب نے سب کا بہت شکریہ ادا کیا کہ آج انہوں نے کام واقعی بہت دلجمعی سے سرانجام دیا ہے۔ واپس پہنچنے تک دن بھر کی مصروفیت زیر گفتگو رہی۔

رات کے کھانے اور دن بھر کی مشقت کے بعد سب جلد ہی سونے کے لئے چلے گئے تھے۔ ممی سونے کے لئے اٹھ رہی تھیں جب فریال کے گہرے لہجے نے ان کے قدم جکڑ لئے۔

''آنٹی مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنا تھی۔'' وہ واپس صوفے میں دھنس گئی۔

''سب خیریت تو ہے..... گھر کی یاد تو نہیں آ رہی یا پھر پاکستان اچھا نہیں لگا۔'' وہ متفکر سا مسکرائی تھی۔

''نو آنٹی سب ٹھیک ہے..... ایکچولی مجھے کیمپ کے متعلق ایک مشورہ دینا ہے۔'' وہ سر جھکا کر یوں بول رہی تھی جیسے پتا نہیں اس کا مشورہ انہیں اچھا بھی لگا یا نہیں۔ انہوں نے اسے فکرمند دیکھ کر اثبات میں سر ہلاتے بولنے کی اجازت دی۔

''کیوں نہ ہم یہاں آنے والے لوگوں کے لئے کھانے کا انتظام بھی کر لیں..... شام ہو جاتی ہ اور پھر جہاں اپنے لئے کر رہے ہیں وہیں ان کے لئے تھوڑا بہت کر لیں تو..... آنٹی کھانے کا بجٹ میں پے کروں گی۔'' اس نے ڈرتے ہوئے مشورہ دیا تھا مگر اگلے ہی لمحے آنٹی پیار بھرے انداز میں مسکراتے ہوئے کہنے لگیں۔

''لو..... اتنی سی بات ہے مجھے تو پریشان ہی کر دیا تھا تم نے..... بڑا نیک خیال ہے میں سب سے مشورہ کر لیتی ہوں اور پھر کل سے ہی ہم اس پر عمل شروع کرتے ہیں۔''

شام تک انہوں نے اپنا کام جلد از مکمل کر لیا تھا، ابھی کچھ لوگ باقی تھے لیکن اندھیرا ہونے سے قبل ہی انہیں واپس پہنچنا تھا۔ گاڑی میں بیٹھنے کے بعد ذکی نے اسے وہ تمام تصاویر دکھائی تھیں جو سارا دن وہ اپنے کیمرے میں آنکھ میں قید کرتا رہا تھا۔ راہب نے تمام کام کی ایک رپورٹ دیکھنے کے بعد سب کا شکریہ ادا کیا تھا کہ انہوں نے اتنی جانفشانی سے کام سرانجام دیا۔

✦✦✦

ٹھنڈ خاصی بڑھ گئی تھی، ڈاکٹر بلال کھانا کھاتے ساتھ ہی کمبل میں دبک گئے اور ''چائے'' کا نعرہ لگانے لگے۔

''ہائے..... اب تو بس بندہ چائے پی کر سو جائے۔'' انہوں نے کمبل اوڑھتے ساتھ ہی دلی خواہش کا اظہار کیا۔

''ہاں بھئی چائے تو ہونی چاہئے کام بھی بہت کیا ہے اور سردی کا بھی تقاضا ہے۔'' مس نعیمہ نے سردی سے ہاتھ رگڑتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر رملہ نے عبیرہ کی جانب اشارہ کیا کہ

''پلیز تم بنالو میں بہت تھکی ہوئی ہوں۔'' جسے سمجھتے ہوئے اس نے بھی بری سی شکل بنائی۔ اس کا دل بھی نہیں چاہ رہا تھا اتنی سردی میں اٹھنے کو۔ فریال نے سب کو یوں دیکھا تو جھٹ کہتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''اتنی سی ٹھنڈ میں آپ لوگ دبک کر بیٹھ گئے ہیں اُف..... چلیں میں ہی بنا لیتی ہوں۔''

pklibrary.com

اس کے شوخ انداز پہ ڈاکٹر بلال نے بڑے مسخرانہ انداز میں کہا۔

"ہائے..... جب آپ یوں ہم غریب پاکستانیوں کا خیال کرتی ہیں ناں ڈاکٹر فریال تو امریکہ سے محبت ہونے لگتی ہے۔ سیاست کو ایک طرف رکھ کے۔" اس کی بات پر سب نے قہقہہ لگایا تھا جبکہ ڈاکٹر راہب لیپ ٹاپ سامنے رکھے ہنوز سنجیدہ شکل بنائے ہوئے تھے۔ فریال دس منٹ بعد ہی چائے کی ٹرے لئے حاضر ہوئی اور ڈاکٹر بلال نے اس کی انٹرینس پہ خوشی سے نعرہ لگایا۔

"ڈاکٹر فریال..... زندہ باد..... یہ دیکھو یہ ہوتی ہے انسانیت کی خدمت..... سیکھو رملہ ڈاکٹر فریال سے کچھ..... دیکھو نیک دل انسان کتنا ثواب لے رہے ہیں۔" اس نے نیچے قالین پر بیٹھی رملہ کے سر پہ ہلکی سی چپت لگاتے ہوئے کہا۔

"ہاں سارا ثواب اور خدمت خلق تو صرف آپ کی ہی خدمت کر کے حاصل ہوتا ہے اور ہسپتال میں دن کے تین تین..... چار چار چائے کے کپ میں ہی بنا کر دیتی ہوں چائے کے نشئی انسان۔"

فریال سب سے پوچھ کر چینی ڈالنے لگی اور جب راہب سے پوچھنے لگی تو اس نے سپاٹ انداز میں انکار کر ڈالا۔

"مجھے شوگر فری پلیز۔" اس کا اتنا کہنا تھا کہ فریال نے کپ خاموشی سے اسے پکڑا دیا۔ کپ پکڑتے ہی وہ خاموشی سے اٹھ کر باہر جانے لگا تو آنٹی نے اسے روکنا چاہا۔

کہاں جا رہے ہو راہب؟"

"باہر..... سگریٹ پینے۔" وہ سنجیدگی سے بنا چہرہ موڑے کہتے ہی رخصت ہو گیا۔ فریال اس کی جگہ پہ بیٹھ کر چائے پینے لگی تین سپ لینے کے بعد اس کے ساتھ صوفے پہ بڑا راہب کا فون بجنے لگا۔ فریال نے اسکرین پہ نام دیکھا تو کپ اس کے ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے بچا، اس نے کپ ٹیبل پہ رکھ کر موبائل اٹھایا تو وہی نام ایک بار فریب سے دیکھ کر اس کا ذہن بری طرح الجھا۔

"کس کا فون ہے؟" ڈاکٹر رملہ نے تفتیش سے پوچھا۔

"ڈاکٹر راہب کا..... میں دے کر آتی ہوں۔" اس نے شاکڈ سا جواب دیا۔ موبائل اٹھا کر وہ باہر آ گئی۔ راہب سامنے اندھیر پہاڑی کو تکتے ایک ہاتھ میں چائے اور دوسرے سے سگریٹ کے کش لگا رہا تھا۔ فریال کی چاپ پر اس نے مڑ کر دیکھا اور ماتھے پر سلوٹ ڈالتے حیرانگی کا اظہار کیا۔

"ی..... یہ آپ کا فون۔" وہ اس کی نظروں سے گھبراتے ہوئے دھیرے سے بولی۔ راہب نے خاموشی سے فون تھام لیا، موبائل پہ نمبر دیکھ کر اس نے فون بند کیا اور اسی سنجیدگی سے سگریٹ کے کش بھرنے لگا۔ فریال اسے خاموشی و حیرت سے گھورتی رہی جو ایک کپ چائے کا سپ لینے کے بعد ایک لمبا کش سگریٹ کا لیتا نا جانے ان گنی چنی پہاڑ کی روشنیوں میں کیا کھوج رہا تھا۔

"آپ کو کچھ کہنا ہے؟" ڈاکٹر راہب کو اس کی موجودگی کا احساس ہوا تو اس نے گردن موڑ کر سنجیدگی سے پوچھا۔

"آپ نے کال کیوں پک نہیں کی؟" فریال تفتیشی انداز میں بولی، جب تک وہ جواب نہیں جان لیتی اسے سکون نہیں ملنا تھا۔

"میرا فون تھا میری مرضی میں اٹھاؤں یا نہ اٹھاؤں۔" وہ شاید غصے میں تھا اسی لئے گردن موڑ کر رکھائی سے بولا۔

''آپ کا فون نہیں تھا..... وہ مسز کیوری کا فون تھا۔'' فریال نے صاف گوئی کا مظاہر کیا اور راہب کا ماتھا حیرانگی سے سکڑ گیا۔

''مسز کیوری؟..... آپ جانتی ہیں انہیں۔'' یہ نام سن کر اسے جھٹکا لگا تھا۔

''آپ جانتے ہیں انہیں مگر کیسے؟'' فریال نے الٹا سوال کیا تو راہب نے سگریٹ زمین پہ پھینکی اور پاؤں تلے مسلتے ہوئے بولا۔

''She is my mentor.'' فریال نے جتنے ادب سے کہا تھا راہب کے چہرے پر اتنی ہی طنزیہ مسکراہٹ چھوگئی۔

''کیا ہوا؟'' فریال کو مزید تفتیش ہونے لگی۔

''شی از مائی مدد۔'' اتنا کہنا تھا کہ اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی تھی۔ وہ چائے کا کپ لے کر اندر چلا گیا مگر فریال کے پاؤں تلے سے تو زمین نکلی تھی۔ ''مسز کیوری کا تو کوئی بچہ نہیں ہے۔'' اس نے حیرت سے سوچا اور پھر ساری رات وہ یہ سوچتی ہوئی تھکن کے باوجود سو نہیں پائی تھی کہ راہب مسز کیوری کا بیٹا کیسے ہوسکتا ہے؟ اس نے ان کی کال کیوں نہیں اٹھائی؟ ان کے نام پر وہ اتنا تپ کیوں گیا تھا؟

✦✦✦

صبح اسی طرح وہ معمول کے مطابق اسی جگہ کیمپ لگائے بیٹھے تھے اور آج لوگوں کا ہجوم اس سے کئی زیادہ تھا کیونکہ کل کے کامیاب ہیلتھ کیمپ کی خبر بڑی تیزی سے دیگر رہائشوں کے درمیان پھیلی تھی۔ آج وہاں سب کے لئے دوپہر کے کھانے کا انتظار بھی کیا گیا تھا۔ فریال نے پوری جانفشانی سے اپنا کام کیا، کام کے دوران بھی وہ گاہے بگاہے ڈاکٹر راہب کو دیکھتی رہی جو بڑی مہویت سے پیشنس کو دیکھ رہے تھے۔ ان کے ماتھے پہ ڈھیر وبل تھے اور یہ اکثر ہی ان کے ماتھے پر رہا کرتے تھے مگر اپنے کام کے ساتھ وہ بہت وفادار انسان تھے۔ وہ ان کو دیکھنے میں اتنی محو تھی کہ وہی کل والا بچہ اسے کب سے آوازیں دے رہا تھا مگر وہ دوائیاں ڈبے سے میز پہ ترتیب دیتے ہوئے کھوئی ہوئی تھی۔

''باجی تمہیں سنتا نہیں ہے کیا؟'' بچے نے تین چار صداؤں کے بعد اسے بازو سے ہلایا تو وہ جیسے اپنے ٹرانس سے باہر آئی۔

''ہوں''

''باجی یہ ہم تمہارے لئے لایا ہے۔'' بچے نے بڑے پیار سے سفید پھولوں سے بنا وہ تاج اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو فریال کو بے اختیار اس بچے پر پیار آگیا، یہ وہی بچہ تھا جسے کل اس نے بسکٹ اور جوس دیا تھا۔ فریال نے ''تھینک یو'' کے ساتھ تاج اس سے لے کر مسکراتے ہوئے اپنے سر پر ٹکالیا، اس کی ٹاپ پونی اور سامنے کی کھلی لٹوں میں وہ سفید پھول دلفریب لگ رہے تھے۔ بادلوں سے ڈھکے ان پہاڑوں کے درمیان وہ ''ملکہ کہسار'' لگنے لگی تھی۔

''کیسی لگ رہی ہوں؟'' مائرہ پھولوں سے بنا تاج سر پہ ٹکانے کے بعد اسٹائل مار کر بچے سے پوچھنے لگی۔

''جو دل کے اچھے ہوتے ہیں ان پہ سب اچھا لگتا ہے۔'' بچے نے چمکتی ہوئی آنکھوں سے کہا تو مائرہ کو اس بچے پر مزید پیار آنے لگا، آج وہ بچہ کافی پر اعتماد تھا۔ اس کی گفتگو اور عمل اس کے چہرے سے زیادہ پیاری تھی۔

''چلو آؤ تصویر کھینچتے ہیں؟'' فریال نے اسے بازو سے تھام کر اپنے قریب کھڑا کیا اور پھر بیگ سے موبائل نکال کر اس کے ساتھ سیلفی لی۔ ابھی وہ سیلفی بچے کو دکھا ہی رہی تھی کہ ڈاکٹر راہب کی آواز پہ اس نے موبائل سے نظریں

pklibrary.com

اٹھائیں۔

''ڈاکٹر فریال یہاں کوئی سلبریٹی انٹرویو نہیں چل رہا جو آپ کوریج کے لئے تصویریں اتار رہی ہیں یا پھر آپ کوئی سلبریٹی نہیں ہیں جو لوگ آپ کے ساتھ سیلفیاں لیں۔'' وہ کرسی سے اٹھتا ہوا جانے کب آیا اور بری طرح اس پر برہم ہونے لگا تھا۔

''ہوں میں سلبرٹی..... اپنی زندگی کی سلبرٹی..... اس لئے تصویریں بھی اتاروں گی، سلفیز بھی لوں گی اور اگر موقع ملا تو کوریج کے لئے تصویر بھی بناؤں گی۔'' فریال کو یک دم غصہ آ گیا تھا، وہ عادی نہیں تھا اس طرح حکم عدولی کی اور جب وہ یہاں آئی تھی ڈاکٹر راہب اسے کسی نہ کسی بات پر ٹوک رہے تھے۔

''فائن..... آپ سے مجھے اسی بدزبانی کی امید تھی آخر صحبتیں بہت اثر رکھتی ہیں خاص کر مینٹور کی۔'' اشتعال دباتے ہوئے وہ ماتھا سکیڑے بڑی تیزی سے واپس مڑا تھا اور فریال ایک بار پھر الجھ کر رہ گئی۔ وہ میڈم کیوری کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کر سکتی تھی اور یہ شخص انہیں کیا کچھ نہیں کہہ گیا تھا۔ بچے کو واپس بھیجنے کے بعد وہ ایک بار پھر اپنے کام میں جت گئی البتہ دل میں اس نے ڈاکٹر راہب کو گالیوں سے نوازا تھا اور پھر واپسی پر وہ تھکن سے چور تھی، کچھ ذہنی سوچوں نے بھی تھکا رکھا تھا اور کچھ کام کی تھکن بھی تھی۔

✦✦✦

اگلے دن انہوں نے پورے دن کی بجائے صرف بارہ بجے تک کیمپ لگایا تھا اور پھر ان کا ارادہ نیلم ویلی کے قریب کھانا کھانے کا تھا۔ ذکی بہت خوش تھا کہ شکر ہے کم از کم وہ ان ایک پہاڑیوں کی قید سے نکل کر کسی نئی جگہ جا سکے گا اور پھر نئی تصویریں کھینچنے کے لئے وہ اپنے کیمرے کو فل چارج کئے گلے میں لٹکائے بڑا مسرور نظر آ رہا تھا۔

''ہائے شکر ہے..... ان دوائیوں کی بدبو سے نکل کر اس کھلی فضا میں سانس لینے کا موقع تو ملا۔'' بلال نے نیلم کنارے کھڑے ہو کر گہری سانس لی اور پھر پانی کی آواز کے ہمراہ اس کی اونچی آواز بھی گنگنائی۔

''کیا کر رہے ہو؟ پاگل ہو گئے ہیں ڈاکٹر بلال..... چیخ چیخ کر سب کو کیوں بتا رہے ہیں؟''

کچھ ہی فاصلے پر ڈاکٹر رملہ، فریال اور عبیرہ کھڑی تھی۔ اس کی اس حرکت پر ڈاکٹر رملہ نے گردن گھما کر آس پاس دیکھتے ہوئے اسے ڈپٹا، تمام لوگ انہیں کی جانب متوجہ تھے۔

''تمہیں نہیں پتا شوٹنگ چل رہی ہے۔'' ڈاکٹر بلال نے بازو ہوا میں پھیلا کر اونچی سے کہا۔

''کس کی کشمیر نہیں جاؤں گی یا ایک تھا سنکی ڈاکٹر۔'' ڈاکٹر رملہ نے تمسخر اڑاتے ہوئے کہا تو فریال عبیرہ بھی ہنس پڑے۔

''نہیں..... نیلم کنارے کی۔'' ڈاکٹر بلال ایک بار پھر فلمی انداز میں چلائے۔

''اور یہ کیمرہ کہاں ہے؟'' اس بار ڈاکٹر عبیرہ نے سینے پہ ہاتھ باندھتے ہوئے کہا۔

''وہ دیکھیے سامنے..... ننھے ذکی کے گلے میں پھندے کی طرح جھول رہا ہے ہاتھ ہلا دیں۔'' بلال نے سامنے کھڑے ذکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو واقعی ہمیشہ کی طرح اب بھی کیمرے پکڑے ان کی ہی ویڈیو بنا رہا تھا۔ اس بار سب کا بلند قہقہہ گونجا اور نیلم کنارے کی اس خوبصورت یاد کو ذکی نے اپنے کیمرے کی آنکھ میں مقید کر لیا تھا۔ کچھ ہی دیر میں ممی،

مس نعیمہ اور ڈاکٹر راہب بھی کھانے کا آرڈر دے کر ان کے پاس آ گئے تھے اور ڈاکٹر بلال کے ڈرامے ایک بار پھر عروج پر تھے۔

''ڈاکٹر بلال..... آپ کو نہیں لگتا کہ آپ بڑے ہی غلط پروفیشن میں چلے گئے ہیں آپ کو ایکٹنگ میں جانا چاہئے تھا بڑی اسکرین کا ایک جگمگاتا ہوا ستارہ..... خوامخواہ ہی آپ نے خود کو ضائع کر دیا۔'' فریال نے اسے سردی سے سینے پر ہاتھ باندھتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا تو ڈاکٹر بلال کا لہجہ افسردگی میں بدل گیا۔ وہ یک دم ہی شوخ چنچل کردار سے فلم کی روتی دھوتی آنسو بہاتی، بے چاری ہیروئن کے کردار میں ڈھل گئے تھے۔

''آہ..... کیا یاد دلا دیا آپ نے ڈاکٹر فریال..... گیا تھا ایکٹنگ کے لئے اور ایک اشتہار کے لئے کانٹریکٹ بھی سائن کر لیا تھا پھر جب ابا کو معلوم ہوا تو ان کی ایک گرجدار آواز نے ہی میرے اندر کے اداکار کو سلا ڈالا بس اسی لئے اکثر و بیشتر یہ باہر نکل آتا ہے پھر نیند کی تھپکی دے کر سلانا پڑتا ہے اب کوئی کتنی دیر تک سو سکتا ہے۔''

''یہ بھی کھڑاگ ہے یا سچ میں ایسا ہوا تھا؟'' مس نعیمہ کو جواب بھی یقین نہیں آیا تھا اس لئے انہوں نے تفتیشی انداز میں کہا۔

''سو فیصد سچ ہے آنٹی..... رملہ کی قسم۔'' ڈاکٹر بلال نے گردن پہ ہاتھ رکھ کر قسم کھائی تھی۔

''اوہ میری قسم کے بچے.....'' اس بات پر وہاں اچھی خاصی بحث چھڑ گئی، جس کو سبھی نے بہت انجوائے کیا تھا۔ خاص کر ذکی اور اس کے کیمرے نے۔ کھانا تیار ہو چکا تھا تو وہ واپس کرسیوں کی طرف بڑھ گئے۔ اس کھلی فضا، ٹھنڈی ہوا، پہاڑوں کی اوٹ میں جھرنوں کے شور کا مزہ ہی کچھ اور تھا۔ یہاں اس وقت یوں سب کے ساتھ بیٹھی فریال خود کو بہت خوش قسمت تصور کر رہی تھی۔ خاص کر اس فیصلے کو جب اس نے ذکی کے ساتھ پاکستان آنے کا فیصلہ کیا تھا۔ ماما نے اسے کہا تھا کہ ''ایک بار اپنے ملک سے ضرور ہو آؤ دیکھنا تمہارا دل کیسے پاکستان کی طرف کھنچتا چلا جائے جہاں سے انسان تعلق رکھتا ہے اس کی محبت میں بھی خدا نے عجب ہی کشش رکھی ہے۔'' اور اب اسے یقین آ گیا تھا کہ وہ صد فیصد ٹھیک تھا۔

''تمہیں پتا ہے مائرہ کشمیر کو جنت نظیر بھی کہا جاتا ہے۔'' چٹخارے لے کر کھانا کھاتی ہوئی فریال کو ممی نے اپنی طرف متوجہ کیا۔

''جنت نظیر کیوں؟'' اس نے خاص دلچسپی سے پوچھا۔

''اس کی خوبصورت قدرتی مناظر کی وجہ سے۔'' انہوں نے مختصر جواب دیا۔

''اور فطرت کی گود میں پلنے والے کشمیری لوگ بھی بہت خوبصورت ہوتے ہیں ڈاکٹر فریال..... ہو سکے تو یہی سے آپ بھی کوئی پسند کر لیں جس کی آپ کو مسز بننا ہے۔'' ڈاکٹر بلال نے لیگ پیس کھاتے ہوئے ان کی گفتگو میں ٹانگ اڑانا مناسب سمجھا کہ کوئی بھی گفتگو ان کے بغیر نہ مکمل تھی۔ (صرف ان کے خیال میں)

''اہم..... بدتمیز کچھ بھی بول دیتے ہو۔'' مس نعیمہ نے اسے ڈپٹا۔

''بلال تمہیں بڑا پتا ہے ناں نیلم ویلی کے بارے میں تو یہ بتاؤ کہ نیلی ویلی کتنے کلومیٹر پر مشتمل ہے؟'' رملہ کو موقع مل گیا تھا اسے پھنسانے کا۔

''ہو..... اتنا آسان سوال یہ تو کوئی اندھا بھی بتا سکتا ہے تقریباً ایک سو چوالیس کلومیٹر۔'' وہ کندھے اکڑاتے ہوئے گویا ہوا۔

pklibrary.com

''اچھا اور نیلم ویلی کا آخری مقام کیا ہے مطلب یہ ختم کہاں ہوتی ہے؟'' وہ اسے زچ کرنے کی کوشش کررہی تھی مگر ڈاکٹر بلال نے کسی ماہر ٹورگائیڈ کی طرح گلا کھنکار کر جواب دیا۔

''خواتین وحضرات اس وقت ہم نیلم ویلی میں تشریف فرما ہیں جس کی دوسری طرف مقبوضہ کشمیر ہے جہاں اس دریا کو کشن گنگا کہا جاتا ہے اور آزاد کشمیر میں داخل ہوتے ہی یہ دریائے نیلم کا روپ دھار لیتا ہے۔ وادی نیلم کا آخری گاؤں تاؤبٹ ہے۔ مظفر آباد سے تاؤبٹ تک دریائے نیلم کے کئی رنگ دیکھنے کو ملتے ہیں گدلا، سبز اور نیلا شاید اسی کی وجہ سے اسے دریائے نیلم کہا جاتا ہے۔ مزید آپ کو بتاتے چلیں کہ یہاں کا آخری گاؤں تاؤبٹ ہے جو وادی کیل اور پھر اڑھنک کیل کے بعد سب سے آخر میں آتا ہے۔ وادی کیل سے اڑھنگ کیل جانے کے لئے کیبل لفٹ کا استعمال کیا جاتا ہے علاوہ ازیں آپ دو اڑھائی گھنٹے کا فاصلہ ہائکنگ کر کے بھی طے کر سکتے ہیں، لیکن راستہ بہت کٹھن ہے۔ اڑکیل کے خوبصورت گاؤں کے چاروں طرف مکئی کی فصل پھیل ہوئی ہے جبکہ چاروں جانب وہاں گھنا جنگل اور جنوب کی جانب پہاڑ ہے۔'' بلال نے کھانا چھوڑ کر باقاعدہ کسی نیوز اینکر کی طرح رپورٹنگ کی تو رملہ سمیت سب ہی حیران رہ گئے۔

''واہ..... ڈاکٹر بلال آپ کو تو کافی معلومات ہے یہاں کے بارے میں کتنی بار آچکے ہیں؟'' ڈاکٹر عبیرہ خاصی متاثر نظر آرہی تھیں۔

''آیا تو ایک ہی بار تھا جب گھر والوں سے ایک بار ناراض ہو کر دوستوں کے ساتھ کشمیر کی سیر کو نکل گیا اور وہ بھی انہیں کے کھاتے سے۔''

''واہ بڑے فراخ دل دوست ہیں۔'' ڈاکٹر عبیرہ ایک بار پھر متاثر نظر آرہی تھیں۔

''اور تم بتاؤ رملہ تمہیں پتا ہے کہ مظفر آباد سے پہلے آبشار کونسی آتی ہے اور کتنے کلومیٹر پر ہے؟'' اپنی جیت پر اس نے ڈاکٹر رملہ کو ایک بار پھر چھیڑا۔

''نہیں بھئی میرا کوئی دوست ولاگر نہیں۔'' اس نے جان کر منہ بسورا۔

''چلو میں ہی بتائے دیتا ہوں..... مظفر آباد سے تقریباً اٹھتیس کلومیٹر کے فاصلے پر پہلی آبشار آتی ہے دھانی آبشار اور اس سے تقریباً ساٹھ کلومیٹر آگے جائیں تو Jagran آبشار آتی ہے جسے کنڈل شاہی آبشار بھی کہا جاتا ہے یہی وہ مقام ہے جس کا خستہ پل ٹوٹ کر گر گیا تھا اُف بڑا افسوس ناک واقعہ پیش آیا تھا۔'' اس نے ایک بار پھر بڑے اعتماد سے جواب دیا۔

''واہ بلال بھائی آپ کو تو پاکستان کے بارے میں بہت کچھ پتا ہے میں یہ ساری انفارمیشن اپنے پروجیکٹ میں ڈالوں گا۔'' ذکی نے اپنے انگریزی لب و لہجے میں کچھ اس ادا سے کہا کہ سب ہی ہنس پڑے۔

''ہاں ہاں کیوں نہیں ڈالو بلکہ اگر میری کسی ہیلپ کی ضرورت ہوئی تو پوچھ لینا۔'' وہ بڑے پیار سے بولا۔

''تم کہاں جارہے ہو؟'' ڈاکٹر راہب جو اس تمام گفتگو کے درمیان چپ رہے تھے اٹھ کر کہیں جانے لگے تو مس نعیمہ نے اسے روکا۔

''ہینڈ واش کرنے۔'' اس نے ہنوز اسی سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا۔

''یہاں کے سیاح واش رومز کا حال تم نہیں جانتے بہت برا ہوتا ہے بہتر ہے کہ ٹشو سے صاف کرلو۔'' ان کے جواب پر واپس اپنی جگہ پر بیٹھ کر جیب سے ٹشو پیپر نکالنے کے بعد اس

نے بڑی نفاست سے ہاتھ صاف کئے اور پھر وہ ہاتھ Sanitize کرنے لگا تھا۔

✦✦✦

شام پانچ بجے تک وہ واپس اپنے رہائشی مقام تک پہنچ چکے تھے چونکہ کل ان کی واپسی تھی اسی لئے آتے ہی سب پیکنگ میں جت گئے جبکہ فریال ممی سے اجازت لے کر کچھ دیر کے لئے ذکی کو لے کر باہر نکل گئی۔ جانے سے پہلے وہ اور ذکی اس جنت ارضی کو دیکھنا چاہتے تھے۔ آخری بار..... جسے دیکھنے کا موقع مصروفیت کے باعث انہیں میسر ہی نہ آسکا تھا۔ شام سے رات ہو چلی تھی اور وہ دونوں اب تک واپس نہیں لوٹے تھے۔

''میری ہی غلطی ہے جو میں نے دونوں کو اکیلے بھیج ڈالا..... ان امریکہ سے آئے ہوئے بچوں کو بھلا کتنی کو آشنائی ہوگی۔'' ممی پریشانی سے سر پکڑے بیٹھی تھیں۔

''کہیں وہ کسی جانور کا لقمہ تو نہیں بن گئے..... فریال تو ٹھیک ہے لیکن ذکی کو بے چارے جانور نے کیسے نگلا ہوگا شاید بقیہ ناشے کے لئے رکھ لیا ہو۔'' ڈاکٹر بلال بڑے پرسوچ انداز میں بولے۔

''شرم کرو بلال یہ کوئی مذاق کا وقت نہیں ہے وہ بچے ہماری ذمہ داری ہیں..... خدیجہ کو ان کی ماں کو جواب بھی دینا ہے۔'' مس نعیمہ نے اسے ڈانٹ پلائی۔ ہیلتھ کیمپ میں یہ تینوں ڈاکٹرز ہمیشہ ہی ان کے ساتھ آیا کرتے۔ اس لئے وہ آپس میں ایک فیملی کی طرح رہتے تھے۔

''آپ پریشان نہیں ہوں میں اور بلال، خان بابا کے ساتھ جا کر انہیں ڈھونڈ کر لاتے ہیں۔'' ڈاکٹر راہب پیکنگ کرتا بیگ چھوڑ کر بڑی نرمی سے بولے۔ کچھ ہی دیر میں وہ تینوں پیادہ پا باہر نکل گئے تھے۔ ڈاکٹر بلال اور ڈاکٹر راہب نے اپنے موبائل کی فلیش لائٹ آن کر رکھی تھی۔

شام سے ہلکی ہلکی بوندھا باندھی شروع ہوگئی تھی، اس لئے وہ ایک چھاتا بھی احتیاط سے ساتھ لے کر نکلے تھے۔ آدھے گھنٹے کی مسافت کے بعد وہ راستے کے نشیب و فراز سے تھک ہار کر ایک پتھر پہ ستانے کو بیٹھ گئے، دفعتاً ڈاکٹر راہب کی نظر زمین پر گرے اسی پھولوں والے تاج پر پڑی تو حیرانگی سے لپکتے ساتھ ہی اس نے اسے تھام لیا۔ ''ی..... یہ تو ڈاکٹر فریال کا ہے؟'' وہ پریشانی سے بولا تو ڈاکٹر بلال اور خان بابا اٹھ کر اس کے قریب لپک کر تاج کو دیکھنے لگے جس کے بارے پھول مرجھا چکے تھے۔

''تمہیں کیسے پتا کہ یہ انہیں کا ہے۔'' اس پر ڈاکٹر راہب نے تمام بات ان کے گوشِ گزار کی جب وہ فریال پر نگاہ رکھے ہوئے تھا اور بچہ اس کے پاس آنے تک سب۔

''اس کا مطلب ہے وہ واقعی کسی جانور کا شکار بن چکی ہیں..... ہائے مطلب جنگل والوں نے آج خوب دعوت اڑائی ہے وہ بھی امریکن دعوت شاید انہیں پتا نہیں ہے کہ ان کی اس حرکت سے امریکہ اور پاکستان کے تعلقات میں مزید کشیدگی پیدا ہوسکتی ہے۔''

''شٹ اپ..... ڈاکٹر بلال آپ کبھی تو سنجیدہ ہو جایا کریں۔'' وہ تحکم زدہ بولا تو ڈاکٹر بلال بڑبڑاتے ہوئے خاموش ہوئے۔ ''کچھ زیادہ ہی سڑا ہوا انسان ہے۔''

''اسی طرف چلیں سب۔'' ڈاکٹر راہب نے ایک بار پھر حکم دیا تو خان بابا سمیت ڈاکٹر بلال بھی ان کے تعاقب میں چلنے لگے۔ بارش تیز ہو گئی تھی اور راستہ بھی قدرے پھسلن زدہ

ہونے لگا تھا۔ دس منٹ چلنے کے بعد ڈاکٹر راہب نے ٹارچ مار کر نچلے پہاڑ کو دیکھا تو اسے دو افراد نظر آئے۔ اسے شک ہوا کہیں وہ دونوں بہن بھائی ہی نہ ہوں لہٰذا اس نے تصدیق کرنے کے لئے بلند آواز لگائی۔ ''فریال'' پہلی بار اس نے اسے ''ڈاکٹر فریال'' کی بجائے صرف ''فریال'' کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ اتنی ہی دیر تھی کہ ذکی اونچی اونچی آوازیں دینے لگا۔ تینوں پھسلن پر قابو پاتے ہوئے بمشکل ڈھلوان اترنے لگے۔ نیچے اترتے ہی ذکی روتا ہوا، ڈرا سہما ڈاکٹر بلال کے گلے جا لگا، ڈاکٹر بلال سے اس کی اچھی دوستی ہوگئی تھی جبکہ ڈاکٹر رہب کا تو سب پر ہی ایک روپ تھا۔

''یہاں کیسے پھنس گئے تھے؟'' ڈاکٹر بلال نے پوچھا۔

''ہم سیر کرتے پہاڑ اتر آئے پتا ہی نہیں چلا اور واپسی پر راستہ ہی بھول گئے۔'' وہ سسکتے ہوئے بولا تو ڈاکٹر بلال اس کا ہاتھ تھامے برابر تسلیاں دینے لگا۔

دوسری جانب فریال کسی قدر حوصلے میں تھی اور اسی لئے اس نے اپنے گزشتہ رات کے تجسس کو توڑنے کے لئے موقع کا فائدہ اٹھانا چاہا۔

''چلیں ڈاکٹر فریال..... یہ جیکٹ پہن لیں آپ بارش سے ٹھٹھر رہی ہیں۔'' ڈاکٹر راہب نے اسے کانپتے دیکھ کر اپنی لیدر کی سیاہ جیکٹ اتار کر آفر کی جسے اس نے خاموشی سے گہرے آسمانی رنگ کے ٹاپ کے اوپر اوڑھ لیا۔

''چلیں۔'' ڈاکٹر راہب نے اپنا ہاتھ اس کی جانب بڑھاتے ہوئے اگلی آفر کی تو اس نے موقع اور حالات کا فائدہ اٹھا کر جھٹ انکار کر دیا جس پر ڈاکٹر راہب کچھ گڑبڑائے۔

''جی ..... کیا مطلب؟'' وہ حیرانگی سے پوچھ رہا تھا۔

''مطلب یہ کہ پہلے آپ مجھے یہ بتائیں کہ مس کیوری نے کبھی آپ کا ذکر مجھ سے کیوں نہیں کیا؟'' وہ تجسس جس نے اس کی نیندیں اچک لی تھیں گویا نادر موقع تھا سچ اگلوانے کا۔

''یہ کونسی جگہ اور کونسے حالات ہیں اس سوال کے لئے۔'' ہاتھ پیچھے کرتے ہوئے اس نے فریال کی عقل پر ماتم کیا جس کا ہاتھ اس کے اوپر چھاتا کر کے تھک چکا تھا اور ان محترمہ کے مزاج تھے کہ تجسس میں ڈوبے ہوئے۔

''اگر آپ نہیں بتائیں گے تو میں یہاں سے نہیں جاؤں گی۔'' اسے خاموش دیکھ کر وہ ٹھٹھرنے کے باوجود ضدی بچوں کی طرح گویا ہوئی۔

''ارے بیٹا یہ باقی باتیں بعد میں کر لینا ابھی بارش مزید تیز ہوگئی تو راستہ خراب ہو جائے گا۔'' خان بابا جو اتنی دیر سے خاموش کھڑے سب دیکھ رہے تھے پریشانی سے بولے۔

''آپ چلئے میں راستے میں بتاتا ہوں۔'' ڈاکٹر راہب کا انداز منت کرنے کا سا تھا۔

''اگر آپ مکر گئے تو؟''

''کیا آپ کو لگتا ہے کہ مسز کیوری کا بیٹا مکر سکتا ہے؟'' اس نے جان کر ''مسز کیوری'' کا نام لیا جیسے کیمپ کے دوران لیا تھا تاکہ اس سے بھی اگلوا سکے کہ وہ انہیں کیسے جانتی ہیں اور نفرت ظاہر کرنے کا بھی یہی مقصد تھا، وہ جانتا تھا کہ اس نام پر وہ ضرور ہی اس کی بات مان لے گی اور واقعی ایسا ہی ہوا تھا کچھ بھی کہے بنا اس نے قدم آگے بڑھا دیئے مگر پہاڑ چڑھنے کے لئے راستہ قدرے دشوار اور پھسلن زیادہ تھا۔

''ڈاکٹر راہب اب اپنی انسانی خدمات آفر کیجئے۔'' فریال جسے پہاڑ چڑھنے میں مشکل ہو

رہی تھی ناراضگی سے بولی تو ڈاکٹر راہب اس کا ہاتھ تھام کر پہاڑ چڑھنے میں اس کی مدد کرنے لگے۔

''موسم جواں ہے بہاروں کے نور سے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے نظارہ کرو کبھی''

ڈاکٹر بلال نے انہیں یوں اتنے اتفاق سے پہاڑ چڑھتے ہوئے دیکھا تو اونچی آواز میں گنگنانے لگے۔

''ڈاکٹر بلال بے ہیو یور سیلف۔'' ڈاکٹر راہب نے اس کے یوں گنگنانے پر مداخلت کی۔

''میں تو بس یہ کہہ رہا تھا کہ کتنا حسین موسم ہے، بارش، رات، ٹھنڈ، پہاڑ..... کاش میرے ساتھ بھی کوئی حسینہ ہوتی تو چھاتے تلے ہاتھ تھامے موبائل ٹارچ کی روشنی میں ہم بھی سفر زیست کرتے۔'' اس کے ان الفاظ پر سبھی کی ہنسی چھوٹ گئی۔ راستہ کافی لمبا تھا۔ پہاڑ چڑھنے کے بعد وہ کھلے میدان میں آگئے تھے، وہ راستہ قدرے بہتر تھا۔ ہاتھ چھڑا کر فریال بڑی بے صبری سے بول پڑی۔

''اب بتائیں کیا مسز کیوری واقعی آپ کی والدہ ہیں؟''

''جی..... لیکن میں Adapted Child ہوں۔''

''کیا مطلب؟'' فریال کو حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔

''مطلب یہ کہ 9 ستمبر الیون والے واقعے میں انہوں نے اپنا شوہر اور بارہ سالہ بیٹا گنوا دیا تھا۔'' ڈاکٹر راہب کے ان لفظوں میں بارش کی آواز جیسے بالکل معدوم ہوگئی تھی۔ فریال یک دم رک گئی۔

'اوہ خدایا..... اسی لئے وہ سب کے ساتھ اتنی ہمدرد ہیں۔'' فریال کے اندر سناٹا پھیل گیا تھا۔

''آپ چلیں ورنہ میں آگے کچھ نہیں بتاؤں گا۔'' وہ فریال کو رکتا ہوا دیکھ کر بولا تو فریال ایک بار پھر خاموشی سے چلنے لگی۔

''یہاں آنے کے بعد انہوں نے مجھے اپنی سرپرستی میں لے لیا یا پھر یوں کہیں جب میں نے ہوش سنبھالا انہیں کو پایا لیکن پھر ایک دن مجھے پتا لگا کہ وہ میری والدہ نہیں ہیں جب ٹین ایج تھا اور مجھے سب سمجھ آنے لگا کہ میری شکل ان سے کیوں نہیں ملتی جبکہ میں ایک گندمی رنگت اور ایشین شکل وصورت کا مالک ہوں اور وہ سفید بالوں والی سرخ رنگ کی مالک..... بس اسی بات پہ میرا ان سے جھگڑا ہوگیا کہ میرے والدین کون ہیں؟'' وہ چھتری پکڑے اسے بارش سے بچاتا خود آنکھوں سے بھیگ چکا تھا۔

''اور اتنی سی بات پہ آپ نے ہمیشہ کے لئے گھر چھوڑ دیا۔'' فریال کا لہجہ خاصہ سنجیدہ تھا۔

''جوان انسان پرجوش ہوتا ہے اس کا خون گرم ہوتا ہے اسی لئے وہ ایسے فیصلے کر بیٹھتا ہے میں نے ہر جگہ اپنی شناخت ڈھونڈی مگر لاپتا پھر جس Pakistan adoptation program کے ذریعے انہوں نے مجھے اڈاپٹ کیا تھا میری رسائی وہاں تک ہوئی تو تمام معلومات کھل کر سامنے آگئی کہ میرا تعلق پاکستان سے ہے بس پھر چھٹیوں میں پاکستان آیا تجل خوار ہو کر اپنے بارے میں معلومات حاصل کی تو میرے والدین نعیمہ آنٹی کے رشتہ دار نکلے جب میری پیدائش کے بعد ہی امی کی وفات ہوگئی اور والد نے دوسری شادی کرلی لیکن اب وہ بھی اس دنیا میں نہیں رہے۔''

''آپ کبھی ان سے نہیں ملے؟''

''وہ مجھے بھی کسی راہب سے شادی کا کہہ رہی تھیں جب میں جان چھڑا کر پاکستان آگئی، اصل میں انہوں نے ایم بی بی ایس کے دوران مجھے آرتھو پیڈکس پڑھائی تھی۔ تب سے ہی ان کی شخصیت، خاص کر حجاب لینے کے اسٹائل نے مجھے اتنا متاثر کیا پھر کئی بار میں ان کے آفس گئی اسطرح ہمارے مراسم بڑھنے لگے لیکن پھر بھی انہوں نے ہمیشہ سٹوڈنٹ اور اساتذہ کے درمیان کا فاصلہ ہمیشہ قائم رکھا تھا۔ انہوں نے تو مجھے اپنی پرسنل لائف کے بارے میں اتنا بھی نہیں بتایا تھا کہ وہ شادی شدہ بھی ہیں یا نہیں پھر ایک دن انہوں نے مجھ سے شادی کا پوچھا تو میں نے کہہ دیا کہ ابھی ارادہ نہیں لیکن جب انہوں نے کہا کہ میں ایک بہت اچھے لڑکے کو جانتی ہوں اس کا نام راہب ہے اگر تم واقعی مجھے اپنا mentor مانتی ہو تو مجھ پر یقین بھی رکھو بس اس کے بعد میرا اچانک پاکستان آنے کا پروگرام بن گیا لیکن مجھے نہیں پتا تھا کہ وہ آپ ہیں۔''

فریال کے قدموں کی رفتار مدھم ہوتی بارش میں تھم گئی۔ دونوں خاموشی سے چلنے لگے پھر ایک لمحہ سر کنے کے بعد فریال نے خاموشی چاک کی۔

''ویسے میں ان سے اتنی انسپائر ہوں کہ انہیں اپنا mentor مانتی ہوں اور میں اپنے mentor کی کوئی بات نہیں ٹالتی۔'' فریال نے ازلی اعتماد کے ساتھ کہا تو ڈاکٹر راہب ہونٹوں پہ مسکراہٹ دبائے فوراً بول پڑے۔

''تو پھر اپنے mentor کی یہ بات بھی مان لیجئے کیونکہ قسمت سے کوئی لڑ نہیں سکتا اور شاید اسی طرح ہمارا یہاں آنا، اتفاقیہ ملنا بھی ظاہر کرتا ہے کہ قسمت عائشہ مطلب مسز کیوری

شگفتہ شگفتہ رواں دواں

اردو کی آخری کتاب

طنز و مزاح

آج ہی اپنے قریبی بکسٹال یا ہم سے طلب فرمائیں

لاہور اکیڈمی

محمد علی امین میڈیسن مارکیٹ

اردو بازار لاہور

''نہیں''

''کیوں؟''

''اس سے مل کر کیا کرنا جسے آپ سے ہی ملنے کی چاہ نہ ہو۔'' اتنا کہہ کر ڈاکٹر راہب خاموش ہوگئے۔ فریال نے مڑکر دیکھا ذکی ڈاکٹر بلال کے ساتھ کیبن لگاتے ہوئے آرہا تھا، خان بابا بھی ان کے ساتھ تھے۔

''اور دوبارہ آپ مس کیوری سے نہیں ملے کیا؟''

''یہاں آکر جب مجھے معلوم ہوا کہ مجھے Adopt کرنے کے لئے انہوں نے اپنا مذہب تبدیل کیا وہ کرسچن سے مسلمان ہوئی تھیں کیونکہ اس پروگرام میں Adoptation کی یہی شرط تھی کہ گود لینے والا مسلمان ہونا چاہئے تو اس کے بعد میں واپس چلا گیا مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ ایک بہترین ماں ہیں۔'' جذبہ شدت سے ڈاکٹر راہب کی آنکھیں نم ہوئی تھیں جسے صاف کرنے کے بعد وہ خاموشی سے چلنے لگا۔ بارش کچھ تھم گئی تھی۔

''تو پھر اس دن آپ نے ان کا فون کیوں نہیں اٹھایا؟'' فریال کا وہ سوال ابھی تک ذہن میں اتھل پتھل مچائے ہوئے تھا۔

''وہ..... وہ تو میں ان پر خفگی ظاہر کر رہا تھا اصل میں وہ مجھ پر دباؤ ڈال رہی ہیں کہ میں ان کی پسندیدہ لڑکی سے شادی کرلوں اور وہ کہتی ہیں کہ تمہارے پاکستان میں بھی تو یہی ہوتا ہے اور تم پاکستانی ہو۔'' اس کا اتنا کہنا ہی تھا کہ فریال پتھر سے ٹھوکر کھا کر گرنے کو تھی جب ڈاکٹر راہب نے اسے بازو سے تھام کر سنبھلنے کو کہا۔

''آپ تو ایسے کرنے لگیں جیسے انہوں نے آپ کو کہا ہو۔'' ڈاکٹر راہب ہنسی دباتے ہوئے بولے اور فریال اگلے ہی پل آہستگی سے گویا ہوئی۔

''یہ مت سمجھئے کہ اقرار کا سائن ہے بلکہ وہ..... میں گرنے لگی تھی۔'' فریال نے شرارت سے جھوٹ بولا اور پھر دونوں ہی ڈاکٹر راہب کی اس بات پر کھلکھلا کر ہنس دیئے کہ ''اب تو ہر ٹھوکر پہ میں بھی ہاتھ تھاموں گا بس یقین رکھنا کہ کبھی گرنے نہیں دوں گا۔'' اس مختصر سفر میں انہوں نے اپنی زندگی کا فیصلہ کرلیا تھا۔ دونوں جس فیصلے سے بھاگ کر پاکستان آئے تھے اسی سرزمین بلکہ ''وادی کشمیر جنت النظیر'' میں ان کے راستے یکجا ہونے کا فیصلہ لکھ دیا گیا تھا۔

قسمت نے آہ ہم کو یہ دن بھی دکھا دیئے
قسمت پہ اعتبار کیا ہائے کیا کیا

''ارے بلال بیٹا آپ پھر سے اپنا راگ الاپنے لگے؟'' خان بابا نے ڈاکٹر بلال کو ایک بار پھر گنگناتے ہوئے دیکھا تو ڈاکٹر راہب کے ڈر سے خاموش ہونے کا اشارہ کیا۔

''خان بابا میں تو کچھ لوگوں کی قسمت کو دیکھ کر اپنی قسمت کو رو رہا ہوں..... قسمت پر یقین آگیا ویسے۔'' ان کی یہ ازاحِ مذاق گفتگو سن کر دونوں کھلکھلا اٹھے۔ واپس پہنچے تو سب کی جان میں جان آئی خاص کر ممی کے اور پھر کل صبح ناشتے کے بعد انہوں نے اس خوبصورت وادی کو ہمیشہ کے لیے خدا حافظ کہہ دیا لیکن اس نے جو دیا تھا وہ اور یادیں ڈاکٹر راہب اور فریال دونوں ہی ساتھ لے کر جا رہے تھے۔ واپسی پر ڈاکٹر راہب اور فریال ایک ساتھ ہی بیٹھے تھے اور اس بار وہ قطعاً خاموش نہیں تھا کیونکہ اس کے دل سے

بہت بڑا بوجھ اتر گیا تھا، ان آزاد پہاڑوں نے اسے بھی آزاد کر دیا تھا۔ واپسی پر ڈاکٹر بلال نے گانوں کے ہمراہ وین میں ہی ڈانس شروع کر دیا۔ شغل میلے کے ساتھ سفر کا اختتام ہوا لیکن ہمیشہ کی طرح کوئی بھی منظر ذکی کے کیمرے کی آنکھ سے محفوظ نہیں رہ سکا۔

✦✦✦

آج معاذ کو آفس سے چھٹی تھی اسی لئے وہ دیر سے سو کر اٹھا، ناشتے کے لئے کچن میں گیا تو رشیدہ چھٹی پر تھی اور ممی شاید گھر پر نہیں تھیں اسی لئے گھر گیارہ بجے سائیں سائیں کر رہا تھا۔ چائے بنا کر وہ باہر لان میں چلا گیا۔ سردیوں کی دھوپ بھلی لگ رہی تھی۔ معاذ نے دھواں نکلتے کپ کو دیکھا، چائے کی خوشبو ماضی کا در بڑی خاموشی سے کھول کر دبے پاؤں داخل ہوئی۔ اس نے سیاہ چمکتے کپ چھوا، فریال کے الفاظ خوشبو کے ساتھ گنگنانے لگے۔

''گھر بیٹھ کر چائے اور کافی دو ہی صورتوں میں انجوائے کی جاسکتی ہے کپ یا تو آپ کے کسی عزیز نے تحفے میں دیا ہو یا پھر چائے آپ کے کسی بہت چاہنے والے نے بنائی ہو۔''

اور پھر پہلی بار اس نے اپنے ہی الفاظ کی نفی کی۔

''ایسی بات نہیں ہے میں تو بس یہ کہہ رہا تھا کہ اسی جگہ پہ آ کر انجوائے تھوڑی ہوتا ہے اگر انسان انجوائے کرنا چاہے تو گھر بیٹھے وہ چائے یا کافی کے مگ کو بھی انجوائے کر سکتا ہے۔''

وہ جو چائے نہیں پیتا تھا آج چائے پی رہا تھا۔

وہ جو گھر بیٹھ کر انجوائے کرنے کی فلاسفی پر یقین رکھتا تھا آج چائے انجوائے کر رہا تھا وہ بھی اس لئے کہ وہ کپ فریال اس کے لئے کشمیر سے تحفہ میں لائی تھی اور اب وہ روز ہی صبح اسی طرح انجوائے کیا کرتا تھا۔

''اتنے سالوں میں گھر میں کتنے مہمان آئے تھے مگر کوئی فریال نہیں تھا، فریال کا سا نہیں تھا۔ وہ ایک تھی جو خود کو ڈاکٹر کہتی تھی مگر شاید نفسیات یا پھر مجھے سمجھنے کی اہلیت رکھتی تھی وہ سمجھ گئی تھی اس رات کہ میں تنہائی اور ڈپریشن کی کس سٹیج پر ہوں اور بچپن سے ممی کے اس سوشل لائف اور مہمانوں کی انوالمنٹ نے مجھے فیملی سے کتنا دور اور اکلوتا ہونے سے تنہا کر دیا، اسی لئے جاتے ہوئے ممی کو میری ذہنی حالت کے بارے میں بتا گئی تھی جو ہمیشہ سے سمجھتی تھیں کہ وہ ہر طرح سے پرفیکٹ ہیں مگر ایسا نہیں تھا۔ تبھی انہوں نے اپنی سوشل لائف کم کر کے گھر اور خاص کر مجھے وقت دینا شروع کر دیا تھا۔''

چائے کا آخری سپ لیتے ہی سوچ کا بندھ ٹوٹا اور زیر لب بڑبڑایا۔

''تم جیت گئی فریال ہر بازی اور جاتے ہوئے تم نے شرط کے مطابق آخری بات بھی منوالی۔''

''جدائی''

''ہمیشہ کی جدائی''

لیکن اگر کبھی آپ فریال سے ملے تو پلیز میرا پیغام اسے ضرور پہنچا دیں کہ

''دل کو بہلانے کے لئے کچھ تو چاہئے
چاہ نہ سہی، چائے ہی سہی۔''

✿✿✿

pklibrary.com

بازی گر

مہوش طالب

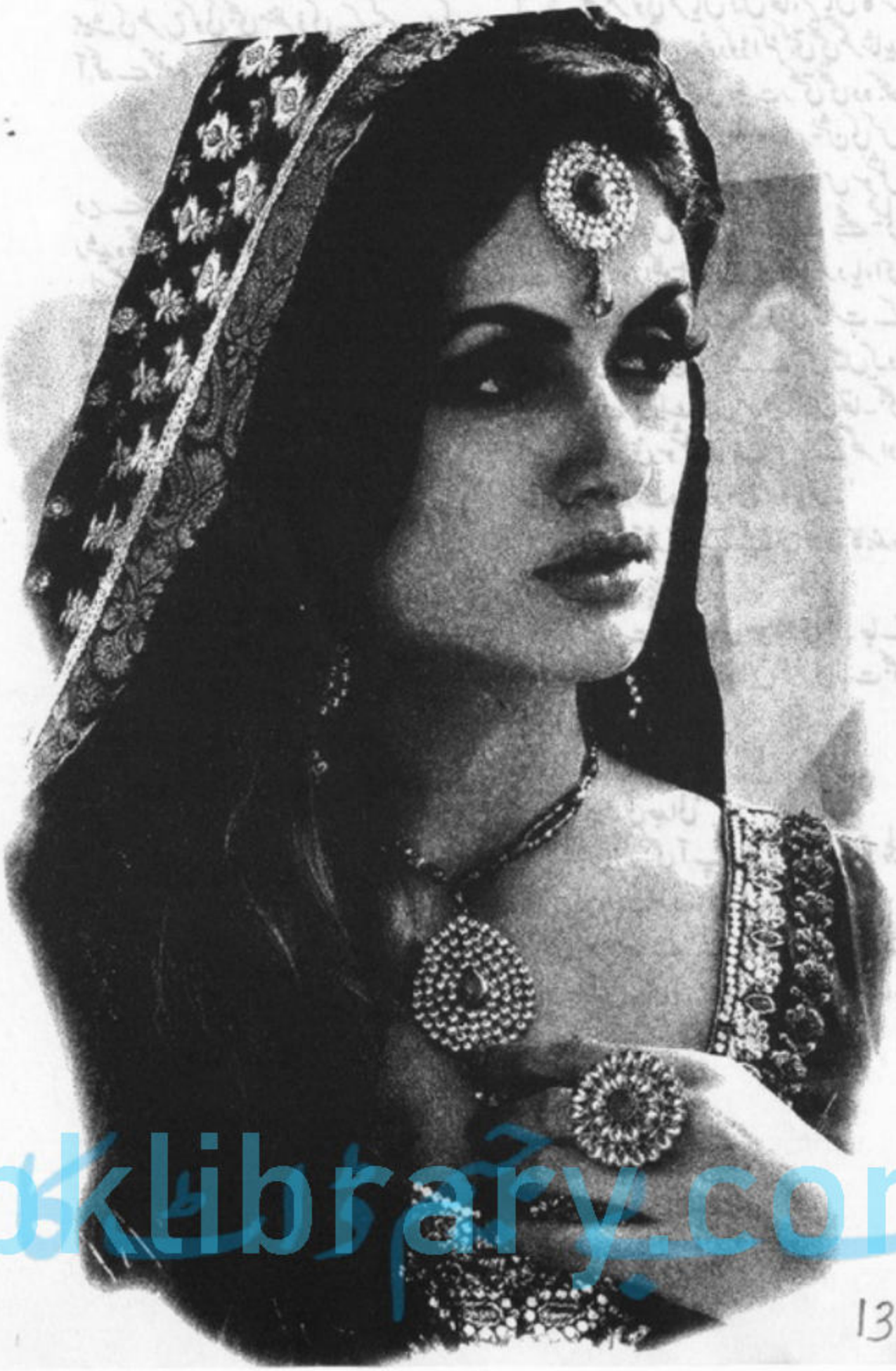

pklibrary.com

ڈیپارٹمنٹ میں آج سالانہ عشائیہ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ سینئرز اور فریشرز کے درمیان ہم آہنگی کا حسبِ روایت یہ شاندار موقع تھا۔۔ تعارفی سیشن کے بعد اب اسٹیج پر ہر کلاس کے طلباء کی جانب سے مختلف طرح کی (علاقائی و غیر علاقائی) ڈانس پرفارمنس جاری تھیں۔

فرزام اور نمیرہ کے پاکستانی گانے پر رقص نے سماں باندھ دیا تھا۔۔۔ وہ دونوں بھی یوں لگتا تھا آج ایک دوسرے کی آنکھوں کے سمندر میں اتر کر ہی دم لیں گے۔۔۔

سمجھایا بہلایا، للچایا، دھمکایا
دل تو دل ہے باز نہ آیا

گانے کے بول جاری تھے اور اسٹیج پر ان کے قدم پورے تال میل سے تھرکتے تھے۔ سبز رنگ کی سنہری لیس لگی میکسی زیب تن کیے نمیرہ اور مہرون رنگ کا کرتا شلوار پہنے فرزام احمد کو دیکھ دیکھ کر شہلہ صدقے واری جا رہی تھی

"یہ دونوں کس سمسٹر کے ہیں بھئی؟"
فریشرز میں سے کسی نے پوچھا

"فائنل ائیر کے ہیں یار، رئیل کپل ہے"
شہلہ کے ساتھ بیٹھے اسفند نے جواب دیا تھا

"اچھا بھی اتنی زبردست کیمسٹری ہے آپس میں" لڑکی نے متاثر ہوتے ہوئے کہا

"صرف کلاس فیلو ہیں" شہلہ نے اسفند کو گھورتے ہوئے تصحیح کی، جس نے کندھے اچکا کر زیرِ لب مسکرانے پر اکتفا کیا۔

اب طرح طرح کی چہ مگوئیاں پھر سے ڈیپارٹمنٹ کے در و دیوار میں شروع ہونے والی تھیں۔۔ ڈانس پرفارمنس ختم ہو گئی تھی، دیر تک بجتی سیٹیوں اور تالیوں کی گونج میں ان دونوں کو خوب سراہا گیا۔۔

"یار تم لوگ تو یوں ایک دوسرے میں کھو کر

مکمل ناول

pklibrary.com

رقص کررہے تھے جیسے کوئی تیسرا وہاں تھا ہی نہیں"

اگلی صبح پورا گروپ ایکسٹینشن کیفے میں جمع تھا۔

ندا کے بے باک تبصرے پر نمیرہ کا سر ذرا سا جھکا۔۔

"اب سچے جذبات آنکھوں سے خود بخود عیاں ہوجائیں تو ہمارا کوئی قصور نہیں"

فرزام نے ندا کے تبصرے اور نمیرہ کی شرماہٹ دونوں کا لطف لیتے ہوئے جواب دیا۔

وہ شام نمیرہ اور فرزام کی زندگی کی یادگار شام تھی۔۔ یونیورسٹی کے پچھلے ساڑھے تین سالوں میں کبھی انہوں نے اتنی تعریف اور محبتیں نہیں سمیٹی تھیں جتنی کل ان دونوں نے خود ایک دوسرے کے چہروں سے چھلکتی دیکھی تھیں جو بن کہے ساری کہانی سنا رہے تھے۔۔۔

✦✦✦

رات قطرہ قطرہ بہتی جارہی تھی اور سیاہ بادل اس تاریک رات میں بھی آسمان پر تیرتے نظر آتے تھے۔ آدھا چاند طول وعرض کی قید سے ماورا فلک کے سینے پر فخر سے براجمان تھا۔

وہ اپنے کمرے میں کاؤچ پر بیٹھی بالوں کی ایک موٹی لٹ انگلی سے لپیٹے کھڑکی سے باہر تک رہی تھی..... اس کے دماغ میں ہیجان خیز سوچوں کی یلغار تھی۔ کاؤچ کے ساتھ ہی دیوار گیر الماری تھی جبکہ سامنے جہازی سائز بیڈ اس کا منہ چڑاتا تھا۔ بیڈ کے اوپر لگے اے سی سے نکلتی خنک ہوا بھی اس کی آبلہ پائی کرنے میں ناکام تھی۔ پنکھے کی ہوا سے باریک دبیز پردے لہراتے تو چھن کر آتی روشنی اسے اپنی آنکھوں میں چبھتی محسوس ہوتی۔ کچھ دیر تک جی کو جلاتے اس فسوں خیز ماحول کو برداشت کرنے کے بعد تنگ آکر اس نے کھڑکی بند کرکے پردے برابر کیے اور بتی جلا کر قدآدم آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

وہ جس شخص کے دل سے اتری تھی۔

وہی شخص اب اس کے ذہن پر سوار ہونے لگا تھا..... اور یہی عذاب تو اس کا جینا دوبھر کیے دے رہا تھا کہ دوسروں کی زندگی سے خوشبو چراتے چراتے اس نے اپنے دامن میں بھی کانٹے سمیٹ لئے تھے۔ اور اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر کوئی دل کے تخت پر براجمان ہو تو اسے اترنے میں بھی پل نہیں لگتا۔ مگر کوئی جب ذہن پر سوار ہوجائے تو تاعمر ذہن سے نہیں نکلتا اور اس کے دماغ میں گھسنے والا وہ شخص کوئی اور نہیں اس کا شوہر تھا۔ جسے سالوں تک اس نے اپنا شوہر تسلیم ہی نہ کیا تھا۔

مگر یہ زندگی ایک سمندر کی مانند ہی تو ہے کب کدھر کوئی لہر اُٹھے اور جوش مارے کچھ پتہ ہی نہیں چلتا۔

✦✦✦

اسے اندازہ نہیں تھا جو شخص ایک بار دل سے اتر جائے وہ دوبارہ بھی دل کے تخت پر حکومت کرسکتا ہے۔؟ وہ سوچتا تھا کہ کیا ایسا ممکن ہے بھلا جو دل سے جائے وہ پھر سے ڈیرہ جما لے۔۔ مگر دل کے معاملے تو ہمیشہ سے ہی پہیلیوں جیسے رہے ہیں۔ بھول بھلیوں کی مانند۔ کب کہاں لے جائیں دل والوں کو بہت دیر سے خبر ہوتی ہے۔۔ اور اس کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ وہ گاؤں سے دور ایک الگ بستی میں آیا تھا اپنا ذہن اور موڈ بدلنے کو مگر یہاں کی لوک کہانیوں نے اسے اپنا دل ٹٹولنے پر مجبور کردیا تھا بان کی چارپائی پر بیٹھا، گرد سے اٹے پیروں کو آپس میں جوڑے سامنے گردہ کی صورت پیش کیے جانے والے علاقائی رقص سے بے نیاز وہ خیالات کی پگڈنڈی پر چل رہا تھا۔۔ اس

pklibrary.com

کی محبت گہری تھی یا اس کی نفرت میں شدت زیادہ تھی آج وہ اسی نہج پر سوچ رہا تھا۔ اگر محبت گہری تھی تو پھر وہ اسے اب تک معاف کیوں نہیں کر پایا تھا اور اگر نفرت شدید تھی تو پھر وہ اس کے ساتھ کیوں تھا اب تک۔۔

''اگر من اندر محبت پنپ گئی ہو تو وہ مرتے دم تک مُک نہیں سکتی چاہے بندہ مک جائے، اس کی تھوڑ ہو سکتی ہے، وقتی نفرت آسکتی ہے مگر محبت کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔ پھر نفرت چاہے جتنی بھی شدید اور زور آور کیوں نہ ہو اس کی ڈوری ٹوٹ کے ہی رہتی ہے۔'' تین یار بیلی اس کی چار پائی پر ذرا پرے بیٹھے محبت کی حقیقتوں سے پردہ اٹھا رہے تھے۔

''او بڑی پتے کی بات کی تو نے یار''

''یہ میں نہیں کہتا وہ فقیر کہتا ہے''

وہ کب سے حقہ گڑگڑاتے ان تین جوانوں کی باتیں سن رہا تھا جس میں سے ایک کا اشارہ اب نیم کے پیڑ کے نیچے بیٹھے پچاس کے پیٹے میں داخل ہوتے اجڈ سے فقیر کی جانب تھا۔ جس کے کندھوں تک آتے بال گرد جم جانے کے باعث سیاہ سے سرمئی ہو رہے تھے یہی حال اس کی مونچھوں اور داڑھی کا تھا جو لگتا تھا عرصے سے تراشی نہیں گئیں۔۔ البتہ ہرے رنگ کا صاف کُرتا اور رنگ برنگ منکے پہنے فی الحال خود سے باتیں اور ''حق اللہ، حق اللہ'' کا ذکر کرنے میں مصروف تھا۔

اور اسے بھی تو ابھی ابھی سمجھ میں آیا تھا کہ دراصل اس کی نفرت شدید ہی تو تھی ایک تیز جھٹکے کی مانند آئی اور ٹوٹ بھی گئی مگر اس کی محبت تو ایک انجانے وار کی مانند تھی جو گہرا تھا اور جس کا اثر ختم ہی نہیں ہو رہا تھا۔۔

یہ بات وہ کب سے اپنے دل کو سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا مگر مسئلہ ہی یہ تھا کہ اس کے دل اور دماغ کی آپس میں بن نہیں رہی تھی۔۔ اور اسے آج ہر صورت یہ فیصلہ کرنا تھا کہ اس کی انا زیادہ باعزت ہے یا محبت۔۔۔ یہ مشکل تو تھا مگر ناممکن نہیں۔۔ اور اہلِ دل تو پھر ہر مشکل سے مشکل کام کر جاتے ہیں۔ آج یا تو اسے اہلِ دل میں سے ہونا تھا یا ہمیشہ کے لیے بزدل ثابت ہو جانا تھا۔

✦✦✦

''یار آج کا کیا ارادہ ہے'' فرزام کی بے چینی حد سے سوا تھی

''کوئی ارادہ نہیں'' دوسری جانب نمیرہ کی بے نیازی بھی عروج پر تھی۔

''او ہو مذاق چھوڑو، کچھ دنوں بعد تم بھی گاؤں جا رہی ہو، پھر بات نہیں ہو سکے گی ہماری'' فرزام کا یہ حال تھا کہ اگر وہ سامنے ہوتی تو بازوؤں سے جھنجھوڑ کر اس سے ملنے کا پلان بنواتا۔

''اچھا میں بعد میں بتاتی ہوں ابھی تو روم میٹس کے ساتھ ضروری سامان لینے جا رہی ہوں۔ بائے'' اس نے کھٹ سے کہہ کر فون بند کر دیا۔

اور فرزام اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتا رہ گیا۔

نمیرہ گزشتہ چار سالوں سے اسے یونہی ستا رہی تھی۔ اور وہ جو خود کسی یونانی دیوتا سے کم نہ تھا۔ اس مغرور اور اکھڑ حسن کی دیوی کے سامنے اس کے اپنے اکڑ و غرور کے سارے پندار جھک جاتے۔

✦✦✦

''شکر ہے تمہیں خیال آ گیا۔ ورنہ مجھے تو لگا تھا کہ اس بار بھی چھٹیوں میں صرف تمہارے تصور سے جی بہلانا پڑے گا''

''ہاں تو محبت میں اس سے بڑھ کر امتحانی مراحل آتے ہیں۔ تم سے اتنے پر صبر نہ ہو سکا۔''

pklibrary.com

بظاہر اس کا لہجہ اُکھڑا تھا مگر آنکھوں میں شرارت ہلکورے لے رہی تھی۔

''بس میری سنجیدہ باتوں کو یونہی ٹال دیا کرو بہت اچھا لگتا ہے نا تمہیں۔'' وہ بے چارگی سے بولا:

اور شہر کے اس معیاری ترین ریستوران میں گردن اکڑائے میز کے ایک جانب بیٹھی نمیرہ نے اس کی تڑپ کا خوب لطف لیا تھا۔

''نہیں ایسی بات تو نہیں۔ میں تو تمہارا موڈ اچھا کرنے کی غرض سے کہہ رہی تھی۔'' دائیں ہاتھ سے سنہری گھنے بالوں کو سنوارتے ہوئے وہ بے نیازی سے گویا ہوئی۔

بیرے نے آکر ان کی گفتگو میں مداخلت کی۔

تھوڑی دیر بعد آکر آڈر لے جانا۔'' فرزام نے بمشکل اپنی ناگواری چھپائی

''تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میرا موڈ کن باتوں سے خوشگوار رہتا ہے۔ اس نے براہِ راست اس کے چہرے پر نظریں جمائے کہا

''اپنے گھر جا کر تم مجھ سے فون پہ بات تک کرتے ہوئے تو ڈرتے ہو..... آگے کی میں تم سے کیا توقع کروں فرزام'' اس نے دوبدو جواب دیا

''اس کی بھی قصوروار تم ہو۔ میں نے تم سے پہلے بھی کوئی بات نہیں چھپائی اور اب بھی بتا رہا ہوں کہ جب تک تم اجازت نہیں دو گی میں گھر والوں سے بات نہیں کر سکوں گا۔ اگر میں نے ابھی ان سے بات کر لی تو وہ لوگ ابھی سے ہی میری شادی پر زور دینے لگیں گے اور تم جانتی ہو مجھے بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن تم ہی اس کے لیے راضی نہیں ہوتیں اور اپنے گھر والوں سے چھپ کر میں ان ہی کے درمیان رہتے ہوئے کسی سے رابطہ رکھوں۔ یہ ایک معیوب حرکت ہے۔''

'واہ فرزام احمد تمہارے گھر والوں کا ذکر آتے ہی ان کے سامنے میں تمہارے لیے "کسی" ہوگئی۔'' نمیرہ کو یہ بات بری لگی تھی۔

''تو اس بات کا تعین بھی تو تم ہی کرو گی نمیرہ کہ تم میری اپنی بننا چاہتی ہو یا ''کسی غیر'' کی طرح صرف فون پر رابطے اور سالانہ تقریب کی مانند آتے ملاقات کے ایک دو کو مواقع کو ہی کافی سمجھتی رہو گی۔''

اور یہاں پر آکر نمیرہ کا سارا تنتنہ جھاگ کی طرح بیٹھ جاتا جانتی تھی کہ اب تک اپنے اور فرزام کے حوالے سے کسی فیصلے تک نہ پہنچ پانا اس کی اپنی ہی کمزوری ہے سو اس نے مزید بحث سے بچنے کے لیے بیرے کو اشارہ کیا۔

نمیرہ اپنے یونیورسٹی کے ساتھی فرزام سے محبت کرتی تھی۔ اس میں کوئی شک نہ تھا۔ مگر وہ اپنی محبت کو حاصل بھی کر سکے گی۔ اس بات کا اسے یقین نہ تھا۔

وہ اور فرزام گزشتہ چار برسوں سے ایک دوسرے کے سنگ محبت کے دھاگے سے جڑے تھے، فرزام شہر کی معمولی کاروباری شخصیت احمد علی کا لاڈلا صاحبزادہ تھا جبکہ نمیرہ گاؤں کے وڈیرے مرحوم مشیر علی کی پوتی تھی۔ فرزام اور نمیرہ نے اب تک اپنے تعلق کو باضابطہ طور پر کسی پہ عیاں نہ کیا تھا، مگر ان کے مابین غیر معمولی ہم آہنگی اور ذومعنی نظروں کے تبادلوں کے باعث کلاس سمیت پورے ڈیپارٹمنٹ میں سو طرح کے فسانے مشہور تھے۔۔ جنہیں فرزام جھٹلاتا تو نہ تھا پر کوئی وضاحت بھی نہ دیتا تھا مگر نمیرہ ہر بار کنی کتراتی تھی۔ اس کی ایک بڑی وجہ تو یونیورسٹی کا انتہائی روایتی سا ماحول تھی۔ دوسری جانب نمیرہ کی خاندانی روایات تھیں جس کا اظہار وہ فرزام کے سامنے بھی دوٹوک انداز میں کر چکی

تھی. چونکہ وہ یونیورسٹی کی ڈرامیٹک اور فوٹوگرافک سوسائٹی کی صدر تھی اور اور اپنے والد کے کاروبار سے منسلک ہونے کے باعث فرزام کے معمولات بھی بہت مصروف تھے..... سو ہمہ وقت ایک دوسرے کی سنگت میں رہنا یوں بھی ان دونوں کے لیے ممکن نہ تھا۔

✦✦✦

آج حویلی میں خوشگوار سی ہلچل مچی تھی، حویلی کی بڑی بیٹی کا نکاح تھا..... مردان خانے میں بڑھتا ہجوم حویلی کی خواتین کو گھبراہٹ میں مبتلا کررہا تھا۔ حالانکہ ملازمین کسی چاق و چوبند دستے کی طرح مستعدی سے کام کررہے تھے مگر داجی کی دھاڑ کے خوف سے خواتینِ خانہ بھی اپنا بناؤ سنگھار بھولے کچن کا جائزہ لینے میں مصروف ہونے کے ساتھ ساتھ لڑکیوں بالیوں کو بھی تنبیہہ کررہی تھیں۔

"زرینہ تم ابھی تک یہیں پھر رہی ہو عبداللہ آنے والا ہوگا۔ تم کو یوں دیکھ کر بھڑکے گا تو مجھ سے شکایت کرنے مت آجانا اور ضوبیہ کہاں ہے" بی بی جان نے دیورانی کے لتے لینے کے بعد لاڈلی بھتیجی کی بابت پوچھا.....

فرہاد تم یہاں کیا کررہے ہو..... قبل اس سے کہ زرینہ کوئی جواب دیتی آپا نے راہداری سے گزرتے فرہاد کو ڈپٹنے کے سے انداز میں پوچھا۔

آج فرہاد کی چچازاد فائزہ کی شادی تھی۔ قرب وجوار سے مہمان بھی آنے لگے تھے..... حالانکہ شادی چھوٹی حویلی میں تھی مگر داجی کی رہائش بڑی حویلی میں تھی اس لیے سوائے بہت قریبی رشتہ داروں کے باقی مہمان، گاؤں کے دیگر رئیس یہیں کارخ کرتے تھے،

بیٹھے میں ہاتھ ڈالنے آیا ہوں..... ظاہر ہے داجی کے حکم سے آیا ہوں" وہ خفا ہوا۔

یہ اپنی اونچی ناک ذرا پکڑ کے ہی رکھو۔ اتنا ناراض ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ ان سے کہو خواتین کی تیاری مکمل ہے۔ اس نے اسے مطلع کیا۔

البتہ مردوں کی کے سنگھار کا پتہ نہیں کب تک پورا ہو" بی بی جان نے بڑی سنجیدگی سے مداخلت کی، اس پوری حویلی میں داجی سے اگر کوئی نہیں ڈرتا تھا تو وہ ان کی اپنی لاڈلی بیگم ہی تھیں ورنہ زرینہ، فرحت اور خود ان کی بیٹیاں تک داجی کو ناراض کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتی تھیں۔

ویسے بی بی جان آج تو یہ راز کھول دیں یا کم از کم مجھے ہی بتادیں کہ ایسا کیا جادو کیا ہوا ہے اپنے داجی پر جوان کو۔۔۔۔" بی بی جان کی خشمگیں نظروں نے اسے چپ ہونے پر مجبور کردیا۔

اچھا جارہا ہوں" اس نے ڈرنے کی اداکاری کی۔۔۔

بے شرم" وہ زیرِلب مسکراتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

✦✦✦

داجی اور بی بی جان رشتے میں فرہاد کے تایا تائی لگتے تھے مگر بزرگی کے باعث دونوں کو دادا، دادی کی طرح احترام اور لقب دیے گئے وہ دونوں خود بھی سب کو اپنی اولادوں کی طرح ہی دیکھتے تھے، داجی اور بی بی جان کی اپنی دو بیٹیاں (شادی شدہ) ہی تھی اس کے علاوہ داجی کے دو بھائی عبداللہ (فرہاد کے بابا جان) عبدالقیوم (نمیرہ کے والد) تھے۔ عبدالقیوم اور فرحت علیحدہ اپنی بیٹی نمیرہ اور اکلوتے بیٹے نعمت علی اور اس کے بیوی بچوں کے ہمراہ رہتے تھے۔ نئی و پرانی طرز پر بنی ان کی یہ رہائش گاہ

pklibrary.com

چھوٹی حویلی کہلاتی تھی۔۔۔ جہاں فرہاد، مہ پارہ ، نمیرہ اور فائزہ نے اپنے بچپن کا بیشتر حصہ گزارا۔۔ دونوں حویلیوں میں پیدل کا فاصلہ تھا، بارہ سال کی عمر میں جب نمیرہ کا نکاح فرہاد سے ہوا تھا تو روایات کے مطابق فرہاد اور نمیرہ کے دونوں حویلیوں میں آنے جانے پر پابندی لگادی گئی۔۔۔ یہ ننھے اذہان کیلئے انتہائی ناقابل قبول بات تھی۔۔ عبدالقیوم صاحب جو دس سال شہر گزار کر آئے تھے انہیں اپنی حویلی کی ایسی روایات بالکل پسند نہ تھیں مگر برسوں پہلے وہ اتنے خود مختار نہیں تھے کہ داجی کے سامنے کوئی اعتراض کرتے، یہ الگ بات کے برسوں بعد خود مختار ہوکر بھی وہ داجی کے اس فیصلے کے بہترین حامی تھے۔ داجی کی اپنی بیٹیاں حویلی کے باقی بچوں سے کافی بڑی تھیں لہذا انہیں اپنی برداری کے گھرانوں میں نپٹا دیا گیا۔۔ دونوں حویلیوں میں اکلوتا جوڑ نمیرہ اور فرہاد کا بنتا تھا سو داجی اور بی بی جان نے اپنی دیرینہ خواب (خاندان میں رشتے ملانا) کو نمیرہ اور فرہاد کو اپنی مرضی سے ایک بندھن میں باندھ کر پورا کیا۔

دوسری طرف نمیرہ اور فرہاد کے معصوم ذہنوں میں ایک دوسرے کی طرف آمد و رفت نہ ہونے کے باعث ایک دوسرے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وقت گزرتا رہا حتیٰ کے وہ جوان ہوگئے۔۔

فرہاد کیونکہ عمر میں اس سے بڑا تھا اس لیے اسے سولہ سال کی عمر میں اپنے اور نمیرہ کے رشتے کی بابت تفصیلاً بتا دیا گیا۔۔ اور نوجوان فرہاد کو بھلا کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔۔ نوعمری میں عشق کے بخار کی خواہش بن کہے پوری ہوگئی اور جب اس نے پہلی بار نمیرہ کو ایک نئے نظریے سے دیکھا تو وہ واقعتاً اس کی محبت میں مبتلا ہوگیا۔۔

یہ جانے بغیر کے نک چڑھی، مغرور اور حسین نمیرہ اب تک اپنے اور اس کے رشتے کو قبول ہی نہیں کر پائی۔ اسے بچپن کے کھیل اور شرارتیں سب بھول چکی تھیں۔۔ یونیورسٹی جانے کے بعد بس یاد رہا تو اتنا کہ شہر کے طور طریق کس قدر خوبصورت ہیں اس نے کیسے اپنی زندگی کے اتنے برس گاؤں کے فرسودہ ماحول میں گزار دیے اور یہ کہ فرزام ہی وہ شخص ہے جس کی ہونے کے واسطے اس کا نصیب اسے گاؤں سے شہر لے آیا۔ اور اسی ان چاہے، زبردستی کے رشتے کے سبب نمیرہ حویلی کے دیگر بچوں کے برعکس کبھی بھی داجی کا احترام یا ان سے والہانہ محبت نہیں کر پائی تھی۔

✦✦✦

''یار مجھے تو اس پانچ فٹ کی لڑکی نے پریشان کر کے رکھ دیا ہے۔ آج تک کچھ بھی حاصل کرنا میرے لیے ناممکن نہیں ہوا مگر یہ پری وش ہر بار میرے سارے ارادوں پر پانی پھیر دیتی ہے۔!

''کیا ہوگیا لالے کیوں اتنا تپ رہا ہے''

''یار بابا جان اور امو جان مجھ سے شادی کے بارے میں پوچھ رہے ہیں مگر محترمہ کے مزاج ہی نہیں مل رہے۔ کوئی لفٹ نہیں۔ کوئی دلچسپی نہیں''

''اوہو! کیوں فکر کرتا ہے۔ ایک بار تیری ہوجائے۔ پھر سارے بدلے لے لینا۔'' زاہد نے جیسے سارا مسئلہ چٹکیوں میں حل کرنا چاہا

''یہی تو ساری مصیبت ہے کہ وہ میری ہوکر بھی میری نہیں۔ نجانے کیوں اتنی موٹی دیوار اس نے میرے اور اپنے درمیان تعمیر کر رکھی ہے۔ میاں بیوی والا رشتہ تو دور کی بات اب تو بحیثیت کزن بھی وہ مجھ سے کتراتی ہے۔ اتنی شرمیلی تو وہ

کبھی بھی نہ تھی.....''

فرہاد عبداللہ کے والد کا شمار اپنے گاؤں کے رؤسا میں ہوتا تھا۔ اکلوتا اور محنتی ہونے کے باعث فرہاد اپنے والدین کا بے حد لاڈلا بڑی حویلی کا چہیتا چشم و چراغ تھا۔ مگر اس وقت اس چشم و چراغ کی ساری روشنی مدھم ہوتی نظر آتی تھی ۔۔۔ بہن کی شادی پر تو نمیرہ کا مزاج ساتویں آسمان کو چھو رہا تھا حالانکہ فرہاد نے سوچا تھا اب کی بار ان دونوں کو فرصت سے بات کرنے کا موقع ملے گا۔۔۔ ویسے تو جوان کا رشتہ تھا انہیں بات حتی کا ملاقات کے لیے بھی کسی موقع یا بہانے کی ضرورت تو نہ تھی مگر حویلی کے رسم و رواج، نمیرہ کا ناک پر مکھی تک نہ بیٹھنے دینے والا انداز اور خود فرہاد کی مصروفیات ہی بڑی رکاوٹیں تھیں۔

نکاح کی رسم کے بعد پھپھو کی بیٹی فاطمہ خاص طور پر ان کے پاس آئی تھی ایک تصویر کے لیے۔

حد ہے ایک جوڑا وہاں سٹیج پر بیٹھا ہے جن کے آج ناز نخرے پورے کرنے میں کوئی کسر نہیں رکھی جا رہی اور ایک جوڑا یہ ہے جسے خود اپنی پرواہ نہیں۔۔۔ ''نمیرہ کرسی پر بیٹھی موبائل فون پر مصروف تھی جبکہ فرہاد پاس سے ہی گزر رہا تھا جب فاطمہ بھی گجرے تھامے ان کے پاس آ گئی۔۔۔۔

بس پار آپ کے سامنے مصروفیت اتنی ہے کہ ان چونچلوں کا وقت نہیں'' نمیرہ نے تلخ ہونے کی حد تک صاف گوئی سے کام لیا۔۔۔ سبز کامدار چولی، زرد رنگ کا لہنگا اور گلابی ڈوپٹے کو سلیقے سے ٹکائے نفیس سے میک اپ میں وہ بے حد خوبصورت لگ رہی تھی،

اچھا اب تو تم دونوں ہی فارغ ہو چلو فرہاد، نمیرہ کو گجرے پہناؤ میں تم دونوں کی تصویر لیتی ہوں۔۔۔ فرہاد کو جہاں فاطمہ پہ اس پل بے حد پیار آیا تھا وہیں نمیرہ کو جی بھر کر کوفت ہوئی۔۔۔

اوہو فاطمہ اچھا ہوا آپ نے یاد دلا دیا سب لڑکیوں میں گجرے بانٹنے تھے یاد ہی نہیں۔۔ بی بی جان میری خبر لیں گی۔۔ چلیں جلدی۔۔'' نمیرہ کے دماغ نے بروقت کام کیا۔۔۔ فرہاد وہیں کا وہیں کھڑا رہ گیا۔۔ اور فاطمہ حیران و پریشان ہوتی ساتھ چل دی۔۔۔ بھلا اتنے پیارے دل کے مالک شوہر کے ساتھ کوئی یوں بھی کرتا ہے۔۔ اور فرہاد اس وقت سے شدید بے چینی میں گھرا تھا تبھی رات کے اس پہر اپنا غم ہلکا کرنے کی غرض سے اپنے جگری یار کے اسٹوڈیو میں موجود تھا۔

تو تو اس سے دوٹوک بات کر اگر نہیں دل کی کوئی مرضی تو نکال دے یہ کانٹا اپنی زندگی سے۔ تجھے کوئی کمی تو نہیں''

اگر صرف انا کا مسئلہ ہوتا تو تیرے سامنے ذکر کرنے سے پہلے ہی میں ایسا کر چکا ہوتا۔ اس مسئلے کو جڑ سے اکھاڑ چکا ہوتا۔ مگر کیا کروں؟ اس سے رشتے کے ساتھ میرا دل بھی بندھ گیا ہے۔ وہ میری محبت بھی ہے اور عزت بھی۔ میں اسے نہیں چھوڑ سکتا۔'' نیلی آنکھوں اور سنہری بالوں والا فرہاد نے کندھے اچکا کر بے بسی سے اپنے لب کاٹنے لگا

تیرا دل سدا آباد رہے میرے دوست''۔ زاہد نے اس کے لہجے اور انداز میں اس پل تڑپ محسوس کر کے دل ہی دل میں کہا تھا۔

✦✦✦

تم کیوں اپنی زندگی مشکل میں ڈال رہی ہو کیوں خود کو تپتے صحرا میں لے جا رہی ہو۔ شہلہ اور وہ اس وقت کمرے سے باہر کوریڈور میں بیٹھی تھیں۔ سہ پہر کی ٹھنڈی ہوا اس کی لٹوں سے

pklibrary.com

شرارت کر رہی تھی اور خود وہ ہوا کی ان اٹھکیلیوں سے بیزار نظر آتی تھی

تم جانتی تو ہو مجھے میں ہمیشہ سے ہی مشکل پسند رہی ہوں۔" وہ دونوں ٹانگیں جوڑے گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے ہوئے تھی۔ اس کا لہجہ اس کی شخصیت کے ضدی ہونے کا پتہ دیتا تھا۔ بظاہر وہ اس سے مخاطب تھی مگر درحقیقت اس کی نظروں کا مرکز کوریڈور کے اطراف میں ٹکریں کھاتی ایک بڑی سی چمگادڑ تھی۔ وہ بھی تو اسی چمگادڑ کی طرح اپنی منزل کا اندازہ ہونے کے باوجود غلط وقت میں غلط رستے پر بھٹک رہی تھی۔

مگر یہ تمہاری زندگی ہے کوئی کھیل کا میدان نہیں کہ تم مشکل کھیل پسند کر کے دوسروں کو چیلنج کرتی پھرو، جیت جاؤ تو تمہاری واہ واہ اور اگر ہار جاؤ تو دوسرے موقع کی منتظر۔

پیاری دوست زندگی تو ایک بار ہی ملتی ہے۔ اور اپنی زندگی کے لیے کیے گئے غلط فیصلوں کے نتائج کی تلافی نہیں کی جاسکتی۔"

شہلہ کی بات سن کر اس نے بے بسی سے اس کی جانب دیکھا۔ جانتی تھی کہ وہ درست کہہ رہی ہے۔ مگر وہ کیا کرتی۔ دل و دماغ پر کسی اور کا قبضہ تھا مگر اس کی قسمت کے ٹانکے کسی اور سے جڑتے تھے۔

اور یہی اس کی زندگی کی سب سے تلخ حقیقت تھی کہ وہ اپنے تایا زاد فرہاد کی بچپن کی منکوحہ تھی اور یہ بات یونیورسٹی میں اس کی عزیز از جان دوست شہلہ کے علاوہ کوئی نہ جانتا تھا۔

✧✧✧

بوجہ عید تعطیلات ڈیپارٹمنٹ میں طلباء نہ ہونے کے برابر تھے۔ شہلہ کو اسائنمنٹ جمع کرانی تھی اور آج اتفاقاً موسم بھی بے حد خوشگوار تھا سو وہ دونوں چہل قدمی کرتے کرتے اب کلاس روم میں آ کر بیٹھ گئیں جہاں ان کے علاوہ کوئی بھی نہ تھا۔

ہلکی پھلکی گپ شپ کے دوران باتوں کا رخ بدلا اور موضوع سنجیدہ ہو گیا

یار تم اس سے ایک بار مل تو لو اگر وہ اتنا اصرار کر رہا ہے تو"

مجھے نہیں ملنا اس سے" نمیرہ کے انداز میں قطعیت تھی

مگر کیوں، ایسی بھی کیا آفت آن پڑی ہے۔ اب کے شہلہ بھی چڑ گئی

تم نہیں جانتی شہلہ اور تم جان کر بھی یقین نہیں کرو گی شاید کہ مجھے اس کی شکل ہی اچھی نہیں لگتی۔ جب بھی ہمارا سامنا ہوتا ہے۔ بہت ضبط سے میں اس کی موجودگی کو نظر انداز کرتی ہوں۔ وہ تنفر سے کہہ رہی تھی مگر اس کے لہجے میں محسوس کی جانے والی بے چارگی بھی تھی

مگر کیوں۔ وہ قابل نفرت تو ہرگز نہیں۔ ایک دنیا اس پر مرتی ہوگی۔" اس کے لہجے میں یک دم فطری تجسس ابھر آیا تھا

یقیناً ایسا ہی ہوگا مگر میں اُس دنیا کی باسی نہیں۔ ویسے بھی میں نے اسے کبھی زیادہ غور سے دیکھا ہی نہیں۔ جسے دیکھا تھا اسے اپنے دل میں بسا لیا۔ بس کافی ہے"

تو پھر اب بھی وقت ہے خود کو نکال لو اس اذیت کے دائرے سے۔ توڑ دو اس برائے نام رشتے کی ساری زنجیریں۔" شہلہ اپنی دوست کو مزید بھنور میں پھنسا نہیں دیکھ سکتی تھی۔

ہاں اس بار میں نے سوچ لیا ہے۔ آر یا پار۔ کچھ تو ہوگا۔ ایک جگہ تو لازماً اجڑے گی۔ میرا دل یا پھر میرا گھر۔ عید پر کسی بھی قسم کی متوقع رسم کے ہنگامے سے پہلے ہی میں اسے انکار کر دوں گی۔ پھر جو ہوگا وہ دیکھا جائے گا۔

میں اب مزید اسے دھوکے میں رکھوں گی نہ خود کو۔" نمیرہ مضبوط اور بے نیاز انداز سے کہہ رہی تھی۔ اس بات سے بالکل بے خبر کہ کلاس روم کے باہر کھڑے فرزام کا یہ سب سن کر اپنی ٹانگوں پر کھڑے رہنا مشکل ہوگیا ہے۔ وہ جو ریسرچ کے حوالے سے سر عبید سے ملنے آیا تھا تاکہ چھٹیوں کے دوران متعلقہ مواد اکٹھا کر سکے۔ کمرے سے برآمد ہوتے نمیرہ اور شہلہ کے قہقہوں نے اسے خوشگوار حیرت میں مبتلا کر دیا۔ اس نے سوچا کہ پہلے جو کام کرنے آیا ہے وہ کر لے پھر ان دونوں کو سرپرائز دے گا۔ مگر اسکے لئے تو پہلے سے ہی ایک ناخوشگوار ترین سرپرائز تیار تھا اور وہ اب بھول گیا کہ وہ یہاں کیوں آیا تھا۔" اتنی ذلالت اور اہانت۔

اتنا بڑا دھوکہ" وہ خاموشی سے واپس گاڑی میں جا کر بیٹھ گیا۔

کیا تم واقعی ہی فرہاد سے طلاق کا مطالبہ کرو گی۔ اور اب شہلہ کے لہجے میں ہلکے سے خوف کا عنصر تھا۔

بالکل۔ نمیرہ ڈٹ گئی تھی۔

✦✦✦

ہوسٹل سے گاؤں واپس آنے کے بعد وہ اسی فکر میں غلطاں رہی کہ کیونکر فرہاد کو حقائق سے آگاہ کرے گی۔ اسے کیا وجہ بتائے گی۔

میں اسے سب بتا دوں گی کہ تاکہ وہ مجھ سے مکمل طور پر بدظن ہو جائے اور شش و پنج میں مبتلا ہونے کی بجائے مجھے چھوڑنے میں وقت نہ لگائے۔

فون پر بات کرنا ہی مناسب ہوگا۔ کیونکہ ملاقات کے نتیجے میں بات کے آخر میں اسکی بیچاری شکل دیکھنے کا حوصلہ نہیں ہوگا مجھ میں۔

اپنے پُرتعیش کمرے سے ملحقہ ٹیرس پر چہل قدمی کرتے ہوئے ایک کے بعد ایک فیصلہ کن سوچ اس کے دماغ میں کھلبلی مچا رہی تھی۔ محبت کے نشے اور غرور نے اسے نتائج کی سنگینی سے بے نیاز کر دیا تھا۔

کچھ پل بعد اس نے ایک لمبی سانس لی، گلے میں جھولتا ڈوپٹا بیڈ پر پھینکا، کھلے بالوں کا رول بنا کر دونوں ہاتھ منہ پر پھیرے اور خود دروازہ بند کر کے موبائل پر نمبر ملانے لگی۔

بیل جا رہی تھی اور اس کی اُلجھن حد سے سوا ہوتی جا رہی تھی۔ اس وقت وہ کسی گھبراہٹ یا شرمندگی کے زیر اثر نہ تھی بلکہ وہ جلد از جلد اپنے فیصلے کو منطقی انجام تک پہنچانا چاہتی تھی۔

ایک بار، دو بار اور تین بار اس نے متواتر کال ملائی مگر جواب ندارد۔

"لے لو بدلے مجھ سے فرہاد عبداللہ، تم نہیں جانتے کہ میری بات سننے کہ بعد تمہارا سارا غرور خاک میں مل جائے گا اور تمہاری ساری بے چینیوں کو قرار آجائے گا۔" وہ دل ہی دل میں استہزائیہ سا ہنسی

"جب فارغ ہو تو مجھے بتانا تم سے ضروری بات کرنی ہے۔" آدھ گھنٹہ انتظار کرنے کے بعد بالآخر اس نے پیغام بھیج کر موبائل بیڈ پر پھینک دیا، پھر کچھ لمحے گزرنے کے بعد ہی گھنٹی بجنے لگی۔

اس نے لپک کر فون اٹھایا۔

دوسری جانب شہلہ تھی۔ وہ ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئی۔

کیا سوچا پھر تم نے، وہ بے چین تھی

وہی جو ارادہ کر کے ہوسٹل سے نکلی تھی"

نمیرہ! ایک بار پھر نظر ثانی کر لو اپنے فیصلے پر

کیا مطلب ہے تمہارا تم ہی چاہتی تھیں کہ میں آگ اور پانی میں سے کسی ایک چیز کا

انتخاب کروں۔ اب تم میرے قدموں کو متزلزل کرنا چاہتی ہو" وہ چیخ ہی تو پڑی تھی

لیکن ہو سکتا ہے کہ جسے تم آگ سمجھ رہی ہو درحقیقت وہی تمہاری آبلہ پائی کرے اور کسے معلوم کے گہرے پانیوں کے نیچے راکھ دبی ہو۔

وہ اسے آخری بار ہر طرح سے متنبہ کرنا چاہتی تھی۔

کیا بکے جارہی ہو۔ کیا تم نے میرا دماغ چاٹنے کے لیے فون کیا تھا" اس نے کھٹ سے فون بند کیا اور پھر سے لمبے لمبے سانس لینے لگی۔ اس کا دل بری طرح سے دھڑکا تھا۔ اور قبل اس سے کہ وہ مزید کچھ سوچتی

فرہاد کالنگ نے ایک بار پھر اسے اپنے فیصلے پر ڈٹے رہنے پہ مجبور کردیا۔

زہے نصیب" دوسری طرف سے کہا گیا۔ وہ جی بھر کر بدمزہ ہوئی۔

کتنی محبت کرتے ہو مجھ سے" اس نے سیدھا سوال کر ڈالا۔

دوسری جانب فرہاد نے کان سے موبائل ہٹا کر ایک بار اسکرین کو بے یقینی و غور دیکھا

آج سورج مشرق سے ہی نکلا تھا نا!" اس کے برعکس فرہاد نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا

مذاق چھوڑو فرہاد مجھے بتاؤ میں کیسے یقین کروں کہ تم اپنے جذبے میں سچے اور کھرے ہو"

"کیا تمہارے یقین کے لیے یہی کافی نہیں کہ تمہاری تمام تر بے اعتنائیوں کے باوجود میں تمہاری چاہت کا منتظر ہوں" اس کے لہجے کی گہرائی اور سچائی محسوس کی جاسکتی تھی۔

اگر تمہارا انتظار لاحاصل رہے تو۔

دوسری طرف سناٹوں بھری خاموشی چھا گئی

"اگر تمہیں اس محبت سے دستبردار ہونا پڑے تو" وہ جو تہیہ کیے بیٹھی تھی کہ چھوٹتے ہی اسے اپنا مطالبہ پیش کرے گی، تو ایسا ممکن نہ ہوسکا۔

"محبت کوئی جائیداد نہیں نمیرہ جس سے عاق ہوا جاسکے۔ یہ تو ایک کیفیت ہے جس میں ایک بار بندہ چلا جائے تو پھر مرتے دم تک اس سے باہر نہیں آپاتا، خواہ محبوب اس محبت اور وفا کے قابل بھی نہ ہو۔ خیر تم شاید ان باتوں کو نہ سمجھ سکو......"

آخری الفاظ کسی انی کی طرح اس کے دل میں چبھے تھے۔

"مگر یہ کہ میرے لیے تمہاری عزت اور خواہش سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ میں ایسا کرنے کی کوشش کروں گا۔"

نمیرہ کی سانس تھم سی گئی یا کم از کم اسے اس پل ایسا ہی محسوس ہوا تھا۔

"بس یہی چاہتی ہو یا میرا امتحان لینے کو کچھ اور بھی کہنا ہے تمہیں۔"

"وہ میں۔!! اور اس سے قبل کے وہ مزید کچھ کہتی سگنلز کی خرابی کی وجہ سے رابطہ منقطع ہوگیا۔ اور اس میں دوبارہ کال ملانے کی ہمت نہ ہوئی۔

فرہاد اتنا بچہ تو نہیں سمجھ گیا ہوگا کہ اب تک میرے اس سے گریز کی وجہ کیا ہے۔ ویسے بھی اس کا دل بہت بڑا ہے وہ تائی جان سے ضرور خود ہی بات کرلے گا......

سوچتے ہوئے وہ بیڈ پر دراز ہوگئی اب فرزام سے ملنا مشکل نہ ہوگا۔ خیال خوش گمانی ذہن کی چوکھٹ پر دھیرے دھیرے پھر سے اترنے لگے۔ اور پرفریب مسکراہٹ نے اس کے پنکھڑی لبوں کا احاطہ کرلیا۔

✦✦✦

دو دن بعد بڑی حویلی میں پرتکلف دعوت کا اہتمام کیا گیا تھا، فائزہ بطورِ خاص مدعو تھی۔ نمیرہ اندر سے ڈر رہی تھی

pklibrary.com

کہیں یہ فرہاد کا کوئی مکر تو نہیں مجھے اپنی نظروں میں گرانے کا، کہیں وہ مجھے ڈرانا تو نہیں چاہتا، فون پر تو سچی محبت کے بڑے دعوے کر رہا تھا۔

وسوسے اسے ستانے لگے، اس کا دل کر رہا تھا کہ کسی طرح سے بابا جان لوگوں کو روک دے مگر وہ جانتی تھی وہ ایسا نہیں کر سکتی۔۔ ان کی واپسی تک وہ اضطرابی کیفیت میں بالکونی میں ٹہلتی رہی۔

مگر یہ جان کر اس کی جکڑی ہوئی سانسیں بحال ہوئیں کہ فرہاد کھانے پر موجود ہی نہ تھا۔۔ حیرت در حیرت تھی۔

"ویسے مجھے یہ بات بالکل پسند نہیں آئی کہ جیٹھ جی نے اتنی بڑی دعوت کا اہتمام کیا اور داماد صاحب وہاں غیر حاضر تھے، جبکہ مجھے تو امید تھی بھابی رخصتی کی بات چھیڑیں گی۔۔" اماں جان خفا تھیں۔

"کیا ہو گیا ہے بیگم، اگر دنوں کی بات کرنی ہوتی تو بھائی صاحب مجھ سے پہلے فون پر پوچھتے۔۔ یہ تو فائزہ کے بہانے ہم سب کی بھی دعوت تھی۔۔ شادی کے فوراً بعد اتنی مصروفیت رہی۔۔ بھائی صاحب کو وقت ہی اب ملا۔۔

اور رہی بات فرہاد کی تو، وہ تو صبح سے ہی زمین کے سلسلے میں شہر گیا ہوا ہے۔۔۔ بہت بڑی کمپنی سے زمین کا سودا طے ہوا ہے اس بار، بڑا لائق بچہ ہے ماشاء اللہ"

ٹی وی لاؤنج سے دونوں کی آوازیں اس کے کمرے تک پہنچ رہی تھی۔۔۔

میں نے تمہیں بالکل ٹھیک پہچانا فرہاد، تم واقعی بہت سمجھدار ہو۔۔" نمیرہ مطمئن سی بستر پر دراز ہو گئی۔

✦✦✦

وہ ایک اُجلی سی صبح تھی جب فرزام نے اسے فون کیا

"کیسا اتفاق ہے۔ میں بھی تمہیں کال کرنے ہی والی تھی۔"

"خیریت"

"ہاں تم سے ایک بہت اہم بات کرنی تھی۔"

"مجھے بھی، ملتے ہیں پھر۔"

اس نے رکھی (گھریلو ملازمہ) کو ساتھ لیا اور عید کی خریداری کے بہانے شہر چلی گئی۔

اور اس روشن سی چاند رات میں وہ دونوں حسب معمول اس وقت مہنگے ترین ریستوران میں بیٹھے تھے۔ مگر دونوں میں سے کسی کو اب تک کھانے کی طلب نہ ہوئی تھی۔ بس نمیرہ خوشبوؤں میں بسے فرزام کو استحقاق بھرے انداز سے یک ٹک دیکھے جا رہی تھی۔ وہ اندر ہی اندر بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی۔ ایک انوکھا سا احساس دل میں جاگزیں ہوا تھا..... کہ آج وہ محبت کے اعتراف کے موڈ میں تھی۔

"تم شروع کرو گی یا میں" فرزام کے سوال نے اس کی محویت کو توڑا، اس کے انداز میں پہلے ایسی گرمجوشی مفقود تھی۔ وہ اس کے سوال پر اُلجھ سی گئی۔

"ویسے تو ہمیشہ ہی میں کرتا ہوں سو آج بھی مجھے ہی بات کو اختتام تک پہنچانے دو۔"

"کون سی بات؟" اس کے لبوں سے پھسلا

"کسی کی محبت سے دستبردار ہونا کیسا لگتا ہے۔ کیا بالکل ایسے ہی جیسے مٹھی بھر ریت ہتھیلی سے پھسل گئی ہو جسے برسوں سے سینت سینت کے رکھا۔ مگر بعد میں پتہ چلے کہ یہ تو قابلِ اعتبار ہے ہی نہیں۔ اس بے وفا کے نصیب میں ہی نہیں کسی ایک کا ہونا۔" وہ بڑے ضبط سے مگر براہِ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا

"تم کیا کہنا چاہ رہے ہو۔" نمیرہ نے تھوک نگلا تھا۔

pklibrary.com

''بس یہی کہ تمہیں اس محبت سے دستبردار ہونا پڑے گا۔ وہ محبت جو یک طرفہ تھی۔ کیونکہ میری محبت پر جس کا حق ہے وہ کم از کم تم نہیں۔''

''فرزام۔۔۔۔'' وہ بے یقینی سے اپنی جگہ پر لرز کر رہ گئی۔

''تم میرے قابل نہیں۔ تم پر میں نے اپنا پیسہ اور وقت دونوں برباد کیے۔ جس کا مجھے افسوس رہے گا۔'' نمیرہ کے دل نے اس پل شدت سے تمنا کی تھی کہ کاش اس کی قوتِ گویائی سلب کر لی جائے۔

دوسری جانب آخری الفاظ کہتے ہوئے فرزام بذاتِ خود اپنے معیار سے گرا تھا۔ مگر اسے اپنی انا اور عزت بے حد عزیز تھی۔ گو کہ اس کا تعلق متوسط طبقے سے تھا مگر اس کی مردانہ وجاہت اور اندازِ بے نیازی کے باعث اس کے آگے پیچھے لڑکیوں کی قطاریں رہتی تھیں، اور یہ اندازہ تو اسے پہلے ہی بخوبی تھا کہ محبت کا کیا ہے خوبصورت شکل ہو تو دوبارہ بھی ہو سکتی ہے۔۔ اور قبل اس سے کہ ایک جھوٹی دوسروں کے جذبات سے کھیلنے والی لڑکی پورے کروفر سے فرزام احمد کو نظر انداز کر دیتی، اس کو پل میں دھتکار کر چلی جاتی، فرزام احمد باجوہ نے خود ہی نفرت کا ڈھونگ رچا لیا۔ کیونکہ اسے اپنی عزتِ نفس پر سمجھوتہ کسی صورت منظور نہ تھا۔ یہ بھی حقیقت تھی کہ ایسا کرتے ہوئے اس کا اپنا دل اجڑ چکا تھا کیونکہ اس نے سامنے بیٹھی لڑکی سے بے حد محبت کی تھی۔ اس دن یونیورسٹی سے واپسی کے بعد اس کی آنے والی ہر رات آنکھوں میں کٹی تھی۔ اس کا سکھ، چین سب غارت ہو گیا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ نمیرہ کے گریز کی وجہ یہ ہو گی..... مگر اس وجہ کی بھی تو کوئی وجہ ہو گی جو وہ نہیں جانتا تھا اور نہ ہی جاننا چاہتا تھا اور اسے اب اس بات سے کوئی غرض بھی نہیں تھی۔ محبت میں تو یوں بھی اگر، مگر کیونکہ جیسی اصطلاحات نہیں ہوتی اگر ہوں تو پھر وہ محبت نہیں ہوتی۔۔ اپنے تئیں نتائج نکال کے آج اس نے فیصلہ کر دکھایا تھا جو نمیرہ کے منہ پر طمانچے سے بھی کہیں بڑھ کر لگا تھا۔۔ اور حالانکہ وہ ابھی بھی حقیقت سے ناواقف تھا کہ نمیرہ پہلے سے کسی اور کی امانت ہونے کے باوجود گزشتہ چار سالوں سے اپنے ہم جماعت فرزام احمد کے عشق میں گرفتار ہے اور خود اُسے بھی سحر زدہ کر رکھا ہے۔ مگر نمیرہ نے یہی سوچا تھا کہ وہ اپنی مرضی سے اس کھیل کو اختتام تک لائے گی۔۔ مگر یہ تو اصولِ محبت ہے کہ اس کھیل میں خود غرضی نہیں چلتی اور جو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے اسے ہارنے والے کا درجہ بھی نہیں دیا جاتا کہ کسی باوفا کے جذبوں سے کھیلنے والا، جیتنے والے کے برابر بھی کیونکر کھڑا ہو سکتا ہے۔ سو طے ہوا کہ نمیرہ کا دل برباد ہونا ہی تھا۔ مگر اس بربادی نے کتنوں کے دل ویران کیے۔ اس نفس پرستی نے کتنوں کا یقین محبت پر سے اٹھا دیا۔ کاش، کاش۔۔ نمیرہ کچھ پل کے لیے اس نہج پر سوچ لیتی۔

✦✦✦

اس کے دن رات بے کراں موجوں کی مانند گزر رہے تھے، موسمِ گرما کی سبک ہوائیں اسے اپنی بیری لگتی تھیں اور

سورج کی تپش جیسے اس کے زخموں پر نمک کی طرح پڑتی تھی۔۔۔۔ اسے فرزام کی بے وفائی پر یقین نہ آتا تھا۔۔ اسے یاد آتا جب محبت کے اس جزیرے میں پہلی بار ان کا سامنا ہوا تھا پھر تین سالوں تک یہ ملن ایک جاں دو قالب کی مانند دھڑکتا رہا، وہ لوگوں کی ان کے بارے میں قیاس آرائیاں، نمیرہ کا کبھی غصے تو کبھی

شرما کر جھٹلانا، وہ فرزام کا لطف لینا اور جوابی شرارت کرنا، پھر ان دونوں کا وہ شاندار اور یادگار رقص، نمیرہ کو یہ سب یادیں پہروں رلاتیں، وہ حیران ہوتی تھی کیسے فرزام یہ سب پل بھر میں بغیر کسی وجہ کے جھٹلا سکتا تھا، کیسے بھلا سکتا تھا۔۔ نمیرہ کو اکثر یوں محسوس ہوتا جیسے اس نے کوئی بھیانک خواب دیکھا ہو، اور فرزام کی فون کال ہی اسے نیند سے جگائے گی اور وہ اس سے ملنے کے لیے اصرار کرے گا۔۔ مگر اس کی تمنا ادھوری ہی رہی۔۔ حتیٰ کہ بڑی حویلی سے رخصتی کا پیغام آ گیا۔۔

سب ہی بے حد خوش اور مطمئن تھے دونوں حویلیاں روشنی میں نہا گئی تھیں، ہر طرف پھول اور بتاشے رنگ بکھیر رہے تھے اور ڈھولک کی تھاپ ہر رہ بادری سے گونجتی تھی، جب کہ اس کا اپنا من سناٹوں کی زد میں تھا" یہ سب نہیں ہونے چاہیئے تھا، ایسا کیسے ہوگیا" عروسی لباس زیب تن کرنے سے حجلہ عروسی میں پہنچنے تک اسے یاد آیا کہ چھوڑنے کی تو بات ہی نہیں ہوئی تھی البتہ فرہاد نے یہ ضرور کہا تھا کہ وہ اس کی محبت سے دستبردار ہونے کی پوری کوشش کرے گا۔ اسے فرہاد کی محبت سے نفرت تھی مگر۔ اب کیا وہ اس کی نفرت کی تاب لا سکے گی۔ یہ سوچ سوچ کر اس کا دماغ تھکنے لگا تھا اور خود وہ اندر ہی اندر سسکنا شروع ہوگئی..... جوں جوں وقت کی سوئیاں آگے بڑھ رہی تھی۔ توں توں وہ خود کو پیچھے۔۔ بہت پیچھے جاتا محسوس کر رہی تھی.....

ایک پل کو اس کے ذہن میں خیال آیا کہ وہ کپڑے تبدیل کرے اور بستر پر دراز ہو کر سوتی بنے..... اور اگر حالات مختلف ہوتے تو وہ ایسا کرنے میں زیادہ دیر بھی نہ لگاتی۔ مگر یہ سوچ" کہ اتنی اکڑ اب کس بل پر....." نے اسے پگھلتی ہوئی موم بتی بنا دیا..... جس محبت کے بل پر اس نے فرہاد، اپنے محرم کی محبت کو ٹھکرایا تھا وہ تو ریت بن کر گہرے پانیوں کی تہہ میں ڈوب گئی۔ اور وہ مان، محبت اور غرور جو اسے خود پر تھا، انہی ریت کے ذروں میں کہیں غائب ہوگیا.....

پھر جونہی سامنے لگی دیوار گیر گھڑی نے تین بجائے۔ وہ ہڑبڑا اٹھی۔ ابھی سنبھلنے کا موقع بھی نہ ملا تھا کہ دروازے پہ ہونے والی دستک نے ندامت کے قطروں سے اس کی پیشانی کو بھگو دیا۔ نمیرہ عبدالقیوم جو مقابل کو ناکوں چنے چبوانے کی صلاحیت رکھتی تھی جو اپنی بات کو دہرانا اپنی توہین سمجھتی تھی۔ جس کے ایک بار پلٹ کر دیکھ لینے کی خواہش میں اکثر لوگ اس کے دوبارہ اس راہ پر آنے کے لیے دیدہ و دل فراش کیے بیٹھ رہتے تھے۔ آج وہ نمیرہ اپنے شوہر کی دھتکار سے ڈر رہی تھی۔ وہ شوہر۔ جس کی کچھ عرصہ پہلے تک وہ شکل دیکھنے کی روادار تک نہ تھی.....

مگر..... اسی طرح تو ہوتا ہے..... اس طرح کے معاملات میں۔ دلوں کے معاملے سنبھالنا آسان نہیں ہوتا۔ خصوصاً نازک ڈوری سے بندھے ان رشتوں پر جب بے جا ضرب لگائی جائے تو جھٹکے سے ٹوٹتے ہیں اور اس کی ٹیس خود کو ہی سہنی پڑتی ہے.....

✦✦✦

فرہاد اندر داخل ہوا تھا.....

اس نے مہرون اور گولڈن امتزاج کا کلہ اُتار کر تقریباً پٹخ دینے والے انداز میں بیڈ پر اُچھالا۔ کچھ پل خاموشی نے کمرے کا احاطہ کیا رکھے اور پھر فرہاد اس سے جس لہجے میں گویا ہوا تھا۔۔ نمیرہ کو اس سے جتنی بھی نفرت سہی مگر وہ اتنا تو جانتی تھی کہ یہ فرہاد عبداللہ کا انداز نہیں۔

میں نے تمہیں کہا تھا نا کہ میں تم سے محبت تو کرتا رہوں گا..... اور تم سے نفرت کرنا میرے بس میں نہیں ہے..... لیکن یہ بات یاد رکھنا۔ نمیرہ کہ تم اس قابل نہیں رہی ہو کہ میری محبت پر اپنا حق جتا سکو.....

البتہ جس چیز کی تم مستحق ہو..... وہ تمہیں مل ہی جائے گی۔۔ مگر وہ میری رضامندی نہیں مجبوری ہوگی..... کیونکہ ہمیشہ پیاسا ہی کنویں کے پاس گیا ہے.....''

وہ اس کی جانب پشت کیے کھڑا تھا۔

اس کے الفاظ تلخ ترین تھے اور لہجے میں راکھ کر دینے والی حقارت تھی..... نمیرہ نے کرب سے آنکھیں بند کرلیں۔۔

کسی سے نفرت کرنا اور کسی کی نفرت سہنا کیا ہوتا ہے..... نمیرہ فرہاد کو آج معلوم ہوا تھا۔۔

وہ اسے پیاسا سمجھ رہا تھا..... اس شخص کے لیے اب وہ صرف ایک بھکارن بن کر رہ گئی تھی.....

اور ابھی اس شخص کے بقول میرے لیے اس کے دل میں محبت باقی ہے..... کیسی محبت ہے جو محبّ کے دل میں محبوب کو معاف کرنے کا ظرف نہ پیدا کر سکے.....

مگر میں یہ کیوں بھول گئی کہ فرہاد عبداللہ صرف مرد نہیں روایتی زمیندار بھی ہے۔ چٹیل میدانوں ایسا وسیع النظر اور پتھروں کی مانند سنگ دل بھی..... ندی کے بہتے پانی کی طرح کھرا اور نیلے فلک کی مانند انا پرست۔ کبھی نہ جھکنے والا۔۔

اور فرہاد صحیح کہتا ہے۔ میں تو ہوں ہی اسی قابل۔ میرے کیے کی کوئی نہ کوئی تو مجھے سزا ملنی چاہیے۔'' اس نے خود کو تسلی دی تھی۔ پھر خاموشی سے بیڈ سے اتر کر واش روم میں چلی گئی۔ وہ رات اس کی زندگی کی سب سے تکلیف دہ رات تھی فرہاد کمرے سے گیا تو رات بھر واپس نہ آیا۔ آنے والے دنوں میں اسے یقین ہوگیا ہے کہ اس حویلی خصوصاً فرہاد کی نظروں میں اس کی حیثیت ایک کنیز سے زیادہ نہیں ہے۔۔۔ اس نے خود کو لاتعلق کرلیا تھا فرہاد سے، باہر سے وہ چٹان بن گئی تھی مگر اندر ہی اندر اس چٹان پر دراڑیں ابھرنے لگی تھیں۔۔

✦✦✦

نہ چاہتے ہوئے بھی رسماً وہ میکے گئی۔

اماں جان کے دل کو جیسے دھچکا لگا اپنی لاڈو بیٹی کی ایسی اجڑی حالت دیکھ کر۔۔۔ وہ ان کے سینے سے لگ کر بہت روئی۔۔

''رولو میری جان جی بھر کر رولو، اتنا کہ تمہیں احساس ہوجائے اپنے سود و زیاں کا اور تم فیصلہ کرسکو کے تم نے اپنی زندگی کو آگے کیسے گزارنا ہے۔۔'' بی بی جان نے اس کی کمر تھپتھپاتے ہوئے کہا تو وہ چونکی تھی

''آپ کیا کہنا چاہ رہی ہیں اماں جان۔''

''وہی جو تم مجھے بتانا چاہتی ہو مگر بتا نہیں پاؤ گی۔''

''ایسی بات نہیں ہے'' اس نے نظریں چراتے ہوئے کہا تھا دل جیسے ڈوب سا گیا۔

چلو آج میں تمہیں بتاتی ہوں کہ کیسی بات ہے۔۔''

''میں نہیں جانتی کہ اس لڑکے نے تمہیں کیوں چھوڑ دیا مگر یقین مانو اسے خود بھی نہیں پتہ کہ اس نے تم سے شادی نہ کرکے تم پر کتنا بڑا احسان کیا۔۔۔''

اب کی بار نمیرہ کا دل زور سے دھڑکا تھا اس کے چہرے کی رنگت زرد ہوئی، اسے یقین نہیں آرہا تھا جو اماں جان اس سے کہہ رہی تھیں،

اسے یہ بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ سب کچھ جاننے کے بعد بھی وہ اسے نرمی سے سمجھا رہی تھیں

''میں جانتی ہوں فرہاد تم سے ناراض ہے۔۔مگر یہ یاد رکھو کہ اب وہی تمہارا نصیب ہے اور جلد ہی تم دونوں دل سے بھی ایک دوسرے کے ہوجاؤ گے۔۔ یہ میری خوش گمانی نہیں یقین ہے۔۔۔'' اماں جان بڑے وثوق سے کہہ رہی تھیں وہ چاہ کر بھی انہیں جھٹلا نہ سکی بس حیرت زدہ سی سوچتی رہی کہ وہ شخص جو اب میری شکل سے بیزار ہوچکا ہے وہ میرا کیسے ہوجائے گا۔۔۔

اس کی واپسی تک بابا جان بھی آگئے تھے اسے دیکھ کر حیران ہوئے، چند ہی دنوں میں ان کی بیٹی اتنی بدلی بدلی سی لگ رہی تھی۔۔فرہاد ہی نمیرہ کو لینے آیا تھا مگر اسے اندازہ تھا کہ وہ صرف اپنے چچا کا لحاظ کر کے آیا ہے۔۔

✦✦✦

اور اس دن کے بعد سے نمیرہ کی زندگی کی ترجیحات اور معنی بدل گئے تھے

وہ فرہاد کے آگے بھیک نہیں مانگتی تھی کہ وہ اسے توجہ دے یا اس پر نظرِ کرم کرے اور وہ ایسا کرتی بھی کیوں، اسے فرہاد کی طرف سے محبت نہیں، عزت چاہیے تھی۔۔اب تو جیسے وہ شہر کا رستہ ہی بھول گئی تھی وہ شہر جس کے راستوں پر کبھی فرزام اس کا منتظر ہوتا تھا مگر یہ بھی سچ تھا کہ وہ فرزام کی محبت اور نفرت کے رنگ دونوں کو نہیں بھلا سکی تھی۔اس کے انداز میں پہلے والا غرور مفقود ہونے لگا تھا۔۔تائی جان کے کہنے پر ایک دو بار وہ باہر گھومنے پھرنے بھی گئے۔مگر فرہاد اسے باہر لا کر کسی ریسٹورنٹ میں بٹھا کر خود نجانے کہاں نکل جاتا۔۔۔ پیچھے وہ لوگوں کی مشکوک نظروں کا سامنا کرتی غم و غصے کی کیفیت میں گھر جاتی۔

✦✦✦

فرہاد اس دن کے بعد سے سگریٹ کا استعمال کثرت سے کرنے لگا تھا جس دن نمیرہ نے اس سے سخت ترین بے رخی کا اظہار کیا تھا۔وہ اب تک خود پر بھی حیران تھا کہ وہ کیونکر اس شادی سے انکار نہ کرسکا۔۔۔اور اگر شادی کر ہی لی تھی تو کیسے اس کی قیامت خیز حسن سے منہ موڑ گیا۔۔ وہ اس بات پر بھی حیران تھا کہ کل جو لڑکی اپنے شوہر کے منہ پر اس سے نفرت کا اظہار کر کے کسی اور کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی خواہش کا اظہار کر کے گئی تھی آج ایسا کیا ہوا تھا کہ بلا چوں چراں وہ اس کے ساتھ رخصتی پر آمادہ ہوگئی تھی۔۔ یہ اور اس طرح کے بہت سے سوالات فرہاد کے دماغ میں چل رہے تھے مگر اس کی انا آڑے آگئی اور وہ سوال کہیں دماغ میں دبک کر بیٹھ گئے۔۔مگر ایسا نہیں تھا کہ نمیرہ کو شادی کی پہلی رات چار باتیں سنا کر اس کی انا کی تسکین ہوگئی تھی۔۔۔ یہ سچ تھا کہ اب وہ اس کے دل سے دور، بہت دور ہوگئی تھی مگر یہ بھی سچ تھا کہ وہ اس کے دل سے اتر نہ سکی۔۔۔پھر وہ کہاں تھی۔۔۔کیا بس حویلی میں ایک بہو کی حیثیت سے رہ رہی تھی، کیا محض وہ نمیرہ عبدالقیوم سے نمیرہ فرہاد بن کر رہ گئی تھی۔۔ بس اتنا ہی۔۔؟؟ کیا وہ نمیرہ جو فرہاد کی نہ صرف بچپن کی منگ بلکہ عزت اور محبت دونوں ہی تھی اس کی فرہاد عبداللہ کی زندگی میں بس اتنی سی اہمیت تھی۔۔۔نہیں۔۔

اب وہ فرہاد کے دماغ میں گھس گئی تھی۔۔۔

وہ دونوں بظاہر ایک چھت تلے زندگی گزار رہے تھے مگر دونوں ہی اپنے اپنے دائروں

pklibrary.com

میں مقید تھے۔۔۔ اب تو حویلی والوں کو بھی شک ہونے لگا تھا کہ ان دونوں میاں بیوی کے درمیان کچھ ٹھیک نہیں ہے۔۔۔ نمیرہ اسی لاتعلقی سے فرہاد لے اکثر بہت ضروری کام کر دیتی تھی۔۔۔ اسے نمیرہ کا لاتعلق رہنا بعض اوقات کھلنے لگتا، حالانکہ وہ مارے شرمندگی کے چپ تھی، وہ اس کی خاموشی کو اس کی بوسیدہ اکڑ اور وہی پرانا غرور سمجھتا تھا۔۔ اس کے کاموں میں سو سو کیڑے نکالتا۔۔۔ اس سے دو دو بار چائے بنواتا اور پھر کسی کام کے بہانے چائے پیے بغیر نکل جاتا۔۔۔

ایک دن اسی طرح فرہاد زمینوں سے آیا بچوں کی طرح بھوک بھوک کرنے لگا۔۔۔ نمیرہ نے جلدی سے پھلکے ڈالے، جانتی تھی کہ اگر وہ نہ اٹھی اور کسی ملازمہ کو کہا تو چیخے گا۔۔ مگر جب تک وہ کھانا گرم کر کے لائی وہ ہنستا مسکراتا موبائل فون کان سے لگائے مردان خانے میں چلا گیا۔

چھوٹی بی بی صاحب کے دوست آئے ہیں کوئی شہر سے۔۔۔ ویسے ایک بات پوچھوں آپ دونوں میں کوئی ناراضگی چل رہی ہے؟"

نصرت حویلی کی عمر رسیدہ اور پرانی ملازمہ تھی اس لئے اکثر بے تکلفی سے بات کر لیا کرتی

"کیوں کیا ہوا؟" وہ کیا بتاتی کہ ان کے درمیان تو ایک رشتہ ہو کر بھی کسی رشتے جیسا تعلق نہیں۔۔ ناراضگی کا بھی نہیں۔۔

"بس مجھے محسوس ہوا ویسے آپس کی بات ہے آپ اتنی چندے ماہتاب ہیں اگر ناراضگی ہو بھی تو آپ کے حسن کو دیکھ کر وہ ناراض رہ نہیں سکتے آپ سے۔۔ زرا سا بناؤ سنگھار کیا اور ہر بات منوالی" وہ برتن اکٹھے کرتے ہوئے اپنے مفید مشوروں سے نواز رہی تھی جبکہ نمیرہ کہ دل میں ٹیسیں اٹھیں اور اسے کل رات کا واقعہ یاد آیا تو شرمندگی کے مارے وہ سر ہی نہ اٹھا سکی۔۔

فرہاد کل رات بہت ترنگ میں تھا، وہ کمرے کا بکھراوا سمیٹ رہی تھی، فرہاد دونوں ہاتھوں کو سر کے پیچھے ٹکائے بیڈ پر نیم دراز تھا اور بڑے پیار سے نمیرہ سے مخاطب ہوا

"تم تیار کیوں نہیں ہوتی میرے لیے۔۔؟"

اسے لگا اس سے سننے میں غلطی ہوئی ہے

"تم نے شادی کہ بعد ایک دن بھی خاص میرے لیے بناؤ سنگھار نہیں کیا چلو آج میرے کہنے پر اٹھو شاباش"

وہ اتنے پیار سے کہہ رہا تھا کہ نمیرہ موم کی طرح پگھلنے لگی۔۔ وہ اس کی ساری تیاری سے بظاہر لاتعلق تھا مگر اندر ہی اس کی ساری حرکات کا جائزہ لے رہا تھا اور جب پون گھنٹے کی تیار کے بعد وہ اس کے سامنے آئی تو فرہاد بے نیازی سے اسے بتانے لگا۔۔۔

"میں زاہد کے ساتھ شہر جا رہا ہوں تم بیٹھ کر ٹی وی دیکھ لو سونا ہو تو سو جانا میرا انتظار مت کرنا۔۔۔ مجھے واپسی تک صبح ہو جائے گی۔۔"

وہ مارے شرم کے سکتے میں ہی آ گئی۔ کانوں سے دھواں نکلنے لگا تھا۔" بی بی جی کیا برا لگ گیا آپ کو میری بات کا"؟

ملازمہ کے کہنے پر نمیرہ چونکی اور اپنے آنسوؤں کو روکتے ہوئے واش روم میں گھس گئی۔۔

اور اس دن کے بعد سے اسے فرہاد کی بے رخی کھلنے لگی تھی مگر اب وہ پہلے کی طرح سر جھکا کر حویلی میں نہیں رہتی تھی۔۔ اسے لگتا تھا فرہاد اپنی تذلیل کا بدلہ اس سے پوری طرح لے چکا ہے۔

✦✦✦

فرہاد کے لیے بہت مشکل ہو گیا تھا نمیرہ کو نظر انداز کرنا۔۔

pklibrary.com

وہ اپنا زیادہ تر وقت زمینوں اور دوست زاہد کے اسٹوڈیو میں گزارتا تھا۔۔ زاہد نے اس سے کچھ پوچھا تو نہیں تھا مگر فرہاد کے الجھے ہوئے انداز سب بتا دیتے تھے کہ دونوں میاں بیوی کے مابین کچھ ٹھیک نہیں ہے۔

نجانے کیوں نہ چاہتے ہوئے بھی فرہاد اسے تکلیف دے رہا تھا اور اسے تکلیف دے کر وہ خود بھی سکون میں نہیں تھا۔ اس رات اسے میرون ساڑھی میں دیکھ کر وہ بمشکل خود کو روک پایا اور بہانے سے حویلی سے ہی چلا گیا اور ساری رات اپنے دوست کے پاس فلیٹ میں گزاری۔

دن، مہینے گزرتے جا رہے تھے۔ تائی جان اب کوئی خوشی کی خبر سننا چاہتی تھیں۔ ادھر فائزہ کے ہاں ایک بیٹے کی ولادت ہو چکی تھی۔۔۔ بچے کا عقیقہ تھا اور سب وہیں جمع تھے۔۔ نومولود کے علاوہ سب کی توجہ اور اشاروں کا مرکز فرہاد اور نمیرہ ہی تھے۔۔

''ہاں بھئی نمیرہ اب تم کب خبر سناؤ گی۔۔۔''

کھانے کے بعد چائے کا دور چلا اور وہ سب کی توجہ کا مرکز بن گئی

ارے بی بی جان ہم کوئی محکمہ موسمیات سے تعلق تو رکھتے نہیں جو اب کو بارش کی پیشگی اطلاع دے دیں۔۔ ہر چیز اپنے وقت پر ہوتی ہے۔۔۔ جلد باز لوگوں کے ہاتھ کچھ نہیں آتا۔۔

کمرے میں خواتین جمع تھیں،

شرم کرو فرہاد اس میں جلد بازی والی کیا بات ہے، سب نے اس فقرے کو فرہاد کا شرارتی سا جواب سمجھا جبکہ نمیرہ خوب سمجھتی تھی اس کی بات کا پسِ منظر۔۔۔ وہ اس کی اس فون کال کو اور محبت میں ناکامی کو جلد بازی کہہ رہا تھا۔۔

یوں لگتا تھا جیسے وہ دونوں ایک دریا کے دو کنارے ہیں جو کبھی نہ مل پائیں گے اور اس سے پہلے کہ وہ دونوں اپنی اپنی زخمی اناؤں کو لیے اپنے دائروں سے باہر آتے ایک ناگوار انجان آہٹ نے دونوں کی شعوری کوششوں اور ارادوں پر بند باندھ دیئے۔۔

✦✦✦

موسم تبدیل ہو رہا تھا، دھندلی شامیں، اداس راتیں اور بے مہر سے دن۔ شہلہ سے بات ہوتی تھی تو وہ اسے تسلیاں دیتی صبر کرنے اور سب ٹھیک ہو جانے کا کہتی۔۔۔ نمیرہ ان سب حالات سے بیزار ہونے لگی تھی اسے فرہاد پر بے حد غصہ آنے لگا تھا کہ اگر اس نے اس کے ساتھ یہی برتاؤ کرنا تھا تو شادی ہی کیوں کی۔۔ کیوں اس کی زندگی برباد کی۔۔۔ اور قبل اس کے اسے ان سوالوں کے جواب مل پاتے۔۔۔ ضوبیہ کی اچانک شادی کے غلغلے نے اس کی زندگی میں ہلچل مچا دی۔۔ کہاں تو وہ دو سال تک شادی کرنے کا کوئی ارادہ نہ رکھتی تھی اور اب تایا تائی شہر میں کہیں اس کا رشتہ بھی دیکھتے پھرتے تھے۔۔۔

آج کل ضوبیہ کی چہرے پر ہمہ وقت مسکراہٹ بھی رہنے لگی تھی۔۔ موبائل اور اس کا ساتھ چوبیس گھنٹوں کا تھا۔۔ اسے تجسس ہوا تو پوچھ ہی بیٹھی

''اب بھابی آپ سے کیا چھپاؤں امی جی کو تو بتا دیا ہے میں نے میری یونی ورسٹی میں پڑھتا ہے لڑکا۔۔ ایک سال سے جانتے ہیں ہم ایک دوسرے کو۔۔۔

آج دوپہر میں اچھی خاصی دھوپ تھی۔۔ کینو کے درخت بھرے ہوئے تھے۔ وہ دونوں اس وقت لان میں تھیں۔

''کیا تمہیں اس پر یقین ہے؟'' نمیرہ یہ سب سن کر زیادہ خوش نہیں ہو سکی

pklibrary.com

''بھابی وہ باقاعدہ طور پر رشتہ بھیج رہا ہے، یقین نہ کرنے کی تو کوئی وجہ رہ نہیں جاتی۔۔۔'' دبلی پتلی سی ضوبیہ اسے ایک دم سے کافی پر اعتماد لگنے لگی۔

''تو تم دونوں کافی عرصے سے ایک دوسرے کو جانتے ہو کافی دوستی بھی رہی ہوگی۔'' اس کے انداز میں محسوس کی جانے والی چبھن تھی

مجھے نہیں پتہ آپ کہنا کیا چاہ رہی ہیں ہم ایک سال سے ساتھ پڑھ رہے ہیں تو جانتے تو ہونگے اور جہاں ہم آہنگی ہو وہاں دوستی تو ہو ہی جاتی ہے اور اگر نیت صاف ہو تو محبت بھی۔۔'' وہ کہہ کر اب موبائل میں مصروف ہوگئی جبکہ نمیرہ کو لگا ضوبیہ نے اس پر چوٹ کی ہے۔ بھلا وہ اس پر چوٹ کیسے کرسکتی تھی۔۔ اسے مزید اپنا یہاں بیٹھنا غیر ضروری لگا۔

✦✦✦

انسان کی تمام عمر خاک اڑاتے گزرے گی یا وہ کھلتے چمن کا باسی بنے گا اس بات کا تعین خود اس کے کئے گئے فیصلے کرتے ہیں۔

اور فرزام اب تک تعین نہیں کر پایا تھا کہ اس نے خاک اڑائی ہے یا پھول خریدے ہیں۔

فرزام اپنے ٹھکرائے جانے کا بدلہ لے کر کسی حد تک سکون محسوس کر رہا تھا مگر زندگی میں کہیں ایک تشنگی سی بھی تھی۔ جسے پورا کرنے کے لیے اس نے بیرونِ ملک کا رخ کیا جہاں کی آزاد ہوائیں اور آوارہ ماحول اسے کسی حد تک نمیرہ کی یاد بھلانے میں معاون ثابت ہوئے مگر وہ یکسر اس کو بھلا نہیں پایا تھا۔

جرمنی کی سرد راتیں اسے جان لیوا محسوس ہوتی تھیں۔۔ کراچی جیسے گرم مرطوب علاقے سے تعلق رکھنے والے شخص کے لیے یہ موسم زیادہ خوشگوار نہیں تھا۔۔ گو کہ اس وقت وہ جس جگہ بیٹھا تھا اس کی جیب اس عیاشی کے بوجھ کو زیادہ دیر تک برداشت نہیں کرسکتی تھی۔ مگر غمِ یار بھلانے کے لیے نفع و نقصان کی پرواہ کئے بغیر وہ یہاں چلا آیا۔۔۔ کہنے کو وہ کافی شاپ تھی مگر وہاں کی سروس، موسیقی کا انتظام، الکوحل کی تمام اقسام کی دستیابی، وقت گزاری کے لیے خوبصورت لڑکیوں کی پیش کش کے باعث اسے ایک بار کلب کہنا زیادہ بہتر تھا۔

وہ درحقیقت ایک چوٹ کھایا ہوا شیر بن چکا تھا پردیس کی آزاد فضاؤں میں جی بہلانے کو ایک سے بڑھ کر ایک شے موجود تھی مگر وہ لاشعوری طور پر ہر چہرے میں اس کا چہرہ تلاشنے لگا تھا۔۔ کچھ پچھتاوے تھے جو سر اٹھانے لگے تھے۔۔ کہیں وہ جلد بازی تو نہیں کر آیا۔ کافی شاپ میں بیٹھا وہ کافی کے ٹھنڈے ہونے کا انتظار کر رہا تھا مگر اس کے اپنے اندر آگ بڑھتی جا رہی تھی۔۔۔ لینا نامی بھورے بالوں اور سبز آنکھوں والی لڑکی نجانے کب سے اسے دیکھ رہی تو جو بظاہر تو یہاں موجود تھا مگر اس کا دل اور دماغ کسی اور نگر پہنچا ہوا تھا۔۔۔ وہ شخص کیا واقعی اس بات سے بے خبر تھا کہ وہ کس قدر پرکشش ہے۔۔ جسے اپنی خوبصورتی کو کیش کروانا بھی نہیں آتا۔۔ اسی سوال کا جواب لینے وہ اس کی میز پر پہنچ گئی جہاں صرف وہ اور کب سے سرد پڑ چکی اسکی کافی پڑی تھی۔۔ وہ لڑکی وہاں بطور ویٹرس ملازم تھی مگر ضرورت پڑنے پر وہ اضافی پیسے بھی کما لیتی تھی۔۔۔

''کیا تمہیں کسی نے بتایا نہیں کہ تمہاری ان کالی آنکھوں میں کتنا گہرا بھنور ہے؟'' وہ پتہ پھینکنے لگی۔

''تم نے بتا دیا، تمہارا شکریہ'' سارا لحاظ بالائے طاق رکھ کر اس نے سرد سا جواب دیا

''تمہاری آنکھوں میں ڈوبنا کتنا پرلطف تجربہ ہوگا۔۔۔کیوں خود کو تنہائی آگ میں جلا کر راکھ بنا رہے ہو مقابل نے ہار نہیں مانی تھی۔

''تمہیں اس سے مطلب''

''مجھے مطلب ہے مجھے تمہاری آنکھوں کی چمک کھو جانے کی فکر ہے چلو آؤ میں تمہیں روشنیوں کی سیر کراؤں'' اور مدہوش سا فرزام پھر جیسے اس دل ربا کی باتوں میں آ گیا۔۔۔اس نے آہستہ آہستہ سارے پتے پکڑ لیے تھے۔

مگر ہمیشہ کی طرح اس کی خوشی دو پل کی ہی ثابت ہوئی وہ دس ماہ سے مختلف چہروں میں سچی خوشی تلاش کرتا آیا تھا مگر ہر پل اسے ناپائیدار ہی محسوس ہوتا تھا۔۔۔وہ ملک واپسی کے لیے پر تول رہا تھا مگر اس طرح بغیر کسی وجہ کے اگر وہ جاتا تو سو طرح کے سوال ہوتے کیوں کہ وہ اعلی تعلیم کی غرض سے یہاں آیا تھا مگر اب دھیان نہیں دے پا رہا تھا فائنلز سر پر تھے مگر اسے جیسے کسی حال میں سکون نہیں تھا۔

✦✦✦

جب سے اس نے یہ سنا تھا کہ ضوبیہ کا رشتہ اس کی مرضی اور پسند سے کیا گیا ہے تب سے ہی اسے فرہاد سمیت حویلی کے باقی لوگوں سے بھی شدید نفرت ہو رہی تھی۔۔

میرا نکاح کرتے وقت کسی نے میری پسند تو کیا میری مرضی پوچھنے کی زحمت بھی نہیں کی اور اپنی بیٹی کی باری آئی تو گاؤں سے باہر انجان لوگوں میں رشتہ کر دیا کیونکہ بچوں کی پسند شامل ہے۔۔'' اماں جان مجھے خود ہی بتائیں یہ کیسا انصاف ہے۔۔۔اب حویلی کی روایات اور پاسداریاں کہاں سو گئی ہیں۔۔'' وہ اگلے ہی دن چھوٹی حویلی پہنچ گئی اور اب فرحت بیگم کے سامنے اپنے حقوق کی جواب طلبی کر رہی تھی یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ اس کے سوالوں کا جواب دینے سے قاصر ہے۔۔

''بیٹا میں جانتی ہوں کے تمہارے معاملے میں ہم نے جلد بازی کی۔۔لیکن تب وقت اور تھا بچوں اور بچوں کے والدین سے زیادہ بزرگوں کی پسند کو ترجیح دی جاتی تھی۔۔۔اب اس بحث کا کوئی فائدہ نہیں میری جان۔۔۔بس یہ باتیں چھوڑو، اور اللہ سے رجوع کر کے اپنی زندگی کہ ہر پل کو خوش گوار بناؤ۔''

نمیرہ جانتی تھی کہ اب اسے کوئی تسلی سکون نہیں دے سکتی۔ایسے میں فرزام کی محبت، اس کی شادی کے لیے بے چینیاں اور آخری ملاقات میں اس کا یوں لاتعلقی اور بے رخی اختیار کرنا سب یاد آتے، بہت یاد آتے، اتنا کہ اب وہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر بالکونی میں روتی پھرتی تھی۔۔۔اس کے اندر سرکشی پھر سے سر اٹھانے لگی تھی۔۔۔وہ پھر سے نافرمان ہونا چاہتی مگر کس بل پر۔۔فی الحال وہ یہ خود نہیں جانتی تھی۔

✦✦✦

اسے ایک ضد سی لگ چکی تھی نمیرہ کو ایک بار پھر دیکھنے کی، وہ اس کی آنکھوں میں اپنے لیے پہلے ایسی تڑپ دیکھنے کا خواہشمند تھا۔حالانکہ وہ جرمنی اس غرض سے بھی آیا تھا کہ یہاں اپنے قیام کے دوران وہ کسی لڑکی کو پسند کر کے اسے شادی کر لے گا مگر تین ماہ سے زیادہ اس کا کہیں دل نہیں لگتا۔

وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اپنے آپ کو یہ سوچنے پر مجبور پاتا تھا کہ کہیں اس نے فیصلہ کرنے میں جلد بازی تو نہیں کی۔۔اور یہ بھی کہ نمیرہ نے اسے منت سماجت کر کے روکا کیوں نہیں۔۔۔ایسے بہت سے سوال اس کے ذہن کی کھڑکی سے ٹکراتے اور انہی کے جواب

pklibrary.com

حاصل کرنے وہ پاکستان آنا چاہتا تھا۔۔۔اور پھر جلد ہی اس کی مراد بر آئی۔اپنے خالہ زاد کی شادی میں شرکت کے لیے اسے پاکستان آنے کا بہانہ مل گیا۔۔ ایسا نہیں تھا کہ اس کے بغیر یہ شادی ہو نہیں سکتی تھی مگر فرزام اور اس کے باقی بہن بھائیوں کا اپنی خالہ اور کزنوں کے ساتھ رشتہ اور دوستی ایسی تھی کہ اس کے بغیر یہ شادی ادھوری ہی تھی گو کہ ابھی شادی میں تین ماہ تھے۔

ریحاب نے ایک ماہ پہلے اسے بتایا کہ اسے یونورسٹی میں ایک لڑکی پسند ہے اور وہ جلد ہی گھر والوں سے بات کرے گا۔اس دن ریحاب کی کال آئی تھی اس نے اسے اپنی ہونے والی بیوی کی تصویر دکھائی تھی جسے دیکھ کر اور جس کے بارے میں سن کر وہ چونکا تھا۔اسے یقین نہیں آیا تھا۔۔وہ اور بھی بہت کچھ کہہ رہا تھا مگر فرزام کی ساری توجہ صرف اس تصویر پر تھی۔

✦✦✦

حویلی میں ایک بار پھر جشن کا سماں تھا خواتین کے بناؤ سنگھار اور مردوں کے انتظامات دیکھنے والے تھے۔۔۔۔۔۔نمیرہ بھی ضوبیہ کے ساتھ بے دلی سے شادی کی تیاریوں میں لگی رہی۔بارات آچکی تھی ڈھول کی تھاپ پر لڑکے والوں نے پورا پنڈال سر پر اٹھا رکھا تھا جبکہ رستہ رکائی کی رسم کے لئے کھڑی لڑکیاں انتظار کر کر کے اب کوفت سے دولہا کے منچلے دوستوں کو کوسنے لگیں۔

نمیرہ، ہال کمرے میں فرہاد تمہیں بلا رہا ہے۔ وہ بھی رسم کے لیے قطار میں کھڑی تھی جب فائزہ نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

چلو جی ان جناب کو اب کیا یاد آ گیا؟نمیرہ کا دل برا ہوا مگر وہ کچھ کہے بغیر فارم ہاؤس کے اندرونی حصے کی طرف چلی گئی

ایک کونے سے لے کر دوسرے تک فرہاد کو تلاش کیا مگر وہ نہیں ملا تھک ہار کر جب وہ ہال کے داخلی دروازے تک گئی بارات اندر آ چکی تھی اور فرہاد تایا جان کے ساتھ کھڑا باراتیوں سے بغل گیر ہونے میں مصروف تھا۔۔

تم کوئی موقع تو چھوڑ دیا کرو فرہاد مجھے ستانے کا نمیرہ غصے سے بڑبڑائی۔۔

اسٹیج پر مختلف طرح کی رسمیں جاری تھیں،ان دونوں کو بھی طوعاً کرہاً ان رسموں کا حصہ بننا پڑا۔

نکاح کی رسم بھی چونکہ ہو چکی تھی سو اسٹیج پر دولہا کے دوست کزن بے تکلفی سے ہنسی ٹھٹھا لگا رہے تھے۔۔ شرماتی لجاتی ضوبیہ بھی شامل ہو رہی تھی

ہونہہ ڈرامے بازی"نمیرہ نے ناگواری سے تبصرہ کیا

نمیرہ اب تھک چکی تھی سو اسٹیج سے نیچے اتر کر ایک طرف کرسی پر پشت ٹکا کر بیٹھ گئی۔۔مگر اسے جلد ہی چونکنا پڑا۔۔ اس کا دل یکدم بری طرح سے دھڑکا اور خون جیسے چہرے پر دوڑ گیا ۔۔ پہلے پہل تو اسے نظروں کا دھوکا لگا مگر اس نے یقین کرنے کی غرض سے آنکھیں پھیلا پھیلا کر دیکھا اور جب اس کی نظریں مقابل سے اچانک سے ملیں تو اسے یقین کرنا پڑا کہ وہ کوئی اور نہیں فرزام احمد ہے۔جو نجانے کب سے اس کی یہاں نہ صرف موجودگی سے واقف تھا بلکہ اپنے ذہن میں آئندہ کے لیے لائحہ عمل بھی تیار کر رہا تھا۔اور نمیرہ اس کے بعد وہاں سے جو غائب ہوئی تو ولیمہ کے فنکشن پر ہی اسے نظر آ سکی۔۔۔

✦✦✦

فرہاد نے مشاہدہ کیا تھا کہ شادی کے دنوں سے لے کر اب تک نمیرہ کافی الجھن کا شکار ہے پہلے تو پھر بھی وہ اس کے کام کر دیا کرتی تھی مگر

pklibrary.com

اب اسے کوئی ہوش نہیں تھا۔۔ عجیب تاثرات اس کے چہرے کا احاطہ کیے رہتے۔ پہلے بھی کہنے کو اسے نمیرہ کے معمولات سے کوئی غرض نہ تھی مگر ایک ہی چھت تلے چوبیس گھنٹے کا ساتھ ہوتے ہوئے وہ چاہ کر بھی ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں رہ سکتے تھے۔۔

اور نمیرہ زندگی کے اس مقام پر آچکی تھی کہ وہ فرزام کی واپسی پر خوشی کی بجائے صرف ماتم ہی منا سکتی تھی۔۔ شادی کی تصویریں آئیں اور اسے معلوم ہوا کہ فرزام ضوبیہ کے شوہر کا بہت اچھا دوست اور کزن ہے۔۔" دوست ہوتا تو بات ٹھیک تھی مگر رشتہ داری کی وجہ سے تو ضوبیہ کا بھی آنا جانا ہوگا"

ٹھٹھرتی راتوں اور خشک دوپہروں میں اب نمیرہ کی بے چینی حد سے سوا ہوئی جاتی تھی۔۔ فرزام کی نظروں میں کچھ ایسا تھا جو اسے بتا گیا تھا کہ وہ محض اتفاقاً یہاں نہیں آگیا۔۔

پھر جب وہ فرہاد کی بے رخی اور نفرت آلود رویے کو دیکھتی تو آئینے کے سامنے کھڑی ہوکر اس سوال کا جواب تلاشتی کہ اس کی غلطی بڑی تھی یا سزا۔

مگر جو بھی تھا ضوبیہ کے روایتوں کے خلاف جا کر پسند کی شادی کرنے کے فیصلے نے اسے فرہاد سے مزید متنفر تو کیا ہی تھا ساتھ ہی اس کے ماضی میں کی گئی غلطیوں پر پچھتاوے بھی کم ہوئے تھے۔۔ اور اس کی یہی ہٹ دھرمی اسے ایک بار پھر فرہاد سے دور، بہت دور فرزام کی طرف کھینچ لائی تھی۔۔

پھر ہوا وہی جس کا اسے ڈر تھا۔۔ فرزام نے نجانے کیسے اس کا نمبر حاصل کرلیا اور اب وہ اس سے مل کر اپنی غلطی کی معافی مانگنا چاہ رہا تھا۔۔ نمیرہ نے اسے صاف صاف منع کر دیا تھا کہ وہ اسے کسی بھی قسم کا کوئی رابطہ نہیں رکھنا چاہتی۔۔

حالانکہ ایسا کرتے ہوئے اس کا اپنا دل مچلا تھا تھا کہ وہ پھر سے فرزام کی کالی آنکھوں میں اپنے لیے ہچکولے کھاتی جدائی کی تڑپ دیکھے۔

مگر ابھی وہ اس قدر بکھری ہوئی تھی کہ وہ فرزام کا سامنا نہیں کرسکتی تھی۔

مگر فرزام اتنی جلدی پیچھے نہیں ہٹ سکتا تھا۔

اور پھر یہ دو دن بعد کی ہی بات تھی جب ضوبیہ نے غیر متوقع طور پر اپنے آنے کی اطلاع دی تھی۔۔ وہ اپنے شوہر، اور اس کے کزنز کے ہمراہ تھی۔

بقول ضوبیہ کے فرزام اور اس کی بہن کو گاؤں دیکھنے کا بہت شوق تھا لہذا انہیں سیر کرانے کی غرض سے لے کر آئے تھے۔

"بھابی فرزام آپ کے کلاس فیلو رہ چکے ہیں آپ نے بتایا ہی نہیں۔" نہ چاہتے ہوئے بھی وہ ان مانے جی سے کھانے کی میز پر بیٹھی تھی جب ضوبیہ نے سب کے سامنے بھانڈا پھوڑا

فرہاد چونکا تھا اور نمیرہ کے چہرے کی اڑتی رنگت اس سے مخفی نہ رہ سکی

"مجھے یہ بات قابل ذکر نہیں لگی" نمیرہ نے ٹھنڈے لہجے میں بظاہر مسکراتے ہوئے کہا۔

آج بہت عرصے بعد فرہاد اور فرزام کو وہ پرانی والی نمیرہ عبدالقیوم لگی تھی۔

اس نے بات ختم کردی تھی اور ضوبیہ سمیت کوئی بھی کتنے ہی لمحے اگلی بات شروع نہ کرسکا، سوائے تائی جان کے اس تکلف بھرے جملے کہ

"ردا بیٹا یہ کباب اور لو نا"

✦✦✦

رات گہری ہو رہی تھی ستارے اپنی چمک کھو چکے تھے اور چاند پر لگے دھبے بدنما لگنے لگے تھے یا کم از کم بالکونی میں ٹھنڈ کی پرواہ کیے بغیر ٹہلتی روتی، الجھی ہوئی نمیرہ کو وہ روشن چاند

pklibrary.com

اس وقت بدنما ہی لگ رہا تھا۔ اب اسے نہ چاہتے ہوئے بھی فرزام کی یاد ستاتی تھی اور فرہاد کی نفرت کوڑوں کی مانند لگتی تھی۔ دھند کی ایک دبیز تہہ فرہاد اور نمیرہ کے درمیان بھی حائل ہو چکی تھی۔

فرہاد کی زبان پر بہت سے سوال مچل رہے تھے، اسے اندازہ نہیں تھا کہ فرہاد کی یہ انا جس سے سب سے زیادہ خود فرہاد ہی زخمی ہو رہا ہے نمیرہ کو اس سے مزید دور کر رہی ہے۔ گو کہ وہ پہلے بھی ساتھ رہ کر بھی ایک دوسرے کے دلوں تک رسائی نہ حاصل نہ کر سکے تھے مگر ایک لاشعوری فکر کا عنصر تھا جو پہلے پہل نمیرہ کے ذہن سے چپکا ہی رہتا تھا اب وہ بھی کہیں extinct ہو گیا تھا۔

دوسری جانب فرزام تہیہ کر چکا تھا کہ اسے اپنے ارادے کی تکمیل تک زور آزمائی کرنی ہے سو آج پھر حرم سے فارغ ہو کر اپنی برداشت کو آزمانے چلا تھا وہ ایک بار پھر نمیرہ کو فون لگا رہا تھا

"نمیرہ پلیز ایک بار مجھ سے مل لو میں تمہیں دوبارہ تنگ نہیں کرونگا، مجھے ایک بار اعتراف کرنے دو کہ تمہیں چھوڑ کر میں نے گھاٹے کا سودا کیا بلکہ یہ کہوں کے خود اپنی جان پر ظلم کیا تو غلط نہ ہوگا۔۔۔

"فرزام تمہیں احساس ہو گیا اپنی غلطی کا یہ تمہارا احسان ہے۔ مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا میرا پیچھا چھوڑ دو۔" نمیرہ نے اسے منع تو کر دیا تھا مگر سچ تو یہ تھا کہ نمیرہ کو پھر سے فخر کی وجہ مل گئی۔۔۔

فرہاد کون ہوتا ہے میرے لیے سزا یا جزا کا فیصلہ کرنے والا اس نے کون سے شوہروں والے سارے حقوق ادا کیے ہیں اگر اتنی نفرت ہے تو مجھے چھوڑ کیوں نہیں دیتا۔۔ مجھے اپنی نظروں میں بار بار گرانے کے لیے اس نے مجھے اپنے ساتھ رکھا ہوا ہے۔۔۔ فرزام میرا کلاس فیلو بھی تو رہ چکا ہے اگر ایک بار مل لونگی تو کون سی قیامت آجائے گی" اس نے اپنے لیے خود ہی دفاعی تاویلیں بھی گھڑ لیں۔ حویلی کے سناٹے، فرہاد کی وقت بے وقت کی مصروفیت اور عدم توجہگی، ضوبیہ کی پسند کی شادی کے فیصلے پر سب کی حمایت نے نمیرہ کو اس نہج پر سوچنے پہ مجبور کر دیا۔۔ اس پہ مستزاد فرزام کی مستقل مزاجی تھی جو اسے کمزور کر رہی تھی، وہ فرزام سے ملاقات کے لیے خود کو حق بجانب سمجھنے لگی تھی اور یہ ایسا غلط بھی نہیں تھا اگر ان دونوں کی بچھڑنے کے بعد یہ پہلی ملاقات آخری بھی ثابت ہوتی۔

✦✦✦

"تم مجھ سے یہ نہیں پوچھو گی کے میں تمہیں چھوڑ کر کیوں گیا تھا" وہ یوں اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا جیسے برسوں صحرا کا سفر کرنے کے بعد نخلستان آ گیا ہو۔

"ہاں میں ضرور پوچھتی تم سے ایک سال پہلے اگر تم نے مجھے موقع دیا ہوتا۔ اب تو بہت دیر ہو چکی ہے فرزام"

جامنی اور سنہرے رنگ کے امتزاج کا لباس زیب تن کیے، گھنے بالوں کو کھلا چھوڑے وہ بظاہر اجنبیت برت کر اس کی تڑپ کو مزید آزما رہی تھی مگر اندر ہی اندر وہ قسمت کی کرنی پر حیران پریشان ہو رہی تھی

"اب بھی اتنی دیر نہیں ہوئی ہم چاہیں تو ابھی اپنی اس غلطی کو سدھار سکتے ہیں" وہ یہ کہنا چاہتا تھا مگر کہا تو کچھ اس طرح "نمیرہ مجھے تو بس اس بات پر یقین ہے ہمارا دوبارہ ملنا محض اتفاق نہیں۔ ہمیں شاید موقع ملا ہے قدرت کی طرف سے کہ ہم ایک دوسرے کی غلط فہمیاں دور کر دیں دلوں میں جو محبت ہے اس کا پھر سے اظہار کر دیں۔

pklibrary.com

نمیرہ نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔

''میں جانتا ہوں اب اس کا کوئی فائدہ نہیں اور تمہاری زندگی میں تو محبت کی کشکول یوں بھی بھر گئی ہے فرہاد جیسے مکمل انسان کو پا کر، مگر مجھے دیکھو تمہاری تلاش میں میرا کاسہ دل ابھی تک خالی ہے۔'' فرزام انجانے میں اس کے زخموں پر نمک چھڑک رہا تھا

''فرزام پلیز بار بار یہ باتیں مت۔۔۔'' وہ بیزار ہوئی

''معاف کرنا تمہیں اپنے سامنے دیکھ کر جذبات پر قابو نہیں رکھ پارہا۔ اپنی غلطیاں یاد آنے لگتی ہے۔۔ چلو تم چھوڑو سب باتیں کچھ کھانے کا آرڈر کرتے ہیں۔''

✦✦✦

نمیرہ کا ارادہ تو تھا اب یہ قصہ ہمیشہ ہمیشہ کے لے ختم کرنے کا مگر لاشعوری طور وہ فرزام کے بارے میں سوچنے لگی تھی۔۔ اس کا دکھ، اس کی بے چینی اور سب سے بڑھ کر اس کا پچھتاوا اور شرمندگی اسے پھر سے سوچنے پر مجبور کرنے لگے۔ وہ فرہاد اور فرزام کا موازنہ کرنے لگی تھی۔

اور پھر عرصے بعد اسے شہلہ کی یاد آئی۔

''تمہیں کیا ہو گیا ہے نمیرہ اتنی ناشکری مت بنو۔۔۔ تمہارے ارد گرد کیا ہو رہا ہے ذرا غور کرو۔۔ فرزام کی واپسی کا مقصد تمہیں تنگ کرنے کے سوا کچھ نہیں۔۔'' اس نے ایک بار پھر سراب کی اندھیری گلیوں میں بھٹکتی اپنی دوست کو روشنی دکھانی چاہی۔

''مگر شہلہ وہ بے حد شرمندہ ہے اپنی جلد بازی پر، اپنی غلط فہمی کو سدھارنا چاہتا ہے۔۔۔ اس کی آنکھوں میں تڑپ دیکھی ہے میں نے۔۔'' نمیرہ کے اندر سرایت کرتی بے بسی شہلہ فون کے دوسری طرف سے بھی محسوس کر سکتی تھی۔

''جو شخص ایک بار آپ کو آسمان کی بلندیاں دکھا کر زمین پر پٹخ دے وہ تو خود بھی دوبارہ آسمان کی وسعت نہیں دیکھ سکتا وہ دوبارہ کسی اور کے سنگ کیونکر محبت اور خوابوں کی اونچی اڑان بھر سکے گا۔۔ نمیرہ تمہاری وجہ سے کسی نے اپنی زندگی کے اہم ترین لمحات کو نفرت کا زہر دے کر بے رنگ کر دیا ہوگا۔۔ کیا تمہیں کبھی احساس ہوا اس بات کا۔۔؟'' نمیرہ کو بے اختیار اپنی شادی کی پہلی رات یاد آ گئی۔

✦✦✦

فرزام کو احساس تھا کہ بار بار کی ملاقاتیں نمیرہ کے لیے مسئلہ کھڑا کر سکتی ہیں۔۔ مگر وہ خود کو دل کے ہاتھوں بے بس پاتا تھا۔۔۔ وہ چاہتا تھا نمیرہ اسے اپنے حال کے بارے میں بتائے، وہ چاہتا تھا کہ نمیرہ برملا کہہ دے فرزام میں تمہیں اب بھی یاد کرتی ہوں۔۔۔ یہ بے بسی اسے نمیرہ سے دوبارہ ملنے پر اکساتی تھی۔

اس دن وہ بڑے اہتمام سے تیار ہوئی تھی۔ فرزام اسے آج ان غلط فہمیوں کے بارے میں بتانے والا تھا جن کے باعث بدگمانی اور نفرت کی دیوار ان کے درمیان حائل ہو گئی تھی۔ ملاقات کی جگہ وہی شہر کے اندر ایک خوبصورت ریستوران منتخب ہوئی تھی۔

فرہاد آج دفتر نہیں گیا تھا، اور صبح سے سٹڈی میں گھسا زمینی کاغذات دیکھنے میں غرق تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی وہ نہانے کی غرض سے واش روم گیا تھا۔۔ نمیرہ ملاقات کی خوشی میں مست، اس کی موجودگی سے بے خبر سنگھار میں مصروف تھی۔۔ دروازہ کھلنے کی آواز آئی تو وہ ٹھٹکی، آئینے میں فرہاد کا عکس نظر آیا جو ماتھے پہ بکھرے بالوں کو ہاتھوں سے خشک کرنے کے سے انداز میں سلجھا رہا تھا۔۔ کوئی اور وقت ہوتا تو

نمیرہ اپنے دل کی اس لے پر غور کرتی۔۔اور دل کی تیز ہوتی دھڑکن بھی محسوس کر لیتی مگر نمیرہ کے پاس تو فی الحال وقت نہیں تھا اپنی سمت کا تعین کرنے کا۔اسے کوئی فکر یا خوف نہیں تھا فرہاد بھی جیسے آج اس کو جانچنے کے موڈ میں تھا وہ اس کی ہٹ دھرمی اور اس کے انداز واطوار پرکھنا چاہ رہا تھا،سوسرد سے انداز میں پوچھا

''کہاں کے لیے اتنا اہتمام ہو رہا ہے۔''

طنز میں بھیگا سوال تھا قد آدم آئینے کے سامنے مسکارہ لگاتی نمیرہ کے ہاتھ سے برش چھوٹا اور مسکارہ خراب ہوا مگر اس کے باوجود وہ غضب ڈھا رہی تھی۔۔فرہاد کو تکلیف ہوئی تھی شاید حسد بھری تکلیف۔۔

اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے نمیرہ نے تھوک نگلا

''اماں جان کی طرف، کچھ خریداری کرنی ہے۔''

اکیلی جا رہی ہو؟''نمیرہ کو اس کے سوال اور لہجے دونوں پر اچنبھا ہوا''

نہ۔۔نہیں رکھی کو ساتھ لے جاؤں گی''کہہ کر وہ پھر سے سنگھار میز کی جانب پلٹ گئی۔

اسے فرہاد کی خاموشی محض اس کی بے خبری اور لاتعلقی لگ رہی تھی اسے فرہاد کا صبر نظر نہیں آ رہا تھا۔۔

✦✦✦

فرہاد کو نمیرہ کے جانے کے کچھ دیر بعد ہی ضروری کال آئی اور دفتر جانا پڑا۔۔۔ڈیڑھ گھنٹہ خاص کلائنٹس کے ساتھ سر کھپائی کرنے بعد وہ گھر پہنچا۔نمرہ کو گئے چار گھنٹے ہو گئے تھے۔ اماں جان پریشان تھیں۔فرہاد نے ان کی خاطر نمیرہ کی والدہ کو کال کی۔

''سلام چچی جان نمیرہ کا نمبر نہیں مل رہا اسے کہیے گا جلدی گھر پہنچ جائے۔''فرہاد نے چھوٹتے ہی پوچھا تھا

''کیا کہہ رہے ہو بیٹا نمیرہ یہاں کب آئی؟''

''کیا مطلب وہ مجھ سے تو کہہ کر گئی تھی کہ اچھا چلیں میں خود بات کر لیتا ہوں۔۔آپ خیال رکھیے گا اپنا۔۔۔فرہاد سمجھ گیا تھا اس لیے فوراً سے بات سنبھال لی۔

''بیٹا سب خیر۔۔۔''

دوسری طرف فون بند کر دیا گیا تھا مگر جس قدر شرمندگی کا سامنا ان دونوں کو کرنا پڑا تھا اپنی اپنی جگہ، یہ وہ دونوں ہی جانتے تھے۔۔

تائی جان کی طبیعت خراب ہو گئی تھی اب ضوبیہ بھی نہیں ہوتی تھی لہذا نا چاہتے ہوئے بھی فرہاد کو نمیرہ کو فون کرنا پڑا مگر چونک تو وہ تب ہی گیا تھا جب دو بار فون کرنے پر بھی کال نہ رسیو کی گئی اور تیسری بار فون ہی بند کر دیا گیا۔۔

اور یہی وہ مقام تھا جہاں سے فرہاد کے دل میں شک کا دائرہ بڑھا تو اماں جان کے جی میں بھی وسوسے کھلبلی مچانے لگے۔۔

شام گئے نمیرہ گھر پہنچی تو فرہاد نے لاتعلقی ظاہر کی تھی مگر بی بی جان کے فون پر سپاٹ لہجے میں بلاوے پر نہ چاہتے ہوئے بھی وہ ڈر گئی۔

✦✦✦

''بیٹا تم کہاں تھی آج؟''

''کیا مطلب کہاں تھی دوست سے ملنے گئی تھی۔''

''تو فرہاد سے جھوٹ کیوں بولا؟''

''کیسا جھوٹ۔۔''

''نمیرہ میرے سامنے اداکاری مت کرو۔''

بی بی جان۔۔میں اس کو سب کچھ بتانے یا اجازت لینے کی پابند نہیں ہوں۔۔''

''تم ہو۔۔کیوں کہ تم اس کے نکاح میں ہو۔''

pklibrary.com

نکاح میں ہوں مگر بیوی والی حیثیت نہیں ہے میری وہاں اور آپ یہ بات اچھی طرح جانتی ہیں۔"

تم نے بیوی بن کہ رہنا ہے اس کی یا ایسی کنیز جس سے صرف ضرورت پوری کی جا سکے اس کا تعین تم خود کرو گی"

بی بی جان آپ نے صرف اس بحث کے لیے مجھے یہاں بلایا ہے۔۔" اسے ان کے تلخ حقائق سے بیزاری ہو رہی تھی۔۔یا شاید وہ نظریں چرا رہی تھی۔

"اب تمہیں مجھ سے بات کرنا بھی بحث لگتا ہے۔"

"اچھا ساری غلطیاں میری ہیں اور اس گھمنڈی انسان سے کوئی نہیں پوچھتا کہ اگر گھر نہیں بسانا آتا تو شادی کیوں کی تھی۔ محض ذلیل کرنے کے لیے۔۔۔"

"تم نے اس کا دل توڑنے کی معافی مانگی اس سے کبھی۔۔ وہ غیر تو نہیں تمہارا شوہر ہے۔" بی بی جان کو جیسے اس کے پل پل کی خبر تھی۔

"ضروری تو نہیں بی بی جان کہ ہر بار معافی لفظوں سے مانگی جائے بعض اوقات اعمال بھی لفظی معافی کو پیچھے چھوڑ دیتے ہیں لیکن اگر کوئی اپنی جھوٹی انا کا سہارا ہی نہ چھوڑنا چاہے تو کیا کیا جا سکتا ہے۔۔"

"بہر حال تم آج کل جو کرتی پھر رہی ہو یہ سب باتیں اس کا" دفاع نہیں کر سکتی۔"

"میں دفاع کرنا بھی نہیں چاہتی۔۔وہ صرف مجھ سے معافی مانگنا چاہتا تھا اور بس۔ نمیرہ نے کہتے ہوئے فرزام کے متعلق سب کچھ بتا دیا۔

نمیرہ!! بی بی جان اس کے اچانک اعتراف پر ششدر ہی رہ گئیں۔

"بی بی جان مجھے اس سے کوئی رابطے نہیں رکھنا وہ بس اپنی غلط فہمی کا اظہار کرنا چاہتا تھا اور میں اس سے کبھی نہ ملتی اگر آپ کا چہیتا داماد انسانوں والا سلوک کر لیتا میرے ساتھ۔"

"نمیرہ آج بہت عرصے بعد میں تم میں پرانی والی نمیرہ دیکھ رہی ہوں۔۔ وہی بدلحاظی وہی غرور وہی انجام سے بے نیاز من مانی۔۔۔

"تمہیں اللہ کا واسطہ ہے نمیرہ بیٹی اب دوبارہ اس کی محبت کے جھانسے میں نہ آنا۔ ضروری نہیں کہ ہر بار پانی کی غرض سے کنویں کے پاس مالک پہنچ جائے۔۔۔اور کنویں میں گرے ہوئے انسان کو بچا لے۔

اگر تم نے کنویں میں گرنے کا فیصلہ کیا ہے تو یہ سوچ لو نمیرہ کہ تم سمیت پوری چھوٹی حویلی زمیں بوس ہو گی اور اب کی بار دور دور تک کوئی سہارا دینے والا نہ ہو گا۔۔

تمہارے دا جی اب تک ہر بات سے بے خبر ہیں۔ اسے اپنی خوش قسمتی کہہ لو کہ ان کی ناساز طبیعت اور زمینی معاملات نے انہیں حویلی کے معاملوں سے کافی دور کر دیا ہے۔۔۔"

"بی بی جان آپ کو مجھ پر یقین نہیں ہے جب میں آپ سے کہہ رہی ہوں کہ ایسا کچھ نہیں تو۔"

"بیٹا مجھے تم پر شک نہیں مگر یہ جو منہ زور محبت نامی بلا ہے تم دونوں کے درمیان ہے یہ مجھے ہولائے دیتا ہے۔۔"

"اماں جان ۔۔۔ پلیز مجھے میری نظروں میں تو مت گرائیں۔۔" کب سے کھڑی نمیرہ ان کے پاس پلنگ پر بیٹھ گئی۔۔ کچھ دیر تک خاموشی بھی دونوں کے درمیان سانس لیتی رہی۔ اماں جان اس سے کہنا تو بہت کچھ چاہتی تھیں مگر نمیرہ کی ابھی حالت نے انہیں فی الحال خاموشی اختیار کرنے پر مجبور کر دیا اور نمیرہ سر جھکائے خیالوں، سوالوں اور جوابوں کے جنگ میں کھوئی رہی۔

pklibrary.com

"اب تم جاؤ نمیرہ فرہاد تمہارا انتظار کر رہا ہوگا اور بھابی کی طبیعت بھی اچھی نہیں۔ اللہ کے حوالے۔"

وہ بہت برے جی کے ساتھ بڑی حویلی لوٹی تھی ایک طرف بی بی جان کی تنبیہہ تھی تو دوسری جانب فرزام کی وضاحت کہ کس طرح وہ ایک غلط فہمی کا شکار ہو کر بھی نہ لوٹنے کی نیت سے اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا۔۔۔

اور نمیرہ چاہ کر بھی سچ نہ چھپا سکی کہ وہ اس دن فرہاد کے بارے میں بات کر رہی تھی۔۔۔ اس کے دل میں کتنے خوف اور وسوسے تھے اپنے مستقبل کے حوالے سے۔۔۔ کہ فرزام اس کا راز جان کر اب کوئی جذباتی قدم نہ اٹھالے۔۔ وہ یہ بھی سمجھنے سے قاصر تھی کہ فرزام دوبارہ اس کی سامنے کیوں آ گیا ہے ابھی تو وہ پچھلی الجھنوں کو سلجھا نہ سکی تھی۔۔۔

تائی جان کا احوال پوچھنے کے بعد وہ اپنے کمرے میں آئی جہاں فرہاد بظاہر ٹیلی ویژن دیکھنے میں مگن لگ رہا تھا مگر اسکے چہرے پر پھیلا سوچوں کا جال نمیرہ بغیر کسی کوشش کے بھی پڑھ سکتی تھی۔۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟"

"اگر میں کہوں کے نہیں تو کیا کرو گی تم؟"

"دوا لے لیں۔" کہہ کر وہ غسل خانے میں گھس گئی۔

فرہاد کوئی جواب دیے بغیر پھر سے اسکرین گھورنے لگا

"کیا تھا جو وجہ پوچھ لیتی۔۔۔"

دوسری جانب نمیرہ کو اپنے بے ساختگی پر الجھن ہوئی۔

"میں دوا لا دوں۔" وہ واش روم سے برآمد ہوئی تو کپڑے تبدیل اور میک اپ صاف کر چکی تھی۔

فرہاد نے اثبات میں سر ہلایا۔

یہ ایک سال کے عرصے میں پہلا باضابطہ اور بلا تکلف مکالمہ تھا جو ان کے درمیان ہوا تھا۔

"یہ کس قسم کا انسان ہے۔۔۔ رکھنا تو چاہتا ہے پر جڑنا نہیں چاہتا۔۔" وہ سیڑھیاں اترتے سوچنے لگی۔

✦✦✦

فرزام کا اسرار بڑھتا جا رہا تھا جبکہ نمیرہ اسے بارہا دوٹوک منع کر چکی تھی۔۔ مگر اب فرزام کی برداشت کا پیمانہ بھی لبریز ہو رہا تھا۔

فرزام کے گھر والے بھی اس کی شادی کے لیے اتاولے ہوئے جا رہے تھے۔

تم چاہتی ہو نا کہ حویلی میں تمہاری عزت بنی رہے" نمیرہ کے انکار پر اس کے اب کی بار سارے لحاظ بالائے طاق رکھ دیے

"کیا مطلب۔۔؟" وہ بے یقین ہونے لگی

اگر تم مجھ سے نہیں ملی تو خود ہی مطلب سمجھ جاؤ گی۔۔۔ وہ ششدر ہی تو رہ گئی تھی۔ "فرزام تم ایسے کیسے کر سکتے ہو میرے ساتھ ہماری محبت اتنی کم ظرف تو نہیں تھی۔" اسے آپ ہی اپنی آواز کمزور اور لہجہ کھوکھلا لگا تھا ایک دم۔

اوہ اس کا مطلب ہے کہ ہمارے درمیان محبت تھی تم اس بات کا اعتراف کر رہی ہو۔۔"۔

"تم مجھے مجبور نہیں کر سکتے۔۔۔"

وہ اس پر اپنی گھبراہٹ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"میں نہیں کرونگا نمیرہ مگر تم خود کو مجبور پاؤ گی۔"

سگریٹ کو انگلیوں میں پھنسائے وہ دھوئیں میں نمیرہ کو تصور کر کے جیسے دور دور بہت دور تک اپنا مستقبل نمیرہ کے ساتھ دیکھ رہا تھا

نمیرہ سر سے پیر تک کانپ گئی تھی۔ اس نے کھٹ سے فون بند کر دیا۔۔۔ دوسری جانب فرزام کی آنکھوں کی گہرائی اب مکاری میں بدل

چکی تھی۔۔۔ وہ نمیرہ کے ساتھ اپنی خودغرض محبت کو مہرے کے طور پر استعمال کر کے شطرنج کی بازی کھیلنا چاہتا تھا۔۔

فرزام پوری منصوبہ بندی سے یہاں آیا تھا۔۔ اس نے تین ماہ پہلے ریحاب کی منگیتر کی تصاویر دیکھیں تو ایک تصویر میں اس کے دائیں جانب کھڑی دوشیزہ کو دیکھ کر وہ نا صرف چونکا تھا بلکہ اس کا دل بہت تیزی سے دھڑکا تھا۔۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اس کی خواہش اتنی جلدی پوری ہوگئی ہے۔۔ ریحاب سے تفصیل جاننے پر جب اسے معلوم ہوا کہ وہ نا صرف اس کی منگیتر کی بھابی ہے بلکہ اس کی سوچوں سے بھی زیادہ مضبوط بیک گراونڈ کی مالک ہے تو اس کا دل بے ایمان ہوگیا، اس کے دل میں محبت کے جذبات کی جگہ پھر سے انتقام اور اس سے بھی بڑھ کر ہوس نے لے لی۔۔۔۔ اسے سال پہلے کمرۂ جماعت کے باہر شہلہ اور نمیرہ کی سنی جانے والی گفتگو یاد آگئی۔۔۔ "فرہاد وہ شخص تھا جس کی خاطر نمیرہ مجھے دھوکہ دیتی رہی"

اسے نمیرہ کے شادی کر لینے کے دکھ سے زیادہ اس کی خوشی سے حسد تھا، اسے، اس کا گھر بس جانے سے تکلیف ہوئی تھی۔ بھلا مجھے ادھورا کر کے وہ کیسے مکمل ہوسکتی ہے۔۔۔ وہ میرے سوا کسی اور کی کیسے ہوسکتی ہے۔۔۔ وہ میری یاد میں روئی اور تڑپی کیوں نہیں۔" یہ سوالات پاکستان آکر مزید اسے تنگ کرنے لگے تھے۔

اب تو اسے ریحاب کی شادی میں ہر قیمت پہ جانا تھا۔۔ نمیرہ کو دیکھنا، اس کے سامنے جا کر اس کے تاثرات جانچنا، پرانی محبت کا تڑکا لگا کر اس کے سامنے پیش ہوجانا، یہ سب اس نے پاکستان میں اپنے قیام کے دوران اوّلین ترجیحات بنالی تھیں۔۔۔

اسے لگا تھا نمیرہ اس سے کبھی بھی ملاقات نہیں کرے گی اور اگر منتوں واسطوں سے مان بھی جائے گی تو اجنبیت برتے گی مگر بارات پہ نمیرہ کے سامنے آنے پہ اس کے چہرے کا زرد ہوتا رنگ دیکھ کر فرزام کو احساس ہوگیا کہ نمیرہ کو منانا اس قدر مشکل نہیں۔۔ اور پھر جب نمیرہ دو تین بار اس سے تفصیلی ملاقات کر چکی تھی جس میں نمیرہ نے اس غلط فہمی سے پردہ اٹھایا جو ان کی دوری کی وجہ بنی تو اسے یہ اندازہ بھی ہوگیا کہ نمیرہ فرہاد کے ساتھ خوش نہیں۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ کبھی فرزام سے اتنی آسانی سے نہ مل لیتی۔۔ اپنے اسی مشاہدے کی تصدیق کے لیے اس نے ایک دو بار اسے اپنے شوہر یعنی فرہاد سے بدظن کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔۔

"نمیرہ جو لوگ تمہاری قدر نہیں کرتے، تم کیوں خود کو ان کے پیچھے ضائع کر رہی ہو۔۔"

"ایسا کچھ نہیں ہے فرزام۔۔"

"تم اتنی بجھی بجھی تو کبھی بھی نہیں تھی نمیرہ تمہاری آنکھوں کی وہ چمک۔۔۔۔" اور نمیرہ نے بے اختیار نظریں جھکائی تھیں۔ جبکہ فرزام جانتا تھا کوئی اور وقت ہوتا تو نمیرہ آنکھیں پٹپٹا کر کہتی "لو، غور سے دیکھو میری آنکھیں اب بھی ویسی ہی چمک ہے جیسی پہلے تھی۔۔ نمیرہ کی آنکھوں جوت کوئی نہیں بجھا سکتا۔۔

لیکن اب اس کے چہرے پر پھیلے تفکرات کے سائے فرزام دیکھ سکتا تھا۔

"تم فکر مت کرو نمیرہ میں اب جانے کے لیے نہیں آیا، تم ہمیشہ مجھے اپنے ساتھ پاؤ گی۔"

وہ جو اسے بیچ راستے میں چھوڑ کر گیا تھا۔ اب بھی کنارے پر کھڑے ہوکر دریا میں تیرتی، ڈولتی ناؤ کو دلاسے دے رہا تھا۔۔

✦✦✦

حقیقت معلوم ہے اور کتنی سے وہ بے خبر ہیں مگر وہ چاہ کر بھی اپنی ماں سے سارا معاملہ ڈسکس نہیں کر سکی تھی بلکہ وہ تو اپنی جگہ پر شرمندہ تھی کہ اس کی ماں اس کی ہر حرکت سے واقف تھیں اور سمندر کی لہروں کی مانند بپھری نمیرہ کے تھم جانے کا انتظار کرتی رہی۔۔۔

وہ پوچھ سکی تھی تو بس اتنا، اماں جان اگر آپ سب جانتی تھیں تو مجھے روکا کیوں نہیں؟"

"کیا تمہیں لگتا ہے کہ میں نے تمہیں روکنے کی کوشش نہ کی ہوگی، مگر نمیرہ تمہاری طبعیت سے میں واقف ہوں تم جو انتہائی قدم اٹھانے جا رہی تھیں اگر میں تمہیں روکتی تو تم رکتی نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ انتہائی قدم اٹھا لیتی۔۔۔ بس میری جان میں جتنی دعائیں کر سکتی تھی اپنے رب سے وہ کر ڈالیں۔۔۔"

اور یہ اماں جان کی دعاؤں کا ہی ثمر تھا کہ نمیرہ چھوٹی چھوٹی ٹھوکریں کھا کر کسی بڑے گڑھے میں گرنے سے بچ گئی تھی اور سیکھ گئی تھی کہ جس شخص نے انتہائی مشکل حالات میں اسے رسوا ہونے سے بچایا اس محسن کا احسان اگر وہ بھول گئی تو وہ کبھی اپنے آپ سے نظریں نہیں اٹھا سکے گی۔۔

اور وہ شخص جس نے ڈیڑھ سال قبل آدھی ادھوری بات سن کر اپنی انا کو فوقیت دیتے ہوئے اس سے تصدیق کرنا بھی گوارا نہیں سمجھا وہ انا پرست کل کو ایک شادی شدہ عورت کو کیوں پیار اور تحفظ دے سکے گا۔

✦✦✦

"تم نے ایک مرتبہ پہلے بھی اس کی خاطر مجھے چھوڑا تھا اور آخر میں تمہیں مجبوراً ہی سہی مگر میرے پاس آنا پڑا اور نمیرہ فرہاد تم اب بھی وہی عمل دہرانے لگی ہو۔

میں نے سنا ہے کہ مومن ایک ہی سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا، کیا تمہیں اس بات پر یقین نہیں۔۔؟ اگر نہیں تو غور کر لو ابھی وقت ہاتھ سے گیا نہیں، تمہارا جو بھی فیصلہ ہو میں تمہارے ساتھ ہوں۔" اس پر سوچوں کے نئے در وا کر کے وہ چلا گیا۔۔

فرہاد نے کوئی بھی لگی لپٹی رکھے بغیر اس سے سیدھی بات کی تھی۔۔۔ جو اس کے دل پہ لگی تھی ۔۔اور اس کا دل اب پہلی بار کسی کو کھو جانے کے خوف سے دھڑکا تھا۔۔

اب جو فیصلہ کرنا تھا اسے ہی کرنا تھا، سارے اختیارات وہ اسی کو سونپ کر گیا تھا۔۔ اگلی صبح کراچی کے لیے روانہ ہونے سے پہلے اس نے کچھ ایسا ہی تو کہا تھا۔

"نمیرہ میری واپسی تک تمہاری یہاں موجودگی اور غیر موجودگی ہمارے مستقبل کا تعین کرے گی۔۔۔ اپنا خیال رکھنا۔۔" اتنے عرصے میں پہلی بار وہ اس کے چند الفاظ کی تاثیر محسوس کر پائی تھی کیونکہ وہ ان الفاظ کا مفہوم سمجھتی تھی۔

✦✦✦

اس دن وہ اپنا والٹ کمرے میں ہی بھول گیا تھا۔۔ دروازے تک آ کر اس کے قدم باہر ہی جم گئے۔۔۔ اسے تین ماہ سے یہ شک تو تھا کہ نمیرہ کسی الجھن، کسی کشمکش میں ہے۔۔۔ اس نے اس حد تک بھی سوچ رکھا تھا کہ جس شخص کی خاطر نمیرہ نے اسے عرصہ قبل چھوڑا تھا وہ پھر سے ان کے درمیان آ چکا ہے۔۔۔ اور نمیرہ جیسی بد دماغ لڑکی اب کسی بھی وقت اس سے کوئی بیوفوقانہ مگر انتہائی مطالبہ کر سکتی ہے، وہ چاہتا تو اپنی غیرت کا جھنڈا لہرا کر اس کے مانگنے یا کچھ کہے بغیر اسے تین حرف کہہ کر ہمیشہ کے لیے الگ کر دیتا۔ مگر فرہاد ایسا شخص تھا جو شاطر کو تو

pklibrary.com

کچھ دنوں بعد پھر سے فرزام کالنگ نے سر سے پیر تک نمیرہ کو فت میں مبتلا کر دیا۔۔۔ اس سے پہلے کبھی ایسا وقت نہیں آیا تھا اس پر کہ وہ فرزام کی کال پر بیزاری کا اظہار کرتی مگر وقت بدلنا اسی کو تو کہتے ہیں جذبات وہی تھے کردار بدل گئے تھے ایک وقت تھا وہ فرہاد کا نام تک سننا گوارا نہیں کرتی تھی اور فرزام کے ذکر پر اس کی سوچ میں تتلیاں اڑتی تھی مگر اب فرہاد وہ شخص بن چکا تھا جو اس کی پوری زندگی کا مالک تو تھا ہی ہولے ہولے اس کے دل پر دستک دے رہا تھا جس کا دروازہ زنگ آلود ہونے کو تھا۔۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے آخری بار فیصلہ کن بات کرنے کے لیے اس کا فون سنا۔

''فرزام تم کیوں میرے پیچھے پڑے ہو۔۔ میں تمہیں نہیں چاہتی۔۔ میرے دل اور زندگی میں تمہاری کوئی گنجائش نہیں رہی تھی۔''

''جھوٹ'' وہ اب بھی خوش فہمیوں کے ہنڈولوں میں جھول رہا تھا۔

''اگر سچ سننا چاہتے ہو تو سنو۔۔۔ میں نہ تمہاری نمیرہ رہی ہوں اب اور نہ تم میرے فرزام۔ وقت بہت آگے بڑھ گیا ہے۔۔ جگہیں بدل گئی ہیں۔۔

''اور محبتیں بھی؟؟''

''ایک اور سچ بتادوں تمہیں میں۔۔۔ اگر تمہیں مجھ سے محبت ہوتی تو تم کبھی مجھے اس شام میری ہی نظروں میں گرا کر منہ نہ موڑ جاتے۔۔ مجھے پتہ ہے مجھے رسوا کرنے کے لیے تم کسی بھی حد تک جا سکتے ہو۔۔۔ اپنی اصلیت تو مجھے دکھا ہی چکے ہو اپنی تربیت سے پردہ بھی اٹھانا چاہتے ہو کیا۔۔ مجھے اب سمجھ آیا ہے کہ اماں جان کیوں کہا کرتی ہیں کہ جو ہوتا ہے اس میں اوپر والے کی بہتری ہوتی ہے۔ میری دعا ہے فرزام احمد کے میں آئندہ کبھی تمہاری شکل نہ دیکھوں۔ اللہ حافظ۔۔'' اس نے کہہ کر فون بند کر دیا اور جھنجھلا کر بیڈ پر پٹخ دیا۔۔ مگر کچھ لمحوں بعد ہی اسے چونکنا پڑا۔۔

جب سامنے پردے پہ ایک ہیولہ سا نمودار ہو کر غائب ہو گیا۔

✦✦✦

نمیرہ کو نہیں پتہ تھا کہ اس نے فرزام کو جواب دے کر صحیح کیا تھا یا غلط۔۔۔ مگر اماں جان کی نصیحتوں اور اپنی دیدہ بینا وا ہو جانے کے باعث وہ پرسکون ہو گئی تھی۔۔۔ اب جب اس نے فرزام کی جھوٹی محبت کے جال کو دل کے نہاں خانوں سے باہر نکالا تھا تو وہ یہ حقیقت تسلیم کرنے پر خود کو مجبور پاتی تھی کہ فرہاد ایسا عظیم ظرف انسان جو اپنوں کی عیب پوشی اور عزت کا خیال اپنی عزت کی طرح کرتا ہے آج کے دور میں نایاب ہے۔۔۔ اپنے پاؤں پر آپ ہی کلہاڑیاں مار کر خود کو زخمی کرنے کے بعد اسے احساس ہوا تھا کہ فرہاد کے سوا اس کا کوئی مسیحا نہیں۔۔۔ جو شادی کی پہلی رات سے ہی یہ جانتا تھا کہ اس کی بیوی کسی اور کی محبت کے جھانسے میں قید ہے۔۔ مگر اس نے ڈیڑھ سال کے اس عرصے میں کبھی اس کو ماضی کا کوئی حوالہ کوئی چبھتی بات نہ کہی تھی۔۔۔

وہ اللہ سے جڑ رہی تھی اور اپنے رب کے حضور معافی کی طلب گار تھی۔۔ اسے یہ ڈر تو تھا کہ نجانے فرزام اب اسے اپنا کونسا روپ دکھائے۔۔ مگر ساتھ میں یہ خوف بھی تھا کہ فرہاد نجانے کب اس رشتے کے بندھن کو ایک جھٹکے سے توڑ دے۔۔۔ مگر جو بھی تھا اسے یہ بھی یقین تھا کہ جو بھی ہوگا اس کے لیے بہتر ہوگا۔

نمیرہ یہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ اماں جان کو کتنی

فوراً گردن سے پکڑ لے مگر بیوقوف کو موقع دے یہاں تک کہ وہ خود اپنی غلطی سدھارنے پر مجبور ہو جائے۔۔ اور نمیرہ کا شمار بھی دوسری، قسم کے لوگوں میں ہوتا تھا جو زبان کے تیز ہوتے ہیں مگر عقل کے کچے۔۔۔

وہ بھی اس کو آخری بار پرکھنا چاہتا تھا کہ نمیرہ اس بار کس حد تک جاتی ہے۔ ساتھ ہی اپنے آپ کو بھی آزما رہا تھا۔۔۔

کہ یہ سلسلہ کبھی تو رکے گا ہی آخر۔۔۔ قبل اس سے کہ اس کے ضبط یارا نہ رہتا۔۔ اور وہ نمیرہ کو خود سے جدا کرنے کا اچانک فیصلہ کر لیتا اس آزمائش سے نکلنے کے لیے بڑے عرصے بعد وہ گاؤں سے ذرا دور لگنے والی ثقافتی بیٹھک میں گیا۔۔ جہاں سے واپسی پر اس کی چال کمزور تھی مگر دل اور ارادے مضبوط ہو چکے تھے۔

لہٰذا اُسی رات اپنے کراچی جانے سے پہلے اس نے نمیرہ کی آنکھوں میں دیکھے بغیر وہ فیصلہ کن الفاظ کہنے کی ہمت کر لی۔۔۔ جس کے بعد ہر صورت اس کی زندگی میں اک نیا باب شروع ہونا تھا۔۔ وہ وصل اور فراق دونوں کے لیے تیار تھا کیونکہ وہ آگ اور پانی کے اس کھیل اور اس کھیل کی مشکلات سے بخوبی واقف تھا۔

✦✦✦

نئی رت نے مزاج پر بھی مثبت اثرات ڈالے تھے۔۔ ہفتے بعد سفر سے واپسی پر اس نے جب نمیرہ کو بناؤ سنگھار کیے ماں جی کے ہمراہ اپنا استقبال کرتے پایا تو دل خوشی سے جھوم اٹھا۔۔۔

اماں جان ان دونوں کی بلائیں لیتی نہ تھکتی تھیں اور رکھی اب کھل کے چھیڑ چھاڑ کرتی تھی اپنی نمیرہ بی بی کے ساتھ۔۔۔

فرہاد اور نمیرہ کے درمیان ابھی بھی بعض اوقات اجنبیت اور تکلف کا پردہ آجاتا تھا مگر وہ دونوں جانتے تھے کہ ان فاصلوں کو پاٹنے کے بعد وہ باقی ماندہ حائل ہوئی خستہ حال دیوار کو گرانے میں بھی کامیاب ہو جائیں گے۔ اور اب تو یوں بھی اسے شدت سے احساس ہو گیا تھا کہ قسمت کے کچھ فیصلوں کے آگے اپنی تدبیر لڑانے کی بجائے سر تسلیم خم کرنے میں ہی بہتری ہوتی ہے۔۔ اگر فرزام اچھا انسان ہوتا یا اس کی نیت اچھی ہوتی تو اب تک نمیرہ کو پالیا ہوتا۔۔۔۔۔

✦✦✦

فرزام نے حسب توقع اب براہِ راست فرہاد سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی اور اس کا نمبر مصروف پا کر وہ اگلے دن اس کے دفتر ہی پہنچ گیا تھا، جہاں فرہاد موجود نہیں تھا مگر اسے فرزام کی آمد کا پتہ چل چکا تھا۔۔۔ اسے سمجھ آ گیا کہ ایک بار تو اس شخص سے صاف صاف بات کرنی پڑے گی۔۔۔ سو تیسری بار اس کا فون آنے پر فرہاد نے فیصلہ کن انداز میں اس سے بات کی۔۔

فرزام جو کچھ تم مجھے بتانا چاہتے ہو میں اس سے کہیں زیادہ میں پہلے سے ہی جانتا ہوں۔۔ بہتر ہے تم اپنا وقت ضائع نہ کرو اور جہاں سے آئے ہو، وہیں لوٹ جاؤ۔۔

اور فرزام کے پاس اب بولنے کے لیے کچھ بھی نہیں رہا تھا۔۔ اسے یہ بات سمجھ آ گئی تھی کہ جب تک اس کے تن من پہ خود پرستی اور ہوس کی پرت چڑھی رہے گی اس کا کاسۂ دل اور ہاتھ خالی ہی رہیں گے۔

اور یہ بھی کہ محبت کو شطرنج کی بازی سمجھ کر کھیلنے والے ٹھوکریں کھائے بغیر نہیں سنبھلتے۔

✦✦✦

pklibrary.com

تم دل میں ہو

عیشا نور

pklibrary.com

''حریم صاحبہ میں نے تمہیں کتنی بار کہا ہے۔ میری چیزیوں کو ہاتھ مت لگایا کرو۔ میں آخری بار ٹوک رہا ہوں ورنہ مجھے سے کسی بھی قسم کی نرمی کی امید مت کرنا۔'' وہ جاذب کی شرٹ استری کر رہی تھی جب وہ اس کے پاس آ کھڑا ہوا اور غضبناک لہجے میں بولا۔ اس کے ہاتھ سے شرف لیتا وہ واش روم میں گھس گیا اور پیچھے وہ اپنے آنسو ضبط کرتی رہ گئی۔ خود پر جبر کرتی وہ کچن میں آ گئی۔ جلدی جلدی اس نے سب کے لئے ناشتہ تیار کیا اور تب تک خالہ بھی کچن میں آ گئیں تھیں۔

''خالہ ناشتہ تیار ہے آپ خالو کو بلالیں سب اکٹھے ناشتہ کریں گے۔'' حریم نے مصروف انداز میں کہا۔ انہوں نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا جہاں خوشی کی کوئی رمق نہ تھی۔ چہرے پر جبری مسکراہٹ سجی تھی۔ ہاجرہ بیگم کا دل کٹ کے رہ گیا۔

''خود پر بھی کبھی توجہ دے دیا کرو۔ صبح صبح کام میں لگ جاتی ہو۔ ابھی شادی کو دو ماہ ہی ہوئے ہیں تم تو ایسے بنی رہتی ہو۔ جیسے شادی کو دو سال ہو گئے ہوں'' ہاجرہ بیگم نے اسے ڈپٹا۔

''ہٹو یہ کام میں کر لیتی ہوں۔ تم جاؤ تیار ہو جاؤ'' وہ بوکھلا ہی تو گئی تھی۔ انہوں نے صبح صبح اس کی کلاس لے لی ڈالی تھی۔

''خالہ یہ کام کر کے چلی جاتی ہوں'' اس نے لہجے میں خوشگواری سموئی تو خالہ اسے گھورا اور وہ جلدی سے کچن سے نکل آئی۔ کیونکہ خالہ کا غصہ بیٹے سے بھی دو ہاتھ آگے تھا۔ کمرے میں آئی تو وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے ٹھہرا تھا۔ وائٹ کلر کی شرٹ کے ساتھ بلیک پینٹ پہنے وہ بے حد پیارا لگ رہا تھا۔ رنگت اس کی سرخ و سفید تھی۔ مغرور نقوش کے ساتھ وہ بھرپور مردانہ وجاہت کا نمونہ تھا۔ وہ اس کے سحر سے آزاد ہوتی کمرے کی چیزیں ترتیب دینے لگی۔ اور جب وہ بیڈ پر کپڑے اٹھانے لگی تھی۔ تو جاذب نے وہ کپڑے اس کے ہاتھ سے چھین لیے۔

''اگر تمہیں لگتا ہے کہ اس طرح کی حرکت کر کے تم میری توجہ حاصل کر پاؤ گی تو یہ تمہاری بھول ہے۔'' اس کے ہاتھ سے کپڑے چھین کر ان کا گولہ بناتا وہ اس کے منہ پر مار کے چلا گیا تھا۔ حریم کے لبوں سے تیز سسکی نکلی۔ وہ بیڈ پر بیٹھ کر رونے لگی۔ پھر اسے اپنے آنسو صاف کرنے پڑے تھے اور آئینہ کے سامنے آ کھڑی۔ بالوں کی چوٹی کھول کے انہیں درمیان میں سے کیچر میں جکڑا۔ آنکھوں میں کاجل اور ہونٹوں پر لپ اسٹک لگائی۔ اور پھر وہ باہر آئی فی الحال خالہ کو تو مطمئن کرنا تھا۔ خالو بھی آ گئے تھے اس نے ان کو سلام کیا اور ناشتہ کرنے لگی۔ جاذب کب کا ناشتہ شروع کر چکا تھا اور نہ حریم اس کے لئے اہم تھی کہ وہ اس کا انتظار کرتا۔

✦✦✦

جاذب عباس، عباس صاحب اور ہاجرہ بیگم کا اکلوتا بیٹا تھا۔ جاذب عباس سافٹ ویئر انجینئر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں بطور انجینئر اپنی خدمات بھی فرہم کر رہا تھا۔ دوسروں کے لئے وہ جس قدر نرم تھا حریم کے لئے اس کا دل اتنا ہی سخت تھا۔ بچپن سے ہی وہ حریم سے چڑتا تھا۔ کیونکہ حریم کے والدین کی وفات کے بعد ہاجرہ بیگم حریم کو اپنے گھر لے آئیں تھیں۔ وہ جاذب سے پانچ سال چھوٹی تھی۔ اس نے بہت کوشش کی تھی۔ جاذب سے دوستی کرنے کی۔ مگر وہ جو ماں باپ کی اکلوتی محبت کا مالک تھا اور جب عباس صاحب اور ہاجرہ بیگم حریم کو پیار کرتے تو وہ بے حد چڑتا تھا اور جب اس کی شادی کا وقت آیا تو ہاجرہ بیگم اور

عباس صاحب نے حریم کا نام لیا اور اس کے بہت منع کرنے کے باوجود انہیں نے اپنی کر کے چھوڑی۔ اس نے اور بھی کوئی لڑکی پسند نہیں کی تھی۔ مگر حریم سے بھی وہ کسی صورت میں شادی نہیں کرنا چاہتا تھا اور یوں ہاجرہ بیگم بھی ضد میں تھیں اگر وہ کسی اور جگہ شادی کرے گا تو وہ اس کی شادی میں شرکت نہیں کریں گی۔ ماں باپ کے دباؤ میں آکر اس نے شادی کرلی تھی مگر اس کی سزا وہ حریم کو بھرپور دے رہا تھا اس کے برعکس حریم اس سے بے حد محبت کرتی تھی اور شادی کے بعد اس سنگدل انسان کے لئے محبت بڑھتی جارہی تھی۔

✦✦✦

جاذب آفس سے آیا تو اس کی رنگت بے حد سرخ ہورہی تھی۔ اور وہ انگلیوں سے سر کو دبا رہا تھا۔ ماں کو سلام کرتا وہ کمرے میں چلا گیا۔ وہ کچن میں آئی اس کے لئے چائے بنائی اور کمرے میں لے آئی۔ وہ بیڈ پر دراز تھا۔

''جاذب چائے لے لیں'' حریم کے کہنے پر اس نے آنکھیں کھولیں اور اسے سُرخ ہوتی آنکھوں سے گھورنے لگا۔

''میں نے کہا تھا میرے لئے چائے بناؤ یا یہ بھی توجہ حاصل کرنے کا ایک طریقہ ہے۔'' وہ دھاڑا۔ حریم تو اس کے دھاڑنے پر کانپ گئی اور بمشکل بولی۔

''آپ کے سر میں درد ہے نا اس وجہ سے میں چائے لے آئی آپ اس کے ساتھ ٹیبلٹ لے لیں تو سر کی درد ختم ہوجائے گا۔'' جاذب نے اس کو خونخوار نظروں سے دیکھا۔ اس کی نظروں سے گھبراتی وہ دو قدم پیچھے ہٹی وہ بیڈ سے اٹھ کر اس کی طرف بڑھا۔

''بہت خیال ہے میرا تو میں تمہیں بتاؤں تمہاری اس شکل کو دیکھ کر میرے سر میں درد ہو جاتا ہے تو دفع ہو جاؤ میری نظروں سے۔'' وہ زور سے دھاڑا۔ حریم کے آنسو بہت تیزی سے نکلنے لگے تھے وہ دوڑتی ہوئی باہر آگئی۔ باہر خالہ تھیں اگر ان کے سامنے روتی تو انہوں نے جاذب سے پوچھنا تھا۔ اس لئے اپنے دل کا درد دباتی خالہ کے کمرے میں آگئی جہاں وہ عصر کی نماز ادا کررہی تھیں۔ وہ ان کے بیڈ پر بیٹھ گئی۔ سلام پھیر کر انہوں نے اسے اپنے پاس بلایا وہ ان کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔ اس پر کچھ پڑھ کر انہوں نے پھونکا اور اس کے گلاب چہرے کو ہاتھ میں لے کر بولیں۔

''میری جان اداس مت ہوا کرو۔ تم محبت اور خلوص سے اس رشتے کو نبھا رہی ہو تو دیکھنا اللہ تعالیٰ جاذب کے دل میں محبت ڈال کر تمہارے محبت اور خلوص کا صلہ دے گا۔ اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہ آنے دو۔ ہمارا کام تو کوشش کرنا ہوتا ہے باقی صلہ دینے والی تو وہ پاک ذات ہے۔'' وہ حریم کو اتنے پیار سے سمجھاتی تھیں اس کا حوصلہ اور بڑھ جاتا۔

''خالہ آپ جیسی ساس اور ماں اللہ تعالیٰ ہر کسی کو دے۔'' وہ چہکتے ہوئے بولی تو وہ خفگی سے اسے دیکھنے لگی تو حریم ہنس پڑی۔ وہ بھی اس کے ساتھ شامل ہوگئیں۔ تب ہی عباس صاحب کمرے میں داخل ہوئے۔

''آج ہماری بیگم کے مزاج خوشگوار ہیں حریم بیٹا خیر تو ہے۔''

وہ انہیں چڑانے کو بولے اور وہ بھی چڑ گئیں تھیں۔

''کیوں پہلے میں کونسا آپ پر توپ برساتی تھی جو آپ کو حیرانگی ہورہی ہے۔'' ان کے کہنے پر وہ معصومیت سموئے بولے۔

''جو چیز کبھی کبھی دکھائی دے اس پر حیرانگی

تو ہوتی ہے میں سچ کہہ رہا ہوں نا حریم"۔ وہ آخر میں حریم سے رائے لینے لگے۔

"آپ میری خالہ کو تنگ مت کریں وہ بہت اچھی ہیں اور آپ بھی بہت اچھے ہیں۔" حریم کو ان دونوں سے بے حد محبت تھی انہوں نے تو اسے زمانے کے سرد و گرم سے بچایا تھا۔

✦✦✦

جاذب کے فرینڈ کے گھر پارٹی تھی۔ خالہ نے اسے حریم کو بھی ساتھ لے جانے کو کہا تھا۔ ماتھے پر بل لیے وہ مان گیا تھا۔ خالہ نے اسے خوب تیار ہونے کو کہا تھا اور انہوں نے اس کے لئے پنک کلر کی ساڑھی نکالی تھی۔ ساڑھی میں میک اپ کے ساتھ وہ بے حد پیارا لگ رہی تھی۔ جاذب کمرے میں آیا تو وہ خود کو مصروف ظاہر کرنے لگی۔

"کس خوشی میں اتنا تیار ہوئی ہو؟" وہ اس کی پشت کو گھورتا الفاظ چبا کر بولا۔ حریم کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے تھے مگر جواب تو دینا تھا وہ سر پر جو کھڑا تھا۔

"وہ مجھے خالہ نے کہا تھا۔" وہ لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولی۔

"ہمیشہ تم میری ماں کو یہ استعمال کرتی ہو۔ تمہیں کیا لگتا ہے میں تمہارا اپنی بیوی کے طور پر تعارف کراؤں گا تو یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔ اب ٹسوے بہانہ بند کرو۔ پتا نہیں میری ماں کو نظر کیا آیا تم میں؟" وہ آگ اگل رہا تھا۔ حریم وہاں سے چلی آئی۔ محبت تھی اس شخص سے مگر اپنی انا میں بہت عزیز تھی۔ اور جاذب عباس نے اسے کبھی نہ سراہا تھا وہ ہمیشہ اسے دکھ ہی دیتا تھا۔ مگر آنسو پلکوں کی باڑ سے باہر نکلنے لگے۔ ہاجرہ بیگم نے اسے روتے دیکھا تو پریشان ہو کر اس کے پاس آئیں۔

"رو کیوں رہی ہو؟" حریم نے اپنے آنسو صاف کیے۔

"جاذب نے کچھ کہا ہے۔ سچ سچ بتانا اور آج میں اس لڑکے سے پوچھ کر رہوں گی۔" وہ اٹھنے لگیں تو حریم نے ان کا بازو پکڑ لیا۔

"خالہ جان آپ ان سے کچھ مت پوچھیں پلیز۔" وہ آنسو بہاتی ان کو اصرار کرنے لگی۔

"پوچھنے تو دو اس سے تمہیں کس بات کی سزا دے رہا ہے۔" وہ اسے پیار سے سمجھاتے ہوئے بولیں۔

"خالہ میں نہیں چاہتی آپ جاذب سے میرے بارے میں کوئی بات کریں۔ یا ان سے میرے لئے محبت کی بھیک مانگیں وہ میرے نصیب میں تھے مجھے مل گئے تو ان کی محبت بھی میرا نصیب بن جائے گی۔" اپنے آنسو صاف کرتی وہ عزم سے بولی۔ ہاجرہ بیگم نے بے ساختہ آمین کہا تھا۔

✦✦✦

ہاجرہ بیگم تسبیح پڑھنے میں مصروف تھی جاذب ان کے کمرے میں ہی چلا آیا۔ اس کے ہاتھ میں بلیو کلر کی شرٹ تھی۔ وہ اپنے کام میں مشغول رہیں۔ ماں کے لفٹ نہ کرانے پر وہ خود مطلب کی بات پر آیا۔

"اماں آپ کی لاڈو رانی کہاں ہے؟" اس کی بات پر انہوں نے اسے ایسے دیکھا کہ وہ کھسیا کر رہ گیا۔

"تمہیں کیا کام ہے اس سے۔" اس کے پوچھنے کی دیر تھی اور وہ شروع ہو گیا۔

"کاہلی کی بھی حد ہوتی ہے میری ایک شرٹ بھی استری نہیں کی ہوئی۔ مجھے دوستوں کے ساتھ جانا ہے آپ اسے کہیں میری شرٹ استری کر دیں۔" ہاجرہ بیگم نے اسے گھورا۔

"کیوں تمہارا اس سے پردہ ہے؟"

"نہیں لیکن میں اس سے بات نہیں کرنا

چاہتا'' وہ بے نیازی سے بولا۔
''ہاں وہ کونسا تم سے بات کرنے کو مری جا رہی ہے اور ایک بات کان کھول کر سن لو اپنے کام خود کرو آج کے بعد حریم تمہارے کسی بھی کام کو ہاتھ نہیں لگائے گی۔ اپنے مطلب کی بات پر دوڑے چلے آئے ہو۔'' ماں کی بات پر وہ جھنجھلا کر رہ گیا اور ان کے پاس بیٹھتے ہوئے بولا۔
''ایک بات پوچھوں اماں؟''
''دل تو نہیں کر رہا مگر پوچھو سن لیتی ہوں تمہاری بات''
وہ بھی اس کی ماں تھیں مجال جو نرم پڑی ہوں۔ مکمل سنجیدگی سے بولیں۔
''اماں میں آپ کا سوتیلا بیٹا ہوں۔'' وہ بے چارگی سے بولا۔
''پتا نہیں تو سلوک تو ہمارے ساتھ ایسے کرتا ہے جیسے سوتیلے بیٹے کرتے ہیں۔'' ماں کے بات لوٹانے پر وہ زچ ہوا۔
''اماں آپ سے بحث کرنے میں کوئی جیت سکتا۔ مجھے یہ شرٹ استری کروا دیں''۔ وہ دوبارہ ان کی منت کرنے لگا۔
''ایک بار جب میں نے کہہ دیا ہے حریم اب تمہارا کوئی کام نہیں کرے گی تو نہیں کرے گی۔'' وہ دوٹوک لہجے میں بولیں تو وہ دھپ دھپ کرتا وہاں سے چلا گیا۔ اور خود شرٹ استری کرنے لگا۔ حریم کو خود کہہ نہیں سکتا تھا۔ جس کو کہا وہ اس کی شکل نہیں دیکھنا چاہتا اب وہ اس کو شرٹ استری کرنے کا کیسے کہتا اونچی ناک جو آڑے آ رہی تھی۔

✧✧✧

وہ آفس سے تھکا ہوا گھر آیا تو کمرے کی حالت دیکھ کر اسے غصہ آنے لگا۔ آج تک بنا پکارے اسے ہر چیز ہاتھوں میں مل جاتی تھی اور

شگفتہ شگفتہ ——— رواں دواں
ابن انشاء
اچھی کتابیں
پڑھنے کی عادت ڈالیں
ابن انشاء کی تازہ تصنیف
دخل در معقولات
شائع ہو گئی ہے
آج ہی اپنے قریبی بکسٹال یا براہ راست ہم سے طلب فرمائیں
لاہور اکیڈمی
چوک اردو بازار لاہور
042-3731797, 37321690

pklibrary.com

پہلی بار کمرے کی یہ حالت تھی وہ سیدھا کچن میں چلا آیا۔ وہ وہیں موجود تھی۔

''میرے کمرے کی صفائی کیوں نہیں کی۔''

حریم نے اس کے آگ بگولہ چہرے کو غور سے دیکھا اور ہمت سے بولی۔

'''میں فارغ نہیں تھی۔'' جواب دے کر وہ پھر سے مصروف ہو گئی۔ مگر جاذب اسے بازو سے پکڑے کمرے میں لے آیا۔

''جلدی سے میرے کمرے کی صفائی کرو۔'' وہ جارحانہ لہجے میں بولا۔ اور بے بسی سے حریم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ جاذب عباس کا دل ڈولنے لگا۔ آنسو چھلکاتی گلابی آنکھیں کچھ اور قاتل ہو گئیں تھیں۔ وہ نظریں چراتا باہر نکل آیا۔ تھا۔ حریم اپنے آنسو صاف کرتی صفائی میں جت گئی۔ صفائی کر کے باہر آئی تو دیکھا لاؤنج میں خالہ اور خالو جاذب سے کوئی بات کر رہے تھے۔

''جاذب اب تمہیں کوئی فیصلہ کرنا ہوگا۔ حریم کو دیکھتے ہیں تو اس کے آگے سر بھی نہیں اٹھا سکتے۔'' عباس صاحب سنجیدگی سے بولے۔

''اگر تم حریم کو اپنے ساتھ نہیں رکھنا چاہتے تو اسے طلاق دے دو سوچ لو پھر ہمیں بتا دینا۔' ذ اپنی بات کر کے خالہ بھی چپ ہو گئیں تھیں۔ طلاق کا لفظ سن کر حریم سکتے میں آ گئی تھی۔ کمرے میں آ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ کیسے سنگدل انسان کے ساتھ محبت ہوئی تھی جسے اس کی کوئی پرواہی نہ تھی۔ آج اس کے سارے ضبط ٹوٹ چکے تھے اور وہ خود سے لڑ رہی تھی اسے جاذب عباس سے محبت نہیں ہونی چاہیے تھی مگر اس نے جان بوجھ کر اس سے محبت نہیں کی تھی وہ تو اپنی تمام تر بے اعتنائیوں کے باوجود اس کے دل میں آن بسا تھا۔ خالہ کمرے میں داخل ہوئیں۔

''خالہ آپ کو پتا ہے میں ان سے کتنی محبت کرتی ہوں آپ کو ان سے یہ سب نہیں کہنا چاہیے تھا اگر وہ مجھے سچ میں طلاق دے دیں۔'' وہ آنسوؤں سے تر لہجے میں بولی۔ وہ ایک ماں تھیں اس کا درد سمجھتیں تھیں۔

''فکر مت کرو جو کچھ بھی ہوگا بھلے کے لئے ہوگا۔ میں تمہیں اور ذلیل نہیں ہونے دوں گی۔ جاذب کو تمہیں دل کی خوشی سے قبول کرنا ہوگا اور تمہیں تمہارا ہر حق دینا ہوگا۔'' وہ اسے گلے لگا کر اس کی پیٹھ تھپکتے ہوئے بولیں۔ نیا سال کی آمد آمد تھی۔ اور اس بار اس کا دل بے حد اداس تھا۔ اس بار اس نے نئے سال کو خوش آمدید کہنے کے لئے کوئی تیاری نہ کی تھی۔ پہلے ہر سال وہ جوش و خروش سے تیار کرتی تھی۔ جاذب کی طرف سے بھی خاموشی تھی اور وہ دعا کر رہی تھی وہ خاموش ہی رہے۔

✦✦✦

نیا سال شروع ہنے میں کچھ گھنٹے باقی تھے۔ حریم کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ اس نے ایک قدم فیصلہ کیا اور جاذب کے کمرے کی طرف بڑھ گئی وہ اس وقت گھر میں نہیں تھا۔ اس سے پہلے وہ اسے اپنی زندگی سے بے دخل کرتا وہ خود ہوی اس کی زندگی سے چلی جا رہی تھی۔ وہ اپنے کپڑے اور دوسری تمام چیزیں سوٹ کیٹ میں رکھنے لی۔ اندر آتا جاذب اس کی اس سرگرمی کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

''یہ کیا ہو رہا ہے کہیں جا رہی ہو؟'' وہ سینے پر ہاتھ باندھے سنجیدگی سے بولا۔

''آپ کی زندگی سے جا رہی ہوں۔'' وہ مصروف انداز میں بولی۔ جاذب آگے بڑھا اور اس کے ہاتھ سے کپڑے لے کر بیڈ پر پھینکے اور اس کا رخ اپنی طرف موڑا۔

''آپ کو اس بات کا ڈر ہے خالہ اور خالو

کے سامنے برے بن جائیں گے۔ آپ ان کی پروا مت کریں میں انہیں سنبھال لوں گی اور آپ اپنی من پسند لڑکی سے شادی کرلیں۔'' اس کی طرف اعتماد سے دیکھتی وہ بولی۔

''ہاں ایک لڑکی میرے من کو اتنی بھا گئی ہے اب اس سے دور رہنا محال لگتا ہے۔'' اس کے چہرے پر نظریں ٹکائے وہ فسوں خیز لہجے میں بولا۔ حریم کے لئے ضبط کرنا محال ہوگیا وہ جلدی سے کمرے سے نکلنے لگی۔ جاذب نے اسے اپنی طرف کھینچا وہ اس کے سینے سے آ لگی۔

''اس لڑکی کا نام نہیں پوچھا تم نے۔'' اس کے چہرے پر آئی لٹ کو کان کے پیچھے کرتے ہوئے جاذب نے کہا۔

''چلو میں خود بتا دیتا ہوں۔ مجھے اس لڑکی سے محبت ہوگئی ہے جو مجھ سے بے حد محبت کرتی ہے۔'' حریم نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''جب تم اماں کے سامن رو رو کر مجھ سے محبت کا اعتراف کر رہی تھیں۔ تب میں نے ساری باتیں سن لیں تھیں اچھی تو تم پہلے ہی لگنے لگیں تھیں۔ تمہاری محبت کا اعتراف سن کر مجھے تمہاری محبت سے محبت ہوگئی۔ مجھے تم سے چڑ رہی تھی ہمیشہ سے مگر میں مانتا ہوں میں نے شادی کے بعد تم سے غلط رویہ روا رکھا اس کے لئے مجھے معاف کردو۔'' وہ کانوں کو چھوتے ہوئے بولا۔

حریم نے اس کے ہاتھ کو نیچے کیا۔

''اب تم مجھ سے سوری بولو۔'' جاذب کے کہنے پر حریم نے بے ساختہ اس کی طرف دیکھا۔

''میں کیوں سوری بولوں؟'' اس کی بات پر جاذب نے اسے اپنی طرف کھینچا۔

''مجھے اپنا اسیر بنا کر چھوڑ کر جا رہی تھیں وہ غلطی نہیں ہے۔'' جاذب اس کی پیشانی چومتے ہوئے بولا۔

''میرے لئے یہ سب آسان نہ تھا۔'' وہ سر جھکاتے ہوئے بولی۔

''پھر ایسا سوچا بھی کیوں؟'' جاذب نے جرح کی۔

''میں چاہتی تھی اگر مجھے چھوڑنے میں آپ کی خوشی ہے تو اس لئے میں نے یہ فیصلہ کیا۔''

''جب اماں نے مجھے تمہیں طلاق دینے کو کہا تو میں چاہ کر بھی یہ فیصلہ نہ کر پایا۔ تم سے چڑتے چڑتے کب تمہارا اسیر ہوگیا پتا بھی نہ چلا۔ ہمیشہ تم ہی میرے دماغ میں رہیں۔ اب تو دل میں رہنے لگی ہو۔'' حریم کو یہ پل زندگی کے حسین پل لگ رہے تھے۔ وہ دل سے مسکرا دی۔ دور کہیں آتش بازی، پٹاخوں کی آواز سنائی دی۔ وہ ڈر کر جاذب کے سینے سے آ لگی۔ اس کی حرکت پر جاذب ہنس پڑا۔ وہ اسے باہر لے آیا جہاں لاؤنج میں خالہ اور خالو نے پورا لاؤنج غباروں سے سجا رکھا تھا۔ انہوں نے ان دونوں کو گلے لگایا اور مبارک باد دی۔

''خوش رہو اور شکر ہے اللہ نے میرے بیٹے کو عقل دی۔'' ہاجرہ بیگم نے حریم کو پیار کرتے ہوئے آخر میں جاذب کو چھیڑا۔

''اماں آپ فکر مت کریں اب میں عقل مند رہوں گا۔

ڈیئر وائف کیک کاٹیں یہ نہ ہو میری ماں میری خامیاں گنوانا شروع کردیں۔'' وہ شرارت سے بولا۔ حریم اور جاذب نے اکٹھے کیک کاٹا۔ جاذب کی نظروں میں اس کے لئے محبت کا جہان آباد تھا۔ نیا سال خوشیوں کے بیش بہا خزانے سمیٹ کر لایا تھا۔ اور یہ نیو ایئر اس کے لئے خوشگوار ثابت ہوا تھا اس نے سوچا اور اپنے ہم سفر کو دیکھ کر مسکرا دی۔

✦✦✦

غارت گر

سندس جبیں

وہ فون سامنے رکھے بڑی دیر سے کال کا انتظار کر رہی تھی مگر ہاشم کی کوئی خیر خبر نہ تھی۔ ایک گہرا سانس لے کر اس نے فون اٹھایا اور ہاشم کا نمبر ملانے لگی۔ مگر اس نے کال نہیں لی۔ گل لالہ نے پریشان اور الجھن سے سر کرسی کی پشت سے ٹکا دیا۔

پتہ نہیں وہ کہاں تھا اور کس طرح ساری سچویشن کو ہینڈل کر رہا ہوگا۔ نیز جو بھی وہ اسے اتنا یقین تو تھا کہ وہ سردار ہاشم الامین تھا۔ نہ تو دشمنوں کو معاف کرنے کا قائل تھا نہ معاملات ادھورے چھوڑنے کا۔

اس کا ذہن بھٹک کر لالہ کی طرف چلا گیا۔ یاد تھی یا ایک خنجر...... سیدھا سینے میں گڑ گیا...... اس نے

اب آپ آگے پڑھیے

pklibrary.com

pklibrary.com

ضبط سے آنکھیں میچ لیں۔
جو فیصلہ وہ کر کے آئی تھی وہ آسان کب تھا؟ سب چھوڑ دینے کا فیصلہ..... کس کے لئے؟ صرف ایک شخص کیلئے؟؟ اور بس؟؟ سردار ہاشم کیلئے؟ اس کا سر بے ساختہ نفی میں ہل گیا۔
نہیں..... وہ یہ فیصلہ سردار ہاشم کی وجہ سے نہیں کر کے آئی تھی۔ اس کے پیچھے تو اذیتوں کی ایک اور داستان تھی..... درد کی داستان..... کرب کی داستان.....
اس کی بند آنکھ سے ایک بے قیمت سا آنسو بہہ نکلا۔

✦✦✦

بجیل کی آنکھیں آہستہ سے کھلیں تو سیدھا مراد کی آنکھوں سے جا ٹکرائیں..... مراد بے قراری سے اس کی طرف بڑھے۔
بجیل کی آنکھوں میں ایک دم شدید جلن ہونے لگی..... اس نے زور سے آنکھیں بند کیں اور پھر کھولیں..... مگر درد..... آہ! ایسا درد جو دل کو اپنی ناخنوں سے کھرچ رہا تھا..... ظالم درد تھا کہ بڑھتا ہی جاتا تھا..... اس کا سانس رکنے لگا۔ اس نے منہ کھول کر سانس لینا چاہا اور گلے میں آنسوؤں کا پھندا سا لگ گیا۔
''وہ چلی گئی پاپا..... اس نے مجھے چھوڑ دیا.....'' وہ بلک اُٹھا۔
مراد کے چہرے پہ بے یقینی آئی..... انہوں نے بے ساختہ اس کے چہرے کو اپنے سامنے کرتے ہوئے بے یقینی سے دیکھا.....
''گل لالہ..... گل لالہ کی بات کر رہے ہو تم؟؟؟ گلِ لالہ کا نام دہراتے ہوئے وہ جیسے لڑکھڑا رہے تھے۔
بجیل کی آنکھوں میں ویرانی یوں تھی جیسے کوئی قبرستان ہو۔ وہ اب رو نہیں رہا تھا۔ بس ساکت سا چھت کو دیکھتا جا رہا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہتے جاتے تھے..... اس کی آنکھیں مُردنی لئے ہوئے تھیں۔ جبکہ اس کو تکتے مراد بے خبر سے اسے دیکھے جاتے تھے، ان کا ذہن ماضی کی طرف رواں تھا۔ (ایک سال پہلے)

✦✦✦

پہلا منظر

سیمی اور مراد دونوں ناشتے کی میز پہ خوشگوار موڈ میں بیٹھے تھے۔ ملازمہ ناشتہ سرو کر رہی تھی۔ سیمی نے چائے کا مگ اُٹھا کر سپ لیا اور خوشگوار موڈ میں گویا ہوئیں۔
''آپ نے بجیل کو دیکھا ہے؟'' انداز معنی خیز سا تھا۔
مراد نے آملیٹ کا ٹکڑا اٹھا کر منہ میں رکھا اور سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔
''اسے ہی دیکھ رہا ہوں، ویسے کن چکروں میں ہے وہ آجکل؟'' سوالیہ انداز میں انہوں نے بیوی سے دریافت کیا۔

pklibrary.com

''کیا سمجھ آرہا ہے ویسے آپ کو؟'' انہوں نے شرارت سے اُلٹا سوال کیا۔
''چکر تو لڑکی کا لگتا ہے۔'' وہ بھی ہنس کر بولے۔
''صحیح لگتا ہے'' سیمی نے سر ہلایا۔
''کون ہے وہ؟'' انہوں نے قدرے تجسس سے پوچھا۔
''کلاس فیلو ہے۔ آپ کو پتا ہونا چاہیے کہ اس عمر کی محبتیں عموماً یونیورسٹی کی کلاس میں پنپتی ہیں۔'' سیمی نے کہا۔
''جی ہاں۔ صحیح کہا آپ نے۔ تو اس کا مطلب ہے آپ کے صاحب زادے سے ہمیں ایک میٹنگ کرنا پڑے گی'' وہ شرارتی انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولے۔
''بالکل کیجئے میٹنگ..... اور ذرا ہمیں بھی تفصیل بتائیے کہ کیا ارادے ہیں بجیل کے؟''
''اسی وقت بجیل سجا سنورا سا مسکراتا ہوا اندر آیا اور قدرے اونچی آواز سلام کیا۔
''ہیلو پاپا!'' اس نے باپ کے کندھے پہ دھپ ماری اور دوسری طرف جُھک کر ماں کے ماتھے پہ بوسا دیا۔
ماں اور باپ دونوں پیار بھری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

✦✦✦

دوسرا منظر

مراد اور بجیل دونوں لان کی کُرسیوں پہ براجمان تھے۔ بجیل کے چہرے پہ ایک دلرُبا مسکراہٹ تھی۔ وہ بڑا سرشار نظر آتا تھا۔ خوش باش اور پُرسکون..... ہلکی سی چمکیلی دھوپ اس کے چہرے کو مزید چمکا رہی تھی۔ وہ اپنی مسکراہٹ سے انجان کہیں دور کھویا کھویا نظر آرہا تھا۔ تازہ محبت کا خمار اس کے چہرے پہ چھلکا پڑ رہا تھا۔ وہ یوں نظر آتا تھا۔ جیسے کسی دوسری دنیا کا باشندہ ہو۔ اس کے چہرے کی خُماری کسی زبان و بیان کی محتاج نہ تھی۔
مراد نے اسے خوش دیکھا تھا..... مگر اتنا پُرسکون اور مطمئن کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہ تو پیار سے یوں لبالب بھرا نظر آتا تھا۔ جیسے اسے سارے زمانے کی دولت مل گئی ہو۔
''کیا وہ بہت خوبصورت ہے؟'' انہوں نے اشتیاق سے پوچھا۔
بجیل ہلکی سی آہ بھر کے ہنسا..... پھر اس نے اوپر آسمان کو دیکھا اور سر کُرسی کی پُشت پہ ٹکا دیا۔
''مجھے وہ ساری دنیا سے زیادہ خوبصورت لگتی ہے۔'' اس کے انداز میں فخر تھا۔
مراد نے ٹھٹھک کر اُسے دیکھا۔ وہ کہیں سے اپنے آپ میں نہ تھا۔
''کیا بہت پیار کرتے ہو اس سے؟'' انہوں نے کھوجا۔
''پتہ نہیں یہ پیار کیا چیز ہے۔ میں اس لفظ کو اتنا سُن چکا ہوں کہ اس کی تاثیر اب مجھ پہ بے اثر ہو چکی ہے۔ میں تو بس اتنا جانتا ہوں کہ مجھے وہ نظر نہ آئے تو میرے آنکھیں بے نور ہوئی جاتی ہیں۔ وہ مسکرانا چھوڑے تو زندگی مجھ سے روٹھ جاتی ہے۔ وہ مجھے دیکھے نہ تو میرا وجود بے معنی سا لگتا ہے مجھے.....

pklibrary.com

اگر یہ پیار ہے تو مجھے اس پیار سے پیارا کوئی نہیں
اگر یہ عشق ہے تو مجھے اس عشق نے خاک کر دیا ہے
اگر یہ دیوانہ پن ہے تو اس دیوانے پن نے مجھے دنیا سے غافل کر دیا ہے۔
کبھی کبھی مجھے لگتا ہے کہ میں ایک بھٹکا ہوا سیارہ ہوں اور وہ میرا چمکتا ہوا سورج جس کے گرد پروانوں کی طرح چکرانا میرا مقدر ٹھہرا۔
''پاپا! یہ محبت کیا چیز ہے؟ کیا ہوتی ہے؟ انسان کو کیا سے کیا کر دیتی ہے؟ مجھے تو اس نے یوں بدلا ہے کہ مجھے خود کو دیکھ کر یقین نہیں آتا۔'' وہ بے خود سا بولتا گیا، پیار کی تشریح کرتا انہیں بہت بدلا بدلا سا لگا۔
مراد، جو اس کی باتوں میں کھو سے گئے تھے ایکدم جاگے۔
بجیل! بیٹے! کیا کر لیا ہے خود کو؟ اتنا دور کیوں نکل گئے ہو؟'' اُن کے لہجے میں اندیشے تھے۔ وہ بیٹے کے جذبوں کی شدت سے ڈر گئے تھے۔
''میں نے کب کیا ہے پاپا؟ کیا تو اس نے ہے۔ میں تو خود بے بس ہوں۔''
وہ آنکھیں آسمان پہ جمائے بے بسی کی تصویر بنا نظر آتا تھا۔
''کبھی ملاؤ ناں اس ساحرہ سے؟'' مراد نے اشتیاق سے کہا۔
''ابھی تو خود اس سے مل رہا ہوں، جس دن اسے دریافت کرنے میں کامیاب ہو گیا آپ سے ضرور ملواؤں گا۔'' اس نے یقین سے کہا۔
مراد نے اپنی مسکراہٹ سے اسے دیکھ کر سر ہلا دیا۔

✦✦✦

تیسرا منظر

سیمی اور مراد خوب بنے سنورے تیار سے نظر آ رہے تھے۔ آج بجیل کی خصوصی فرمائش پر وہ تیاری کے ساتھ اس ''ساحرہ'' کا انتظار کر رہے تھے۔ جو آج انہیں ملنے ان کے گھر آ رہی تھی۔ دونوں کے چہروں پہ بے چینی اور تجسس کے آثار نمایاں تھے۔ دونوں اپنے گھر کے ڈرائنگ روم میں صوفوں پہ بیٹھے تھے۔ مراد نے کلائی پہ نگاہ دوڑائی۔ وقت گزرتا جا رہا تھا..... سیمی نے دروازے پہ نگاہ دوڑائی جہاں سے کسی کی آمد تا حال متوقع نہ تھی۔
''مراد! آپ بجیل سے پوچھیں اور کتنی دیر انتظار کرنا ہوگا؟'' سیمی نے ذرا آف موڈ میں مراد سے کہا۔ وہ قدرے خفا سی نظر آئی تھیں۔
''پوچھتا ہوں۔ بیگم صاحبہ! ذرا پھری تلے سانس تو لینے دیجئے۔'' مراد نے جیب سے فون نکالتے ہوئے کہا اور بجیل کو کال کرنے لگے مگر کال جانے سے پہلے ہی دروازے میں اس کی صورت نظر آئی۔
مراد نے فون ایک طرف رکھا اور اُٹھ کھڑے ہوئے۔
''تم آ گئے بجیل؟'' انہوں نے بجیل کے پیچھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ نظریں کسی کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ اس لئے شاید انہوں نے بجیل کے چہرے پہ غور نہ کیا جو کہ بہت اُترا ہوا تھا۔

pklibrary.com

''تم اکیلے آئے ہو؟'' سیمی نے استفسار کیا۔
''وہ، نہیں آئے گی مما''۔ وہ صوفے پر دھپ سے بیٹھا۔
''کیوں؟'' سیمی کے انداز میں حیرت تھی۔
''اسے اچانک جانا پڑ گیا۔' وہ کافی بددل نظر آرہا تھا۔ نظریں اپنے شوز پہ جمائے بول رہا تھا۔
''کہاں؟'' مراد نے پوچھا۔
''اسے لالہ لینے آگئے تھے۔ شاید گاؤں گئی ہے''۔ اس نے خیال ظاہر کیا۔
''لیکن اس نے کمٹمنٹ کی تھی بجیل۔'' سیمی نے غصے سے کہا۔
''سوواٹ مما؟'' بجیل نے اُکتا کر انہیں دیکھا۔
''اسے اپنی کمٹمنٹ پوری کرنا چاہیے تھی۔ ہم یہاں انتظار کر رہے ہیں۔ کھانا تیار ہے اور.....'' سیمی جھلا کر بولتی جارہی تھیں جب بجیل نے درمیان میں ہی انہیں ٹوکا۔
''کمٹمنٹ میرے ساتھ تھی مما۔ آپ کیوں ہائپر ہو رہی ہیں؟'' اس نے بدلحاظی سے کہا۔
''بجیل.....!'' مراد نے تنبیہ کرتے ہوئے ٹوکا۔
''واٹ ایور''۔ وہ اکتائے ہوئے انداز میں اُٹھ کر باہر نکل گیا۔ سیمی اور مراد نے بے بسی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

✦✦✦

ماں اور میکہ! صفا سے کوئی پوچھتا..... جو دونوں لفظوں سے نہ آشنا تھی۔ نہ ماں کا لمس چکھا نہ میکہ کی رونق دیکھی۔ ''لغاری ہاؤس'' کی قید میں وہ سوچتی کہ کاش خالہ جدہ نہ جاتیں..... تو شاید میکے کے نام پہ کبھی کبھار وہ بھی ان یک طرف چلی جاتی۔ پرانے زمانے..... بیتے دِن..... ناصر اور فاخر کے ہاتھوں ہونے والی پٹائی..... خالہ کا اسے سب سے آخر میں بچا ہوا کھانا دینا اور پھر اس کی رخصتی! اس کے سوا اسے کچھ یاد نہ تھا.....
کبھی کبھی وہ سوچتی کاش فاخر اور ناصر سے مار کھا کھا کر وہ اتنی سخت جان نہ ہوئی ہوتی..... تو اویس کے پہلی بار ہاتھ اُٹھانے پہ ہی مر جاتی..... مگر زندگی ہمیشہ اس کے لئے کچھ نئی مشکل اپنی زنبیل میں تیار رکھتی تھی۔ اویس کے ساتھ اس کا بیوی کا کوئی رشتہ نہ تھا۔ وہ تو اس کی ذاتی جیل کی وہ قیدی تھی جس کے جرائم کی فہرست نکاح نامہ پہ دستخط سے شروع ہوئی تھی اور مسلسل لمبی ہوتی جاتی تھی..... کبھی کبھی وہ سوچتی اس سے تو اچھی ساتھ والے مراثیوں کی رُخسانہ تھی۔ جس کا شوہر پاپڑی چاٹ کی ریڑھی لگاتا تھا مگر دل کا اتنا امیر تھا کہ روز رخسانہ کیلئے گجرے لاتا اور رخسانہ اپنے ماں کی طرف آتی تو کبھی رات نہ ٹھہرتی اسے جانے کی جلدی رہتی اور شوہر کے نام پہ اس کے گالوں پہ کیسی لالیاں پھوٹتی تھیں۔ جبکہ صفا کا حال کیا ہوتا جب اویس کی گاڑی گیٹ سے اندر داخل ہوتی تھی..... اس کا رنگ زرد پڑ جاتا اور ٹانگیں لکڑی کی بن جاتیں۔ جب جب رات گہری ہوتی صفا کا دم اٹکتا..... وہ سوچتی خالہ جو کن نے کتنا جھوٹ بولا تھا کہ لڑکا ذرا غصے کا تیز ہے۔ اور ہتھ چھٹ..... اور بس!
اس کے سینے میں پھانس سی اٹک جاتی!!!

وہ ہتھ چھٹ کب تھا۔ وہ تو تشدد پسند تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ اسے کوئی نفسیاتی مسئلہ تھا۔ یا پھر وہ اپنے کئے پر پچھتاتا تھا۔ بلکہ وہ صفا کو مار کے، ذلیل کر کے گالیاں دے کر خوش ہوتا تھا اور یہ خوشی اس کے چہرے سے چھلکتی تھی۔

صفا بھی ایک سخت جان اور ڈھیٹ ہڈی تھی۔ وہ شروع شروع میں روتی بھی نہیں تھی مگر جوں جوں وقت گزرتا جارہا تھا اس کی ہمت کم ہوتی جارہی تھی۔ اس کا دل کرتا کاش وہ اسے پیار سے بلائے..... اس کا ہاتھ نرمی سے پکڑے..... کاش!!!

وہ اس کے بال نوچنے کی بجائے نرمی سے سہلائے، کاش وہ رات کارپٹ پہ سونے کی بجائے اس کے ساتھ اس جہازی سائز بیڈ پر اس کے بازو پر سر رکھ کر سو سکے۔ سخت سردی میں ٹھٹھرنے کی بجائے اس کے وجود کی گرمی سے خود کو ڈھانپ سکے..... اتنے سارے کاش نجانے کہاں سے اکٹھے کر لیے تھے۔ اس نے اپنے دل میں جن کا پورا ہو جانا قطعی طور پر نظر نہ آتا تھا۔ مگر امیدوں کا کیا ہے؟ امیدیں تو انسان ساری زندگی لگاتا ہے۔ وہاں بھی لگالیتا ہے جہاں سے پورا ہو پانا ممکن نہیں ہوتا۔ صفا کی آخری اُمید بھی اس دن ٹوٹی جب.....

''اویس! میں نے وہی سوٹ نکالا ہے جو آپ نے کہا تھا۔'' وہ دل کڑا کر اس کے سامنے بولی جواباً الٹے ہاتھ کا تھپڑ پڑا جس نے اسے لڑکھڑا کر رکھ دیا۔

''بکواس کر رہی ہو کُتیا.....'' اس نے کپڑوں کا ہینگر اس کے منہ پہ مارا۔

''میں نے تمہیں نیوی بلیو سوٹ نکالنے کو کہا تھا۔ یہ نیوی بلیو ہے؟'' اس نے صفا کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر کھینچا..... وہ درد سے کراہ اُٹھی..... شاید اسے رنگوں کا فرق نہیں پتہ چل سکا تھا..... رائل بلیو اور نیوی بلیو!

''مجھے نہیں پتہ چلا..... میں نکال دیتی ہوں'' اس نے آنسو روکتے ہوئے کہا۔

''نکالوں گا تو میں..... وہ بھی ان کپڑوں کو جو تیرے دماغ میں ہیں۔'' اس نے زور سے دھکا دے کر صفا کو زمین پہ گرا دیا۔ اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔

اویس مڑا اور ایک طرف رکھا اپنا بیلٹ اٹھالیا۔ صفا کی آنکھوں میں ہلکا سا خوف تیرتا ہوا نظر آیا۔ وہ بے ساختہ پیچھے کو کھسکی..... اویس نے بیلٹ کو آخری سرے سے تھاما یوں کہ اس کا بکل والا حصہ صفا کی آنکھوں میں لہرانے لگا۔

''کچھ نہیں صحیح کرنا آتا..... نہ میری پسند کا کھانا پکتا ہے تم سے، نہ ٹھیک سے کپڑے دُھلتے ہیں۔ نہ رنگوں کی سمجھ آتی ہے..... نہ گھر صاف کرنا آتا ہے بس زبان چلانی آتی ہے۔'' وہ زہر اُگل رہا تھا..... صفا کو حیرانی ہوئی۔ وہ تو اپنی طرف سے سارے کام ٹھیک کر رہی تھی۔

''میں نے تو کوئی زبان نہیں چلائی۔'' اس نے کمزوری وضاحت دی۔ اس نے صفا کی کوئی وضاحت نہیں سُنی۔ اس کا ہاتھ اُٹھا اور بیلٹ کی ظالمانہ ضرب صفا کے کندھے کی خبر لے گئی۔ صفا کی چیخ کمرے کی فضا میں دب گئی۔

لغاری ہاؤس نہیں جانتا تھا کہ ہر روز صفا نام کی لڑکی کے ساتھ کیا کیا جارہا تھا۔ اگلے روز اس نے

اویس کی فائل چھپادی۔ شعوری طور پر وہ اب انتقام کی آگ میں جل رہی تھی۔

✦✦✦

خودفریبی بھی عجیب رونق ہے
ایسا لگتا ہے کہ یہ پیڑ یہ برگد غم کا
ایک دو پل میں چلا جائے گا
دھوپ نکلے گی
تو سورج کی طرح
تُو کسی سمت سے ہنستا ہوا آجائے گا۔

کمرے میں جا بجا اوراق بکھرے ہوئے تھے۔ سفید ورق جن پہ نیلی روشنائی سے بہت خوبصورت لکھائی میں تحریر درج تھیں...... اور اس اوراق کے درمیان اُجڑا، بکھرا سا بیٹھا وہ شخص...... جو ہر سمت سے بے پرواہ ہو کر ایک ورق ہاتھ میں تھامے اسے دیکھے جا رہا تھا۔

وہ اردو کی کوئی اسائنمنٹ تھی۔ جس پر گلِ لالہ محمود کا نام بڑی خوبصورتی سے لکھا تھا۔

اس کی بے جان سی آنکھوں میں ہلکی سی روشنی چمکی اس نے بے ساختہ گل لالہ کے نام پہ ہاتھ پھیرا...... دل میں برچھی سی لگی۔ یوں لگا جیسے ہاتھ کسی کانٹوں کی باڑ سے اُلجھ گیا ہو۔ ہلکی سی جلتی جوت یکا یک بجھ گئی۔

✦✦✦

شگفتہ شگفتہ ——— رواں دواں
ابن انشاء
اچھی کتابیں
پڑھنے کی عادت ڈالیں
اردو کی آخری کتاب
خمار گندم
دنیا گول ہے
آوارہ گرد کی ڈائری
ابن بطوطہ کے تعاقب میں
چلتے ہو تو چین کو چلیے
نگری نگری پھرا مسافر
دخل در معقولات
لاہور اکیڈمی چوک اردو بازار لاہور فون: 042-37321690, 37310797
pklibrary.com

وہ بھاگتی ہوئی نیچے آئی اور تیز آواز میں دروازہ دھڑ دھڑانے لگی..... اس کے ماتھے سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ بڑی طرح رو رہی تھی۔

تیسری دستک پہ دروازہ کھل گیا۔ اور فریا کی صورت نظر آئی۔

فریا کی آنکھوں سے ظاہر تھا کہ وہ نیند سے جاگی تھیں۔

صفا کو دیکھ کر ان کے چہرے پر حیرانی آئی۔ پھر ترحم اور پھر افسوس انہوں نے فوراً پیچھے ہٹ کر اسے اندر آنے کا راستہ دیا اور اپنی شادی کے بعد پہلی بار صفا نے ان کا کمرہ اندر سے دیکھا۔ وہ سفید رنگ سے ڈھکا ہوا تھا۔ سفید دیواریں اور سفید براق بیٹ شیٹ...

انہوں نے صفا کو ایک طرف پڑے صوفے کی طرف دھکیلا۔

''کیا ہوا ہے؟'' وہ زخم کا معائنہ کرتے ہوئے بڑے ٹھنڈے انداز میں پوچھ رہی تھیں۔

''اویس نے مارا ہے۔'' وہ سسکیاں لیتے ہوئے بولی تھی۔ فریا کا چہرہ بے تاثر رہا۔

صفا کو ان سے ہمدردی کی جو امید تھی وہ پوری ہوتی نظر نہ آئی تو وہ آستین الٹ کر اسے اپنا جلا ہوا بازو دکھانے لگی۔

فریا ایک لفظ بولے بغیر اس کے ماتھے کی بینڈیج کرتی گئیں۔ پھر مرہم نکال کر اس کے بازو پہ لگانے لگیں۔ صفا بہتی آنکھوں سے انہیں دیکھتی رہی۔ پھر اس کے سامنے بیٹھ گئیں۔

''صفا! میری بات دھیان سے سنو!'' ان کا انداز سادہ ہموار اور دوٹوک تھا۔

صفا نے سر اُٹھا کر انہیں دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ کر اس کے گالوں پہ لڑھک رہے تھے۔

''تمہیں لگ رہا ہوگا میں بہت ظالم ہوں؟'' انہوں نے سوال کیا۔ مشکل سوال...

''نہ..... نہ۔ نہیں۔ ایسا تو نہیں ہے''۔ صفا نے انکار میں سر ہلا کر کہا اگرچہ اس کا رواں رواں ''ہاں'' کہہ رہا تھا۔

''تمہیں کیا لگتا ہے جو کچھ اویس کر رہا ہے میں اس سے بے خبر ہوں؟'' انہوں نے اگلا مشکل سوال کیا۔

صفا جواب دینے کی بجائے انہیں دیکھتی رہی..... فریا کے نین نقش بڑے مَن موہنے تھے..... اور رنگ ٹھہری ہوئی سفیدی جیسے رنگ ساز نے سفید بُرش دیواروں پہ مارتے مارتے ان کے چہرے پہ بھی چپکے سے پھیر دیا ہو۔

کتنی خوبصورت ہیں فریا.....! صفا کے دل سے بے ساختہ نکلا ''کاش ان کی ٹانگ.....؟؟؟''

''میں بے خبر نہیں ہوں'' فریا نے زور دیتے ہوئے کہا...

''مجھے سب نظر آتا ہے.....''

''تو پھر آپ کچھ کرتی کیوں نہیں؟؟؟'' صفا کا سوال اور اور سسکی ایک ساتھ نکلے۔

اور فریا کے چہرے پہ حیرانی پھوٹی...

''میں..... میں کیا کر سکتی ہوں؟'' انہوں نے ہاتھ دونوں اطراف میں پھیلا کر کہا...

صفا نے ان کے کھلے ہاتھوں میں بے بسی ماپی اور آہ بھری۔

''آپ تو بڑی ہیں ان سے۔ آپ انہیں سمجھا سکتی ہیں ناں''۔

pklibrary.com

صفا نے دوسرے ہاتھ سے گال صاف کرتے ہوئے بڑی آس سے کہا۔
فریاد بے بسی اور بے رحمی سے ملے جلے تاثرات سمیت ہنس پڑی۔
''دیکھو صفا! صاف صاف بات تو یہ ہے کہ خالہ جوگن نے جب رشتہ کروایا تھا تو میں نے ایک ایک بات انہیں بتائی تھی تاکہ کل کو ہمیں موردِ الزام نہ ٹھہرایا جائے۔ اس لیے میں اس معاملے سے بری ہوں۔ میں کچھ نہیں کر سکتی۔ یہ سب کی اب تمہیں عادت ہو جانی چاہیے۔'' وہ ٹھنڈے انداز میں کہہ رہی تھیں۔
صفا بے یقینی سے آنکھیں کھولے انہیں دیکھتی رہی۔
وہ اتنی ظالم کیسے ہو سکتی تھیں؟
اس نے دوبارہ فریاد کو دیکھا۔ وہ قطعاً پریشان یا پھر مضطرب نہ دیکھتی تھیں۔ بلکہ وہ پُرسکون تھیں۔
صفا جیسے آتش فشاں کی طرح پھٹی۔
''آپ ایسا کیسے کہہ سکتی ہیں؟ کس سب کی عادت؟ مار کھانے کی؟ یا پھر ذلت سہنے کی؟''
'کیوں؟ کیوں کھاؤں میں بلاوجہ مار؟ کیا قصور ہے میرا؟'' وہ بلند آواز میں چلانے لگی۔
فریا کو جیسے یقین ہی نہیں آیا کہ صفا ان کے سامنے اتنا گلا پھاڑ کر چلا بھی سکتی ہے۔ وہ بھڑک اُٹھیں۔
''آواز دھیمی رکھو۔'' انہوں نے انگلی اٹھا کر وارننگ دی۔ اور ان کی آواز میں کچھ ایسا تھا جس نے صفا کو ڈرا دیا تھا۔ وہ سہم کر چپ ہوئی۔
''اپنے مسائل خود حل کرو۔ مجھے درمیان میں لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور آج کے بعد میرے سامنے گلا پھاڑنے کی ضرورت نہیں۔ اگر نہیں رہنا چاہتی..... اور سہنا بھی ممکن نہیں تو واپسی کا راستہ کھلا ہے تمہارے لیے۔'' وہ طیش سے بول رہی تھیں۔
''اب تم جا سکتی ہو۔'' انہوں نے ہاتھ ہلا کر جیسے دفع ہونے کا اشارہ کیا۔
صفا بے جان ٹانگوں سے اُٹھ کر باہر نکل آئی۔ اس کا سر چکرا رہا تھا اور یکا یک بازو کی جلن بڑھ گئی تھی۔

✦✦✦

دور دور تک کھیتوں میں جہاں کبھی لہلہائے گندم کے خوشے اپنے سنہرے پن سے ماحول روشن کیا کرتے تھے وہاں اب ایک دانہ بھی ملنا محال تھا۔
وہاں صرف راکھ تھی، اور تباہی!!!
جلی ہوئی سیاہ راکھ..... سب کچھ جل کر خاکستر ہو چکا تھا۔
یہ جانے بغیر کہ یہ گندم کتنوں کا رزق تھی۔ کتنے بھوکے شکم تھے جن کو سیراب کرنے کا سبب بننے والی تھی..... کچھ بھی سوچے بغیر ظالموں نے اسے اپنے اندھے انتقام کی آگ میں جلا دیا تھا۔
سردار ہاشم الامین کی نظریں اس منظر پہ جمی ہوئی تھیں۔
اس کی آنکھوں میں ایک سرد ٹھہراؤ تھا اور اس کے پیچھے آگ تھی..... انتقام کی نیلی آگ!!!
وہ اپنی پجارو سے پشت ٹکائے کھڑا تھا۔ سیاہ شلوار قمیص میں کف کہنیوں تک اڑسے، کندھوں پہ سیاہ شال ڈالے اس کے چہرے پہ سنجیدگی تھی۔ ایسی سنجیدگی جس سے خوف آ رہا تھا اور شاید خوف آنا بھی چاہیے تھا۔

اس کے ساتھ کھڑے اکرام خان اور شہباز خان کے چہروں پہ بھی بے یقینی، خوف اور افسوس تھا۔
''اکرام!'' ہاشم نے اسے پکارا۔
''جی سردار صاحب!'' وہ ادب سے ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔
''اپنے آدمی بلاؤ..... اگر سردار محمود عالم کو انتقام لیا ہے تو میں اسے بتاؤں گا انتقام کا صحیح طریقہ کیا ہوتا ہے۔'' وہ ہموار لہجے میں بولا۔ وہ کہیں سے بھی پریشان نہ دکھ رہا تھا۔
اکرام کے چہرے پہ بے چینی آئی۔
''جو حکم سردار صاحب''۔ اس نے ادب سے سر ہلا کر کہا اور پیچھے ہٹ گیا۔
وہ جانتا تھا کہ دو آتش فشاں پھٹنے والے تھے اور تباہی کا شکار صرف دوسرے ہونے والے تھے۔
کاش سردار صاحب کے اُس پہ اتنے احسان نہ ہوتے۔ نہ وہ اس کے ابا کا علاج کروا رہے ہوتے تو اس کی بہن کی شادی کا سارا خرچہ اٹھایا ہوتا انہوں نے تو شاید اکرام ان کے سامنے زبان ہلانے کی گستاخی کر پاتا۔
اس نے افسوس سے سر جھٹکا اور دور کھڑے بیسیوں آدمیوں کو (جو کہ سردار صاحب کو گرد حفاظتی حلقہ سا بنائے کھڑے تھے)۔ اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔

✦✦✦

سردار محمود کے گھر میں کھانے کی میز کا منظر تھا۔ جہاں دنوں باپ بیٹا لمبی سی میز پر موجود تھے۔ دونوں اطراف میں خادمائیں کھڑی تھیں۔ ادب سے سر جھکائے دونوں ہاتھ باندھے، غلامی کا نشان!!!
دونوں باپ بیٹا ان خادماؤں سے بے خبر اپنی گفتگو میں مصروف تھے۔
''آپ کو کیسے لگتا ہے کہ سردار ہاشم الامین پہ اس حملے کا کوئی اثر ہوگا؟'' تبریز بحث کر رہا تھا۔
سردار محمود کے چہرے پہ کرخت مسکراہٹ آئی۔ مونچھوں تلے لب طنزیہ انداز میں سکڑ گئے۔
''میرا تجربہ تمہاری عمر سے دوگنا ہے، میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ گھائل شیر کی طرح ہوگا اس وقت..... زخمی..... گھائل اور ٹوٹا پھوٹا مگر ہار نہیں مانے گا..... دگنی طاقت سے حملہ کرے گا۔'' وہ یقین سے کہہ رہے تھے۔
''تو کیا کرے گا وہ؟'' تبریز نے تجسس سے پوچھا۔
''وہ نہیں کرے گا جو ہم نے کیا۔'' سردار محمود نے کہا۔
''وہ کیسے؟'' تبریز نے حیرت سے پوچھا۔
''وہ کچھ نیا کرے گا''۔ سردار محمود جیسے کسی ماہر تجزیہ نگار کی طرح بتا رہے تھے۔
''کیا؟'' تبریز نے فوراً پوچھا۔
''انتظار کرو۔'' انہوں نے سر جھٹکا۔
''انتظار کیوں؟ کیا ہمیں حفاظتی تدابیر نہیں کرنی چاہیں؟'' وہ بے چین ہوا۔
''تو تمہیں کیا لگتا ہے میں فارغ بیٹھا ہوا ہوں۔'' سب حفاظتی اقدامات اُٹھا کر ہی پُرسکون نظر آ رہا ہوں تمہیں''۔ وہ اس کے بے چین ہونے کو انجوائے کر رہے تھے۔

''آپ کے خیال میں وہ کیا کر سکتا ہے؟'' تبریز نے سوال کیا۔
''جو شخص بہن کے بدلے بہن لے اس سے تم توقع کر سکتے ہو کہ وہ انتقام چھوڑ دے؟'' انہوں نے تلخی سے کہا۔
تبریز کے ذہن میں سنسناہٹ سی ہوئی اور اس کا ذہن پیچھے چلا گیا...
بہت دن بیتے...... بہت ماہ...... شاید سال بھی۔ ہاں دو سال پہلے کی تھی۔
وہ اس حسینہ نازنین کے روبرو بیٹھا...... بے تابی سے اس کے جواب کا منتظر تھا اور وہ تھی کے بے پروائی سے کافی کے سپ لینے میں مگن تھی۔
''سحر! میں واقعی بابا سے بات کر چکا ہوں''۔ اس نے بے چینی سے اپنی بات دہراتے ہوئے زور دے کر بولا۔
''تبریز محمود عالم! میری بات سنو!'' اس نے کافی کا مگ ٹیبل پہ رکھتے ہوئے بڑے آرام سے بات شروع کی۔ یوں کہ تبریز کو لگا وہ یونہی آرام سے اس کا دل کچل ڈالنے کے بعد کافی کے گھونٹ بھر رہی ہوگی۔
''تمہیں ہی سن رہا ہوں''۔ وہ جتا کر بولا۔
وہ ہلکا سا ہنسی۔ جیسے اس کی چڑچڑاہٹ سے لطف اندوز ہوئی ہو۔
''میں تمہیں حقیقت سے بارہا آگاہ کر چکی ہوں''۔ اس نے کہا۔
''اور کیا ہے حقیقت؟'' وہ فوراً بولا۔
''ہمارے خاندان میں یوں رشتے ریوڑیوں کی طرح نہیں بانٹے جاتے۔ اگر کوئی بیٹی لینے آتا ہے تو پہلے اسے اپنی بیٹی دینی پڑتی ہے۔'' وہ بڑے فخریہ انداز میں بتا رہی تھی۔
وہ چونک گیا۔ ''کیا کہنا چاہتی ہو تم؟''
''ہاشم لالہ سے بڑی آپا ہیں۔ سبیکہ آپا...... جب سردار مقیت کا رشتہ ان کے لئے آیا تو ساتھ لالہ کے لئے سردار مقیت کی بہن عالیہ کا رشتہ بھی آیا تھا۔ تب یہ شادی ہوئی تھی''۔ وہ بڑے اطمینان سے بتا رہی تھی۔
تبریز کا دماغ جیسے بھک سے اڑ گیا۔
''یعنی؟ تمہارا مطلب ہے وٹہ سٹہ؟؟'' وہ بے یقینی سے پوچھ رہا تھا۔ دوسری طرف سحر نے اطمینان سے سر ہلا دیا۔
''لیکن جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے تمہارا ایک ہی بھائی ہے؟ ہے ناں؟؟؟'' تبریز نے پوچھا۔
''ہاں۔ لالہ اکلوتے ہیں۔'' اس نے کہا۔
''تو تم...... کہنا کیا چاہ رہی ہو؟'' وہ کھٹک گیا۔
''بات واضح ہے سردار تبریز محمود عالم! میرا نکاح تم سے اسی صورت ہوگا جب تمہاری بہن ہاشم لالہ کے نکاح میں آئے گی''۔ سحر دونوں ہاتھ میز پر رکھے آگے کو جھکے لفظوں پہ زور دیتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

✦✦✦

pklibrary.com

''تمہارا دماغ دُرست ہے تبریز!'' سردار محمود ہکا بکا سے اسے دیکھتے ہوئے بے یقینی سے کہہ رہے تھے۔
تبریز کی آنکھیں سُرخ اور متورم تھیں۔ یوں لگتا تھا کہ وہ بہت روتا رہا تھا۔ اس کا چہرہ بے حد مُرجھایا ہوا لگ رہا تھا۔
سردار محمود کو جب اپنی بات کا جواب نہیں ملا تو انہوں نے غور سے بیٹے کے چہرے کا جائزہ لیا تو ٹھٹھک سے گئے۔ وہاں جواب نہیں صرف سوال تھا۔
اور کیا تھا یہ سوال!
اپنی محبت کا سوال!
اپنا آپ سحر کے آگے رسوا نہ کرنے بھیک!
ان کا سر بے ساختہ نفی میں ہلا۔
''نہیں تبریز..... نہیں''۔
تبریز کی آنکھیں بھیگ گئیں۔
''بابا.....'' اس نے جیسے فریاد کی۔
''تبریز..... یہ ظلم ہے۔'' وہ کانپ سے گئے۔
''کیسے؟'' وہ بے چین ہوا۔
''ہاشم شادی شدہ ہے''۔ انہوں نے جیسے یاد دلایا۔
''اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟'' خود غرضی تبریز کے وجود پہ حاوی نظر آتی تھی۔
''وہ میری بیٹی ہے'' انہوں نے ''بیٹی'' پہ زور دیا۔
''وہ آپ کی بیٹی نہیں ہے۔'' تبریز نے آپ کی پہ زور دیا۔
سردار محمود عالم کو جھٹکا لگا۔ وہ سکتہ زدہ سے بیٹے کو دیکھتے رہ گئے۔

✦✦✦

21 سال پہلے

سردار محمود عالم سکتہ زدہ سے گاڑی میں بیٹھے تھے۔ گاڑی سڑک پہ تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی...
ابھی کچھ دیر پہلے وہ پرائیویٹ ہاسپٹل کے کمرے میں تھے جہاں گائنا کالوجسٹ نے زہریلے الفاظ ان کے کانوں میں اُنڈیلے تھے۔
''میں نے چھ ماہ پہلے ہی آپ کو آگاہ کیا تھا کہ یہ بچہ بہت بڑا رسک ہوگا۔ وہ وقتاً فوقتاً بھی میں آپ کو آگاہ کرتی رہی ہوں کہ آپ کی مسز کی حالت شدید خطرے میں ہے۔ اب میں آپ کو اللہ کے سوا کوئی امید نہیں دلا سکتی۔ دعا کیجئے۔'' وہ بڑے پیشہ ورانہ انداز میں کہہ کر آگے بڑھ گئیں۔ وہ نڈھال سے وہیں بیٹھ گئے۔
ان کی نظروں کے سامنے ڈیڑھ سال کا تبریز آ گیا۔ ان کا پہلا اور اکلوتا وارث!
اور دوسرا بچہ؟

pklibrary.com

یہ ان کے جوانی کے دن نہیں تھے..... وہ اس وقت اکیالیس (41) سال کے تھے..... خاندانی دشمنیوں کی وجہ سے ان کی شادی بہت تاخیر سے ہوئی تھی اور شادی کے بعد ان کی سب سے بڑی خواہش یہی تھی کہ وہ جلد از جلد صاحب اولاد ہو جائیں۔ جب تبریز پیدا ہوا تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اکیالیس دن تک حویلی میں لنگر پکتا رہا..... جب بچے کا عقیقہ ہوا تو پتا چلا کہ بچہ پیدائشی طور پر کمزور تھا۔

سردار محمود کی ساری خوشی ماند پڑ گئی۔ فوری طور پر مختلف ڈاکٹرز سے کنسلٹ کا گیا۔ تفصیلی طبی معائنے کے بعد پتا چلا کہ وہ صرف کمزور تھا۔ اسے خدانخواستہ کوئی بڑی اور سنجیدہ بیماری نہ تھی۔ سردار محمود کی جان میں جان آئی۔ مگر اس کے ساتھ ہی ان کے دل میں عجیب سا عدم تحفظ پیدا ہو گیا۔ ان کی شدید ترین خواہش اب بس یہی رہ گئی کہ جلد از جلد ان کا ایک اور وارث اس دنیا میں آ جائے۔ تا کہ دونوں بھائیوں کی جوڑی بن جائے۔

ان کی جلد بازی نے ہی انہیں یہ دن دیکھایا تھا۔

آج جبکہ تبریز صرف سوا سال یعنی ایک سال اور دو ماہ کا تھا تو ان کی زوجہ..... سکینہ بانو دوسرے وارث کو جنم دیتے ہوئے گزر گئی۔

لیڈی ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ یہ بچہ خطرہ تھا۔ اس کے حمل کے ابتدائی مہینوں میں ہی انہوں نے سردار محمود کو خبردار کیا تھا کہ سکینہ بانو اتنی جلدی نئے بچے کی متحمل نہیں ہو سکتیں۔ مگر انہوں نے ڈاکٹر کی بات کو سنجیدگی سے نہ لیا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ انگریزی بولنے والی ڈاکٹر یونہی چھوٹی چھوٹی بات پہ ڈرا دیتی ہیں۔ اس لئے انہوں نے اس کی بات کو ایک کان سے سُن کر دوسرے سے نکال دیا تھا۔

کاش دماغ میں رکھا ہوتا تو آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔

✦✦✦

ایک سال اور چند ماہ کا تبریز..... ان کے دل کا ٹکڑا۔

سکینہ بانو..... ان کی بیوی..... تبریز کی ماں، جس کی میت ان کے سامنے دھری تھی۔

ان کی آنکھوں کے آگے دھندسی چھا رہی تھی۔ میت ایک نہیں دو تھیں..... دوسری میت؟

انہوں نے پتھرائے ہوئے انداز میں اپنی نوزائیدہ بیٹی کے مردہ چہرے کو دیکھا جو بالکل سفید پڑی ہوئی تھی۔

✦✦✦

دُشمنی!
وہ آگ ہے
جو جلا دیتی ہے
ہر شے کو
ہر رشتے کو
ہر خواہش کو
اور بنا دیتی ہے راکھ

pklibrary.com

ہر ذی نفس کو
ہر فصل کو
اور ہر زمین کو
دشمنی سے
نہیں حاصل کر سکا
آج تک کوئی بھی
خوشی
سکون
اور!!!
طمانیت.....!
یہ بھر دیتی ہے
ذی نفس کو بے انت
بے سکونی
اور
بے چینی سے

وہ چار آدمی تھے جو جھکے ہوئے تھے۔ ایک میز پر..... ذرا غور کرو تو پتا چلتا تھا کہ اس میز پر ایک رنگین نقشہ پھیلا تھا۔ یہ نقشہ ''لال حویلی'' کا تھا۔

''لال حویلی''، جن کے لعل اس بات سے قطعی بے خبر تھے کہ ان کے ساتھ کیا پیش آنے والا تھا۔

چاروں آدمی مختلف رنگوں کے مارکرز سے نقشے پہ جگہ جگہ نشان لگا کر زور و شور سے آپس میں کچھ بحث کرنے میں مصروف تھے۔

یہ نقشہ ایک منصوبہ تھا..... 'لال حویلی' کی تباہی کا منصوبہ!

سردار ہاشم الامین نے صحیح کہا تھا۔ سردار محمود کو واقعی سیکھنے کی ضرورت تھی کہ انتقام کیسے لیا جائے؟

اور اب اس کے آدمی بخوبی یہ سبق سردار محمود کو سکھانے والے تھے۔

✦✦✦

یہ ''لغاری ہاؤس'' کا منظر تھا جہاں اس وقت ٹی وی لاؤنج میں نصب بڑی سی ایل سی ڈی پر نیوز چل رہی تھیں۔ اینکر چلا چلا کر بار بار ایک ہی خبر دہرا رہی تھی۔

نیچے چلتی پٹی پہ نیوز کا ریڈ الرٹ بار بار چل رہا تھا۔

لاؤنج میں موجود زیبو، فریا اور صفا ساکت مجسموں کی مانند نیوز چینل کو تکتی جا رہی تھی۔

''ڈی ایس پی اویس لغاری پولیس مقابلے میں شہید''۔

(باقی آئندہ)

✦✦✦

قفس سے رہائی

آمنہ بانو

pklibrary.com

رات کی تاریکی اپنے جوبن پر تھی..... آسمان کے سینے پر سجا چاند اشرفیوں سی روشنی اس پہ بکھیر رہا تھا۔ سنہری پر نور روشنی..... وہ جو ساڑھی کو سنبھالے تیز قدموں اور دھڑکتے دل کے ساتھ دہلیز پار کر آئی تھی.....

بنا کسی منزل کے بنا کسی پتے کے..... وہ نہیں جانتی تھی کہ اسے کہاں جانا ہے۔ کس شہر کی نگر کس دیس..... بھیگے موسم کی سلی سی زمین اس کے قدموں سے سرکتی اک نئی تاریخ رقم کر رہی تھی..... مہینہ دسمبر سن بتیس۔

ہوا میں گزری شب ہوئی بارش کی دھیمی دھیمی سی مہک تھی..... اس کے مہندی لگے ہاتھوں اور پیروں کی مہلک نازک پازیب کی چھنکار نے مل کر ماحول کو مزید پر خطر بنا دیا تھا..... تانگہ اس کے قریب رکا۔

''بیٹا کہاں جانا ہے.....'' بزرگ نے مشکوک نظروں سے اس کا جائزہ لیا وہ چونکی جیسے کسی گہرے خیال سے جاگی ہو..... خالی نظروں سے اسے دیکھا۔

''رات کے پہر گھر سے باہر رہنا ٹھیک نہیں..... بتاؤ کہاں جاؤ گی.....''

اب کے حالات کا اندازہ لگا کر نرمی سے سمجھایا تھا.....

ما۔ مہابلیشور۔ آواز کی لرزش پہ قابو پانا محال ہوا

''چلو آؤ میں چھوڑ دیتا ہوں.....'' اس نے تانگے کی لگام کھینچی وہ سمٹی سمٹائی تانگے کے پیچھے جا بیٹھی.....

نفرت وہ جذبہ ہے جو امر ہوتا ہے موت سے پاک..... اور آج وہ وہی جذبہ اک ایسے دل میں جگا آئی تھی جو صرف اس کے لئے دھڑکتا تھا اور اس کا دل سرکتی زمین پہ نظریں ٹکائے وہ سوچوں کی یلغار میں اُلجھی نئے راستوں پہ گامزن تھی..... کچھ خوف کچھ وسوسے دل میں میں بسائے..... کاجل آنکھوں سے بہنے لگا فضا میں رچی بارش کی بساند اس کی دھڑکن روکنے لگی..... چھوٹی سی گلیاں تھیں دونوں اطراف ماچس کے ڈبوں جیسے چھوٹے چھوٹے گھر جن کی دیواریں اک دوجے سے ملی اندر کا حال بخوبی سناتی تھی اور گلیوں پہ ڈالی چھت جس نے گھٹن و تعفن زدہ محال کو جنم دے رکھا تھا۔ چند عورتوں نے گلی میں ہی چارپائیاں بچھا رکھیں تھیں جن پر وہ ساری جمع ہو کر خوب بولتیں اپنے ماضی کو یاد کرتیں، اپنوں کو کوستی تھیں یہ اتر پردیش کا چھوٹا سا گاؤں تھا۔ جس میں قطار در قطار بنے کھولیوں میں کئی ہندو گھرانوں کے ساتھ ساتھ چند ایک مسلم گھرانے بھی اپنی سفید پوشی کا بھرم رکھے زندگی کو نکیل ڈالے گھسیٹ رہے تھے یہ الگ بات کہ ہر اٹھائے قدم کے ساتھ زندگی کی لگام ان کے ہاتھوں سے سرکتی تو تھی پر الگ نہیں ہوتی تھی..... من چاہی زندگی اور من چاہی موت بھلا کسے ملتی ہے..... ساری دنیا سے خفا سرنین راج ہنس نے کہا.....

پھیکی پڑتی سفیدی ڈھلکنے پر اور اداسیوں سے پر چہرہ.....

کبوتروں کو دانہ ڈالتی وہ چونکی..... بڑی بڑی آنکھوں سے راج ہنس کو دیکھا۔ مجھے نہیں پتا کہ کسی کو ملتی ہے یا نہیں..... مگر مہ لقا کو من چاہی زندگی ہی چاہئے تھی..... موت تو کسی بھی حال میں آ جائے من چاہی ہی ہوتی ہے کیونکہ تب آپ بے بس ہوتے ہیں اور اسے قبول کرنے کے سوا کوئی چارا نہیں ہوتا..... مگر زندگی منچھوں کے بغیر کبھی من چاہی نہیں بن سکتی اور اسے زندگی کو من چاہا بنانا تھا.....

اتر پردیش کی کھولیوں میں رہنے والی مہ لقا

کوزندگی من چاہی چاہیے تھی بھلا کیونکر.......

سورج کی چھن کر آتی دھوپ سندری کے درخت تلے بیٹھی مہ لقا کے وجود پہ اشرفیوں کی صورت گر رہی تھی جو کسی گہری سوچ میں گم کبوتروں کو دانہ ڈالنا بھول کر غیر مرئی جگہ پہ نظریں مرکوز کیے محو خیال تھی......

''کیا سوچ رہی ہو مہ لقا......'' وہ چلتا ہوا اس تک آیا۔ نظریں چراتے پوچھا...... اُف یہ دل بھی نا محبوب کو دیکھ کر ادھم برپا کر دیا ہے کہ پھر سنبھالے نہیں سنبھلتا۔

'' کچھ خاص نہیں'' وہ چونکے بنا بولی جیسے جانتی تھی کہ ابھی آ کر وہ پوچھے گا۔

''اداس ہو پھر'' وہ مچلا بے چین ہوتا اس کے قریب آ بیٹھا۔ سنہری دھوپ دونوں پہ گرتی سندری کے درخت کا سایہ کم کرنے لگی۔

''شاید'' گومگو کی کیفیت میں جواب دیا جیسے وہ فیصلہ نہ کر پا رہی ہو کہ بتائے یا چھپائے۔

''کیا بات ہے مہ لقا......'' بے چینوں بھری آواز پر اس نے اب کے گردن پھیر کر قریب بیٹھے سارنگ کو دیکھا اور جیسے محبت خوشبوؤں کا لبادے پہنے محو رقص ہوئی۔

''محبت کیا ہے سارنگ۔'' کھوئی سی آواز بجلیاں گرا گئی...... خوبصورت احساس ہے اک جذبہ ہے جو کسی بھی وقت کسی بھی لمحہ اندر کہیں بیدار ہو کر انسان کو غلام کر سکتا ہے۔

سندری کا درخت محبت لفظ پہ سراپا محبت بنا۔

''غلام۔ یعنی محبت بادشاہ ہوئی پھر۔ ''سوچتے ہوئے پوچھا سارنگ کو جان نکلتی محسوس ہوئی سیاہ بالوں کی کئی آوارہ لٹیں رخسار سے ہوتیں مہ لقا کے لب چھونے لگیں تھیں......

''ہاں! اک ایسا بادشاہ جس کا غلام تو ہر کوئی بننا چاہتا ہے مگر یہ اپنی غلامی میں کسی کسی کو ہی لیتا ہے اور جس کو یہ ہے غلام کر لیتا ہے نا تو پھر'' وہ رکا اندر کہیں اُبھرتا مہ لقا کے لئے محبت کا جذبہ اسے خاموش کرا گیا......

''تو پھر کیا۔'' بے چینی سے پوچھا سورج سے دیئے آنکھوں میں جلنے لگے تھے۔

''تم نے پہلے بھی محبت پہ بات نہیں کی تو اب کیوں۔'' اس نے نظروں کے ساتھ بات بدلی۔ کہیں وہ اس کے اندر بستی محبت کو نہ جان لے۔

''یونہی سوچا کم بخت محبت کو بھی جاننا جائے......'' نظریں چرائیں ...... انداز سرسری سا کیا۔

''محبت کم بخت نہیں ہوتی۔'' وہ پلٹ کر رد کر بولا۔

بھلا جو محبت بچپن سے اس کے اندر بسی تھی وہ اس کی بے عزتی کب سہہ سکتا تھا۔

''اچھا! تو کیا وہ انسان کم بخت ہوتا ہے جو محبت کی راج داری کرتا ہے۔'' کبوتروں کا دانہ بے دلی سے زمین پر بکھرتی وہ اٹھی...... سندری کے درخت سے دور ہوتی سارنگ کے قریب جا کھڑی...... سندری کا نور مدھم پڑنے لگا جیسے وہ اس کے لئے ہی زندہ ہو۔

''شاید'' اب کے اداسیوں نے سارنگ کو راز دار بنایا تھا۔

''تو تم دعا کرو سارنگ کہ مہ لقا کبھی کم بخت نہ ہو۔''

نم ہوتی آواز مضبوط انداز اٹل نگاہیں جیسے اسے کچھ جتا گئیں تھیں یا پھر اسے اس کی اوقات یاد دلا گئی تھیں وہ سمجھ نہ سکا بس خونظروں سے سندری کے درخت کو اداسیوں میں ڈوبتا دیکھنے لگا۔

''بٹیا۔ ماہلشیو آ گیا ہے۔''

وہ گہری سوچوں میں گم تھی جب باقاعدہ بزرگ نے اسے ہلا کر کوئی تیسری بار کہا تھا وہ

paklibrary.com

چونکی بڑی بڑی آنکھیں مزید روشن ہوئیں۔

''اب یہاں سے کہاں جانا ہے.....'' اس نے پوچھا اور خالی الذہنی سے انہیں دیکھتے گئی۔ پھر سڑک کے اطراف بنے سے کھڑے پہاڑوں کو حیرت سے تکا۔

وادی میں بادلوں کی راج دھنی تھی یوں جیسے کسی بھی وقت برس کر جل تھل کر دیتے..... وہ سوچنے لگی اسے کہاں جانا ہے..... بزرگ اکتا گئے۔

''تم اترو یہیں سے ٹرام میں سفر کر لینا.....'' بے زاری سے کہا۔

وہ ٹانگے سے اتری زیوروں کی چھنک نے کئی لوگوں کو مڑ کر دیکھنے پر مجبور کر دیا..... اور اس نے بھی دیکھا یقیناً وہ نظریں نہیں ہٹا سکا..... سرخی مائل رنگت بڑی بڑی آنکھیں، لمبا ناک چمکتا لونگ، بنارسی کی ساڑی اور کبوتری جیسے پیروں میں کھسہ پہنے وہ شہزادیوں جیسے آن بان رکھتی تھی..... بلاشبہ وہ بہت حسین تھی نظر لگ جانے کی حد تک حسین..... اک بار دیکھنے والی نگاہیں ہٹنا بھول جاتیں مگر کیا اس کا نصیب بھی اتنا ہی حسین تھا.....

چمکتے چاند نے تجسس سے پوچھا اور بادلوں میں چھپ گیا.....

مٹھی میں قید پیسے کو بنا گنے بنا دیکھے اسے بزرگ کی طرف بڑھا دیا..... پہلے وہ اس کی دماغی حالت پہ شک کرتے رہے پھر اپنا کرایہ نکال کر باقی رقم اسے لوٹا دی۔

''رام کی قسم کبھی اجرت سے زیادہ نہیں لیا ہم نے..... یہ لو۔''

کہتا وہ ٹانگے کی لگام کھینچے نظروں سے اوجھل ہو گیا..... ٹرام میں بیٹھ کر وہ وادیوں میں سے ہوتی افضل خاں چلی آئی صبح کی سفیدی نے آسمان کو اپنے گھیرے میں لے لیا تو نور چاروں طرف بکھر کر صبح کا پیغام دینے لگا.....

اونچے اونچے پہاڑوں کو حیرت سے تکتے وہ اس چہرہ کو ڈھونڈنے لگی جس کے لئے وہ یہاں تک آئی تھی..... پورا ہندوستان راکھش بنا اس کی سانسوں پہ سوار تھا۔ وہ وہاں سے چلتی ہوئی تھک کر سڑک کے کنارے بنے ہوٹل کی طرف آ گئی..... خاموشی سے بیٹھے بیٹھے اس کی کمر اکڑ گئی..... نہ کوئی راستہ تھا نہ منزل..... جس یک طرفہ محبت کا ہاتھ تھامے وہ یہاں تک آئی تھی وہ یکدم اسے ہاتھ سے پھسلتی محسوس ہوئی..... یکدم بارش برسنے لگی..... موسلا دھار بارش..... بادل زور سے گرجنے لگے..... لوگ دکانوں، ٹھیلوں سے نکل کر اپنے اپنے گھر بھاگنے لگے۔ بجلی چمکتی دن میں بھی تاریکی کر گئی..... چمکتا سورج بدلی میں چھپا جیسے سہم سا گیا..... موٹی موٹی بارش زوروں سے برستی جیسے زمین کو خود سے دوری کی سزا دینے لگی..... اسے اپنا سر چکراتا محسوس ہوا..... اس نے کچھ خوف سے آسمان کو دیکھنا چاہا تو برستی بارش کی موٹی موٹی بوندوں نے کام کر دیا..... وہ وہیں گر گئیں ہوش و خرد سے بیگانی ہو گئی.....

''مہ لقا..... مہ لقا.....''

مدھو اسے پکارتی کھولی سے نکلی تو گلی میں کھیلتے گندے اور غلیظ بچوں کے ساتھ کھیلتی مہ لقا اسے نظر آئی..... کیچڑ میں لتھڑے پیر بارش کی بوندیں خود محسوس کرتی وہ دونوں بازو پھیلائے گول گول گھومتی بند آنکھوں سے مسکراتی اسے کسی اور دنیا کی لگی..... ہاف بازو دودھیا بازو کی رنگت کو نکھارتے لمبے بال کی آبشار کی طرح کچھ کمر پہ چپکے اور کچھ گردن سے ہوتے سامنے آ کر اس کے پیٹ کے گرد تقریباً لپٹے تھے ناک میں چمکتا لونگ وہ کتنی ہی دیر مبہوت سے اسے دیکھے گئی..... تبھی تب جب اماں نے کھولی سے اک

مکا اس کی پتلی کمر پہ رسید کیا..... ساتھ ہی چلا کر کہا تھا.....

''کیا بت بن گئی ہے..... اے بھگوان تو ہی ان لڑکیوں کو عقل دے دے.....'' وہ درد سے کمر سہلاتی اس تک آئی جو اماں کی آواز پہ آنکھیں کھولتے کھولی کے پھٹے پردے سے سر نکالے کمر سہلا رہی تھی۔

''کیا ہوا.....'' نا سمجھی سے پوچھا۔

''مائی بلا رہی ہے تجھے.....'' غصے سے کہا اور پیر پٹختی کھولی کے اندر گم ہوگئی۔

''بڑی ہوگئی ہے تو کتنی بار کہا ہے تجھے اس طرح گلی میں بغیر ڈوپٹے کے نہ نکلا کر سمجھ نہیں آتا تجھے.....'' گیلے بالوں سے پکڑتے کہا تھا وہ درد سے بلبلا اٹھی..... دیوار سے کان لگائے بیٹھا سارنگ اسے بچانے کے لئے تیزی سے اُٹھا تو ہاتھ میں موجود گرم سی چائے اسے جلا گئی..... پر خبر کسے تھی۔

''تائی آپ نے آج بھوانی مندر جانا تھا نا۔'' اس کے پکارنے پہ مائی نے اس کے بال چھوڑے تو وہ سارنگ کے اشارے پر اندر بھاگی۔

''اے رام۔ میں تو بھول ہی گئی تھی پر اب تو بارش ہو رہی ہے.....'' انہوں نے غصے سے زمین بکھرتے قطروں کو دیکھا۔

''کچھ نہیں ہوتا میں آپ کو لئے چلتا ہوں آپ آجائیں چھاتا لے کر.....''

''بھگوان تجھے سکھی رکھے اچھا میں آتی ہوں.....'' تیزی سے چھاتا لے کر وہ لڑکیوں کو بتاتی باہر نکل آئی.....

سارنگ بچپن سے لے کر اب تک تیرا سایہ بنا رہا ہے اب تجھے بچانے کے لئے مائی کو بھوانی مندر لے کر گیا ہے جبکہ کہ کل اس کا پیپر میں؟؟؟

لگی تھی جس کی وجہ سے وہ چل تک نہیں پا رہا تھا۔

گیلے بالوں کو خشک کرتی مہ لقا سے کہتی وہ صحن میں بڑے بڑے برتن رکھنے لگی تا کہ بارش کا پانی جمع کر سکے جس کے بعد میں استعمال میں لایا جا سکے۔

''دوست ہے نا اسی لئے'' لاپرواہی سے کہتے تولیہ چارپائی پہ پھینکا اور شیشے میں دیکھتی بات بنانے لگی..... مدھو نے دکھ سے اسے دیکھا۔

''دوست تو وہ میرا ابھی ہے پر اس نے کبھی میرے لئے ایسا نہیں کیا.....''

''تو اسے پتا ہوگا کہ کیوں نہیں کیا..... مجھے کیا خبر''

بال بنا کر ڈوپٹہ گردن پہ لپیٹا تھا.....

''تمہیں پتہ تو ہے خیر..... انجان بن رہی ہو.....'' وہ چلتی ہوئی اس تک آئی۔ کچھ باتوں میں انجان بننے میں ہی بہتری ہوتی ہے ہمارے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی.....

''محبت سے انکار ذلیل کرتا ہے مہ لقا.....''

''میں نے اسے کہا مجھ سے محبت کرے.....''

''محبت کسی کے کہنے سے نہیں ہوتی.....''

''میرے دل میں اس کے لئے کچھ نہیں ہے مہ لقا'' اعتراف کیا انداز ہمیشہ کی طرح اٹل تھا۔

''اس کے دل میں تو ہے اسی کا احترام کرلو۔'' تڑپ کر کہا۔

''محبت احترام نہیں ہوتی مدھو..... میں نے کبھی اسے اپنے رویے سے یہ احساس نہیں دلایا کہ میں اسے چاہتی ہوں اس کے بعد بھی وہ مجھ سے محبت کرتا ہے تو یہ اس کی غلطی ہے میری نہیں.....'' شان بے نیازی سے کہا۔

وہ دکھ سے نچلا لب کاٹ کر رہ گئی.....

''یہ غرور ہے مہ لقا'' تڑپ کر کہتے اس کا

راستہ روکا بے آواز آنکھوں کے کنارے بھیگے تھے.....

''اور غرور مجھ پہ سجتا ہے مدھو۔'' ترکی بہ ترکی کہا۔

''غرور ذلیل کرواتا ہے.....'' ناراضگی و غم سے کہا۔

''تو تم چاہتی ہو میں ذلیل ہوں صرف اس لئے کہ سارنگ کو ٹھکرا کر۔''

''رام نہ کرے..... میں ایسا کیوں چاہوں گی۔''

بے اختیار اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا اس کی پیاری بہن۔

''مجھے سے سارنگ کی وکالت مت کیا کرو'' غصے سے کہا۔ وہ باہر نکل گئی۔

''میں سارنگ کی نہیں محبت کی وکالت کرتی ہوں.....'' وہ بڑبڑا کر رہ گئی دل انجانے دکھ سے بھرنے لگا تھا۔

✦✦✦

اس نے آنکھیں کھولیں..... بٹر سے بنی چھت اس پہ سجا پنکھا..... اس نے اپنے قریب دیکھا۔ بزرگ چہرے پہ شفقت سجائے وہ عورت محبت بھری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ پاس کھڑی تانیہ نے محبت سے خاموش سی لڑکی کو دیکھا..... جو خالی نظروں سے انہیں دیکھنے لگی تو بزرگ خاتون نے تعارف کروایا۔

''میرا نام آمنہ بی ہے اور یہ میری بہو ہے تانیہ۔ میرا صرف ایک ہی بیٹا ہے اور یہ اس کا بیٹا ہے حمزہ۔'' انہوں نے مسکرا کر دو سالہ حمزہ کو دیکھا جو ماں (تانیہ) کی گود میں چڑھا شرارت بھری نظروں سے خاموش پری کو دیکھ رہا تھا۔

سنہری آنکھیں، چمکتے بال اور رخسار پہ پڑتا ڈمپل ماں کی نسبت وہ بہت خوبصورت سا بچہ تھا خاموش پری نے دل ہی دل میں اعتراف کیا۔

''میں اپنے بیٹے کے ساتھ بازار گئی تھی خریداری کرنے تو تم ہمیں بے ہوش ملی برستی بارش میں..... مجھے لگا شاید تم تنہا ہو تو اسی لئے تمہیں اپنے گھر لے آئی تم اسے اپنا ہی گھر سمجھو اور بے فکر ہو جاؤ تم محفوظ ہو۔''

خود کو غیر محفوظ کرنے کے بعد بھی وہ محفوظ تھی..... وہ خالی خولی نظروں سے انہیں دیکھتی رہ گئی.....

''تم پریشان نہ ہو ہم ہیں نا تمہارے پاس۔ تانیہ محبت سے کہتی خاموش و اداس پری کے پاس آ بیٹھی.....

''مما یہ..... پری ہیں۔'' ننھے حمزہ نے توتلی آواز میں پوچھا تو تانیہ مسکرا کر اسے چومنے لگیں۔

''جی یہ پری ہیں.....'' محبت سے جواب دیا۔

''تم اسے پکڑو۔ میں تمہارے لئے کھانا لے آتی ہوں.....'' حمزہ کو اس کی طرف بڑھایا جسے وہ محبت سے تھام گئی نجانے کیوں وہ بچہ اسے بہت اپنا اپنا سا لگا تھا۔

''کیسی ہے وہ.....'' وہ کمرے سے نکل کر کچن کی طرف بڑھی تھی جب شاہ میر نے اس کی کلائی سے پکڑتے پوچھا۔

''ہوش تو آ گیا ہے مگر بہت پریشان اور اداس لگ رہی ہے۔ پتہ نہیں کون ہے کیا نام ہے اور کیا ہوا ہوگا بچاری کے ساتھ.....''

وہ پریشانی سے بولتی مڑ کر کچن کی طرف چلی آئی جہاں وہ بھی اس کے پیچھے چلتا ہوا آیا تھا۔

''ہاں پریشان تو لگ رہی تھی خیر شام تک گھر وغیرہ پوچھ کر رخصت کروا اسے۔''

سیب چباتے کہا تانیہ چونکتے مڑی۔

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں شاہ میر۔ وہ ایک مصیبت زدہ لڑکی ہے پتہ نہیں کن حالات کی ماری ہے جان پہچان بیشک نہ سہی مگر انسانیت کا رشتہ تو ہے۔''

وہ انتہائی دکھ سے بولی۔ تو وہ یکدم پشیمان ہوگیا۔

''میرا یہ مطلب نہیں ہے تانیہ مگر۔'' وہ کچھ کہتا رک گیا پھر اس کے ہاتھ تھامتے کہا۔

''تمہیں اور اماں کو جو سہی لگے وہی کرو..... بس مجھے مت بھول جانا۔''

آخر میں شرارت سے کہا تو وہ کھلکھلا اٹھی محبت دھنک بن کر دونوں پہ برسنے لگی.....

''کچھ اپنے بارے میں بتاؤ کیا نام ہے۔''

آمنہ بی محبت سے اداس پری کو تکتے بولیں تو اسے اپنا سانس سینے میں اٹکتا محسوس ہوا۔

''میرا نام مینا ہے میں اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد ہوں مائی باپ کے مرنے کے بعد تایا میری شادی اسی سال کے بڈھے سے کرنے لگے جو جواری اور عیاش تھا میں نے منع بھی کیا مگر وہ نہیں مانے اور زبردستی پنڈت کو بلالیا میں وہاں سے بھاگ کر ماہلشپور آگئی۔ نجانے کیوں حالانکہ یہاں میرا تو ہے ہی نہیں کوئی۔''

دکھ سے کہتی وہ چپ ہوئی تو آمنہ بی اور تانیہ نے رحم بھری نظروں سے اسے دیکھا۔ بچاری نجانے کتنے درد سہے تھے۔ سوچا۔

''تم ہندو گھرانے سے ہو۔'' تانیہ بمشکل بولی مینا نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ آمنہ بی کو دیکھ کر رہ گئی جنہوں نے اشارے سے اسے تسلی دی تھی۔

''ایسے نہیں کہتے تم میری بیٹی جیسی ہو تم یہیں رہو میرے پاس میرے گھر یہاں تمہیں کسی چیز کی پریشانی نہیں ہوگی۔'' محبت سے کہا۔

''میں ہندو گھرانے سے ہوں اس کے بعد بھی۔'' حیرت و بے یقینی سے پوچھا۔

''ہاں! مذہب بیشک الگ ہی ہیں تم ہم سب انسان ہیں نا اور ویسے ہی ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کسی عجمی کو عربی پہ کسی کالے کو گورے پہ اور کسی امیر کو غریب پہ برتری حاصل نہیں ہے۔ اللہ کے لئے سب انسان برابر ہیں۔'' وہ متانت سے کہتی مسکرائیں تو مینا کتنی ہی دیر ان کی بات کا مطلب سمجھنے کی کوشش کرتی رہی۔

✦✦✦

رات کا دوسرا پہر تھا مائی چادر تانے نجانے کب کی سو چکی تھی۔ ابا چارپائی سے آدھا نیچے لٹکتا خراٹے لے رہا تھا سندری کا درخت تاریکی میں ڈوبا آج چپ تھا شاید وہ بھی کروٹیں بدلتی مہ لقا کی طرح اداس تھا.....

ناامید اور اداس..... مدھو نے اذیت سے اس کی بے چینی کو دیکھا۔

''کون سی بات پریشان کر رہی ہے مہ لقا۔''

''وہ مجھ سے محبت کیوں کرتا ہے مدھو۔'' سیدھے ہوتے آسمان پہ نگاہ ٹکاتے پوچھا مدھو کو اپنے اندر عجیب سا قرار اترتا محسوس ہوا نجانے کیوں۔

''محبت میں کیا کیوں کس لئے نہیں چلتا مہ لقا' محبت تو خود بخود ہو جاتی ہے..... اسے بھی شاید یونہی ہوگئی ہوگی۔ محبت بہت پرزور ہوتی ہے اپنا آپ منوا ہی لیتی ہے کسی بھی حال میں۔'' سندری نے درخت پہ نگاہیں جماتے کہا۔ چھن کے اندر کچھ بہت زور سے ٹوٹا تھا شاید دل یا پھر جذبہ محبت۔ وہ سمجھ نہ سکی۔

''کیا ضروری ہے جو ہمیں چاہے ہم بھی

pklibrary.com

اسے ہی چاہیں'' عجیب سے انداز میں پوچھا۔

''محبت میں اثر ہو تو ہم بھی اسے چاہنے لگتے ہیں جو ہمیں چاہتا ہے۔''

مضبوط انداز میں کہا جیسے ہر حال میں اسے قائل کر لینا چاہتی ہو۔

''ہر چاہت پوری تھوڑی ہوتی ہے کچھ چاہتوں کے مقدر میں صرف رُلنا ہوتا ہے۔ تباہ و برباد ہونا۔'' تمسخر اڑاتے اس نے شاید محبت سے کہا۔

''میں بھگوان سے پرتھنا کرتی ہوں کہ سا رنگ کی چاہت ضرر پوری ہو۔'' اس نے دل کی شدت سے کہا وہ ہوں کہتی کروٹ بدل گئی۔ بند پلکوں کے پیچھے کچھ نہیں تھا سوائے تاریکی کے..... جبکہ سندری کے درخت (سندری کے درخت سے سارنگی بنائی جاتی ہے) پہ نگاہیں جمائے وہ تمام رات سو نہ سکی..... محبت لفظ بن کر چاروں طرف بکھری اس کے اندر کا حال بیان کرنے لگی..... پھر تمام رات آنکھ جھپکی نہ اونگھی..... محبت نے اسے سونے نہ دیا.....

اس نے مڑ کر کن اکھیوں سے مہ لقا کو دیکھا جو نجانے کب سے گہری نیند میں جا چکی تھی پرسکون اور بے فکری کی نیند.....

✦✦✦

''سارنگ تم بہت چپ چپ ہو، کیا ہوا؟''

مائی کام پہ چلی گئی ابا کھولی سے باہر چارپائی پہ جا بیٹھا مہ لقا اداس سی کمرے میں چادر تانے سوئی بن گئی۔ مدھو صحن صاف کرتی برتن دھونے کے بعد دیوار کے اوپر چڑھ آئی جہاں دوسری دیوار سے لگا وہ گم صم سا بیٹھا تھا۔

حالِ دل کہنے سے خودداری نے روکا ہم کو
اسنے پوچھا تو بہت ہم نے بتایا ہی نہیں

مسکراتے شعر پڑھا۔ مدھو تاسف سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔

''وہ کہاں ہے؟'' کچھ سوچتے وہ تیزی سے اُٹھا تو دیوار پار کا صحن اس کے بنا یکدم اسے ویران سا لگا..... مدھو کے سر کے قریب ہی اس کا سر تھا نجانے دل یکدم کیوں دھڑکا تھا وہ سمجھ نہ سکی بس پیچھے ہوتی دیوار سے چپک کر بیٹھ گئی۔

''تم اسے بتا دو سارنگ'' آہستہ سے کہا نظریں جھکا کر۔

''کیا؟'' وہ ناسمجھی سے بولا۔ اسے بولنا محال ہوا۔

''یہ ہی کہ تم اسے محبت کرتے ہو..... اپنے اظہار سے باندھ لو اسے یہ نہ ہو کہ وہ تم سے صدیوں دور جا کھڑی ہو.....'' کچے فرش پہ نگاہیں جمائے کہا وہ دیوار سے ہٹا اور اگلے ہی پل اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ اس نظریں اٹھا کر سرمئی آنکھوں کو دیکھا۔

فراز وہ آنکھیں جھیل سی گہری تو ہیں
پر ان میں میرے نام کا کوئی عکس نہیں

''تمہیں کیسے پتا کہ.....'' وہ حیرت زدہ سا ہکلا گیا۔

''کسے پتہ نہیں ہے تمہارے جذبوں کا..... یہ سندری کا درخت اس کے پتے، کبوتر، زمین آسمان، یہ آنگن، یہ دیوار، اندر سوئی مہ لقا۔''

دھیرے سے چلتی وہ سندری کے درخت تک آئی مڑ کر اسے دیکھے بنا وہ جانتی تھی کہ ان سرمئی آنکھوں میں حیرت در حیرت موجود ہوگی۔

''مہ لقا بھی.....'' مبہوت سا پوچھا اور مڑتی مسکراتی آنکھ اندر کہیں گرنے لگے تھے۔ یوں جیسے کوئلہ سلگتا بھی ہو اور آگ بھی نہ پکڑتا ہو۔

''یہ وہ احساس ہے جو دل میں بس کر انسان کو ناپنا کر دیتا ہے اسے لگتا ہے کہ اس احساس کو کوئی نہیں جانتا کوئی سمجھ نہیں سکتا مگر اس کی خوشبو

بڑی زور آور ہوتی ہے جو اپنا آپ کبھی چھپا نہیں پاتی۔'' کہتی وہ ہانپنے لگی..... تیز ہوتی سانسیں سارنگ کو ساکت کر گئیں سامنے والے کے وجود سے محبت کی اٹھتی مہک اس کے ناک منہ میں گھستی اسے مبہوت کر گئی..... آخر محبت کے ذکر پہ اس کی آنکھیں نم کیوں تھیں یا پھر اس جذبے نے اسے بھی قید کر لیا تھا.....

✦✦✦

وقت گزرنے لگا تو وہ بھی سنبھلنے لگی۔ آمنہ بی سے ڈھیرو باتیں کرتی حمزہ سے کھیلتی کچن میں آ کر تانیہ کا ہاتھ بھی بٹا دیتی..... اکثر کمرے میں بند رہتی..... اک عجیب سی جھجک تھی اس میں..... اک ڈر سا تھا جو نکالے نہ نکلتا مٹائے نہ مٹتا۔

آمنہ بی نماز پڑھتی قرآن کی تلاوت کرتی تہجد کے لئے اٹھیں تو حیرت سے ان کے چہرے پہ سجے نور کو تکتی رہتی۔ نارنجی دھوپ کب صحن میں اتر کر تاریکی میں ڈھلتی اسے احساس تک نہ ہوتا..... اتنے دنوں میں اس نے ایک بار بھی شامیر کو نہیں دیکھا تھا اس کی آواز سنتے ہی وہ کمرے میں بند ہو جاتی..... جسے تانیہ نے محسوس کیا اور کھلے دل سے سمجھایا کہ وہ بے فکری سے رہے یہ گھر اب اسی کا ہے..... آسمان کے تھال پہ سجا چاندی سا چاند روشنیاں بکھیرتا اسے اداس کر گیا۔ آمنہ بی کے سونے کے بعد (چونکہ وہ دونوں ساتھ سوتی تھیں) وہ کمرے سے نکل کر باہر کھلے صحن میں چلی آئی..... ٹھنڈی چلتی ہوا امرود کے درخت میں چھپے جگنوؤں کو شرارت پہ اُکسا رہی تھی.....

صحن کے ایک طرف لگی کیاریوں کے پاس رکھے موڑھے پہ وہ آ بیٹھی..... جو تانیہ کے بیڈ روم کے باہر ہی تھی ایسے کہ کھڑکی سے صحن اور صحن سے کمرے کا منظر صاف نظر آتا تھا..... اندر کہیں اٹھتی خواہش کو دباتی اس نے خشک نرگس کے پھولوں کو چھوا تو اک خوبصورت سی مہلک سانس میں رچ گئی.....

تیرا تصور خیال تیرا
وصالِ یار اور کچھ نہیں

محبتوں بھری گنگناہٹ دبی دبی ہنسی اس کے دل کے تار چھیڑ گئی..... شاہ میر کی آواز اتنے دنوں میں تو وہ پہچان ہی چکی تھی..... وہ اپنی خواہشوں کو نئی جہتیں دینے لگی..... گھمبیر انداز جذبات جلا گیا۔

محبت سے دل کا دھڑکنا
بہارِ حال اور کچھ نہیں۔ (تانیہ کی ہنسی گہری ہونے لگی میناسا کت سی سنتے گئی)

اتنی بیزاری محبت سے کیسے
خیالِ یار ہے اور کچھ نہیں۔ (اب کے فضا میں چوڑیوں کی جھنکار گونجی تھی)

مسکرا کر دیکھا اس نے جو
کمالِ یار اور کچھ نہیں (حیا کی لالی چاروں طرف بکھری اس کی دھڑکنیں اتھل پتھل کر گئی)

تیرے بنا جینا بھلا کیسا جینا
بیکار ہے جینا
اور کچھ نہیں.....

نرگس اور چنبیلی کے پھولوں کی مہک ناک کان اور آنکھوں میں گھستی اسے مارنے لگی اور تیزی سے اٹھی اور کمرے میں بند ہو گئی حیا سے پر مسکراہٹ اس کی سماعت سے ٹکراتی اسے نظریں چرانے پہ مجبور کر گئی..... کیا کوئی اتنا خوش قسمت بھی ہو سکتا ہے (اسے تانیہ کی قسمت پہ رشک آیا تھا)

''اِدھر آؤ مینا پتر۔'' وہ خاموشی سے نرگس کے پھول چن رہی تھی جب آمنہ بی نے محبت سے اسے پکارا..... وہ دھیرے سے چلتی تخت پہ

ان کے قریب آ بیٹھی۔

''یہ لو کچھ پیسے ہیں شام کو تانیہ کے ساتھ بازار جا کر اپنے لئے کپڑے خرید لینا..... ویسے دے تو میں تمہیں پہلے دیتی مگر شاہ میر کو اس بار تنخواہ ہی لیٹ ملی تو اسی لئے دیر ہوگئی۔''

نیلے نیلے کئی نوٹ اس کی مٹھی میں دبائے تو کچھ کہنے کی کوشش میں وہ منہ کھول کر رہ گئی۔ میں کچھ نہیں سنوں گی کہہ دیا کہ شام کو پکڑے لے آنا تو بس پھر لے آنا سمجھی۔ رعب و محبت سے کہا تو وہ نم آنکھوں سے مسکرا دی۔ پھر جب شام کو وہ بازار گئیں تو اپنے کپڑوں کے ساتھ اس نے دو سوٹ حمزہ کے لئے بھی لے لئے حالانکہ تانیہ نے بہت روکا مگر وہ نہیں مانی..... واپسی پہ گول گپے کھائے اور گھر آ گئے.....

صحن سے اندر قدم رکھتے ہی مینا جیسے پتھر ہوگئی۔

آمنہ بی کے پاس تخت پہ وہی تو بیٹھا تھا جس کے سپنوں کے دیپ اس نے پلکوں پہ سجائے تھے۔

'اتنی دیر کر دی میں اور اماں بی پریشان ہو رہے تھے۔'' پتھر بنی مینا پر سے نظریں ہٹاتے اس نے تانیہ کو مخاطب کیا جو گھٹنوں سے لگے حمزہ کو چٹا چٹ چوم رہی تھی.....

''شاہ میر سوری وہ بس۔'' تانیہ وضاحتیں پر لگی۔ مسکراتی آمنہ بی محبت کرتا شوہر شاہ میر ڈھائی سالا حمزہ اور تالیہ مکمل فیملی..... اسے اپنا آپ گہرے پاتال میں گرتا محسوس ہوا..... نیچے بہت نیچے جہاں تاریکی سے زیادہ خولناک حقیقت اس کی منتظر تھی..... قدموں پہ قائم رہنا محال ہوگیا تو وہ وہیں ڈھے ہی گئی.....

اس کا دل جیسے کسی نے تپتی ریت پہ پھینک دیا تھا..... تیز گرم ریت بلبلا دینے والی..... دھڑ دھڑ ہوتا وہ جل اٹھتا تھا..... خاکستر ہوتا خاک میں ملنے لگا تھا..... اور وہ مٹی کی مورتی بنی زندگی کو حسرت و یاس سے دیکھ رہی تھی۔

✦✦✦

اس نے سوچ لیا تھا کہ مہ لقا سے اظہار محبت کرے گا۔ وہ اسے مالبشیور لے آیا تھا۔ مدھو کے منورے پر..... اونچے نیچے پہاڑوں پہ بکھرے بادل روئی سفید جیسی محسوس ہوتے ٹھنڈی چلتی ہوا دونوں کو چھوتی محبت کے حوار میں قید کرنے لگی تھی۔ وہ نیلی گھنٹی (بیلو بیل) کو تھوڑی پر ہاتھ رکھے نجانے کتنی ہی دیر دیکھتی رہی۔ سارنگ نے محبت سے اس کا اشتیاق دیکھا۔

''تمہیں یاد ہے جب بچپن میں ہم اپنے مائی باپ کے ساتھ مالبشیور آئے تھے اور ڈھیر سارا گھومنے کے بعد واپسی پہ میرا پیر ٹرام میں چڑھتے وقت پھسل گیا تھا۔ بات کرتے اسے دیکھا ہلکے بسکٹی رنگ کے ڈھیلے شلوار قمیص میں..... شہد رنگ ملائم چوٹی بائیں جانب ڈالے سیاہ ڈوپٹا ذرا سا سر پہ رک کر دائیں کندھے سے گزرتا زمین کو چھو رہا تھا..... بلاشبہ وہ بیلو بیل سے زیادہ حسین تھی..... تم نے روتے ہوئے میرا پیر پکڑتے کہا تھا کہ مالبشیور تمہارا دشمن ہے جس نے تمہارے دوست سارنگ کو زخمی کر دیا۔ نظریں چراتے بات مکمل کی وہ کھلکھلا کر ہنسی بے وقوف تھی نا میں۔'' اعتراف کیا اور وہ اس کی بے ریا ہنسی کو دیکھتا رہ گیا.....

''مہ لقا.....'' جذبوں کی حدت سے دہکتا انداز اسے متوجہ کر گیا۔

''ہاں.....'' انجان بنتے پوچھا۔

''اگر میں کہوں کہ تمہاری بے وقوفی نے مجھے قید کر لیا تو.....'' بے چینی سے پوچھا۔

''تو آزاد ہو جاؤ سارنگ'' رخ پھیرتے کہا۔

pklibrary.com

''یہ آزادی اسی صورت مل سکتی ہے جب تم ہمیشہ کے لئے میری ہو جاؤ۔''

''تیزی سے کہہ کر گہری سانس لی یوں جیسے تمام جسم کی انرجی صرف ہو۔''

''یہ ناممکن ہے.....'' وہ اٹل انداز میں بولی۔

سارنگ کو اپنا وجود مٹتا محسوس ہوا بولا تو آواز میں اتنا درد تھا کہ مانو جسم تھا اور دھڑ دھڑ کٹنے لگا تھا۔

''کیوں..... یہ سوال نہیں تھا بلکہ یوں تھا جیسے زندگی اور موت میں سے کسی ایک کا انتخاب ہو۔ میں محبت کو نہیں مانتی۔'' کچھ سوچتے کہا۔

''محبت کا انکار کیوں'' اس کے انداز میں دکھ درد ٹھاٹھیں مارنے لگا۔

''پرتاب گڑھ نہیں جانا کیا۔''

بات بدلتی وہ ٹرام میں جا بیٹھی۔ محبت تاریکی بن کر سارنگ کو نگلنے لگی۔

وہ خاموش سامرنے لگا جیسے۔

پرتاب گڑھ، بھوانی کا مندر، افضل خان، اور بہار شاہ کا مقبرہ اور پھر پانچ سو سیڑھیاں..... ڈھیڑ ساری چڑیوں کو اس نے حیرت و بے یقینی سے دیکھا۔ خوشبوؤں کو قید کرنا چاہا۔

''میں کبھی تم سے نہ کہتا کہ میرا روم روم مہ لقا کا ورد کرتا ہے۔ کبھی نہ کہتا کہ میرا دل اتنا بار دھڑکا نہیں جتنی بار تمہارا نام لیتا ہے..... نہ کہتا کہ محبت کا خوبصورت احساس میرے وجود کو رنگتا سارنگی بنا رہا ہے..... میں چپ ہی رہتا کہ کہیں تمہارا انکار مجھے میری ہی نظروں سے گرا نہ دے۔ وہ تو مائی نے کچھ دن پہلے کہا کہ وہ ہم دونوں کی شادی کرنا چاہتی ہے تو میں نے سوچا۔

''کیا مطلب'' اسے ٹوکتی وہ ہکلا سی گئی۔

اس نے رک کر دشمنِ جان کو دیکھا..... سرخ ڈورے آنکھوں میں ہلکورے لیتے درد بیاں کرنے لگے۔

''میری مائی اور تمہاری مائی بچپن میں ہی ہم دونوں کا رشتہ کر چکے ہیں۔''

اس نے جیسے دھماکہ کیا تھا مہ لقا کو اپنا وجود ریزہ ریزہ ہوتا محسوس ہوا۔

''وہ بچپن تھا سارنگ یہ بچپن نہیں ہے۔''

آواز لرزنے لگی۔

''اس میں برائی ہی کیا ہے ہم دونوں بچپن سے اک دوسرے کو جانتے ہیں اور میں محبت کرتا ہوں تم سے۔''

اس کا ہاتھ پکڑے کہا جسے وہ اک جھٹکے سے چھڑا گئی۔

''میں نہیں کرتی..... نہ کبھی کروں گی.....'' چیخ کر کہا۔

تمہارا کیا بگاڑا تھا جو توڑ ڈالا ہے
یہ ٹکڑے میں نہیں لوں گا مجھے دل جوڑ کر دو

''کیوں؟ کیا کمی ہے مجھ میں؟'' آنکھیں جوگ دیپ ہوئیں درد گنگا جمنا بنا اس کے اندر بہنے لگا.....

''یہ سمجھ لو مہ لقا کسی اور کی امانت ہے۔''

بچپن کا بھولا عکس۔ وہ عکس مہ لقا کی سانس روک گیا۔

''کس کی.....'' اسے اپنی آواز کی گہرائی کنویں سے آتی محسوس ہوئی..... اجنبی، اپنے خوابوں کی، لفظوں پہ زور دیتے اس کی آنکھوں میں دیکھا انداز اٹل تھا..... مضبوط اور ٹھوس.....

''میرے کچھ خواب ہیں سارنگ، جس میں تم کہیں نہیں ہو.....''

حقیقت صرف تلخ ہی نہیں جان لیوا بھی تھی۔

''میں تمہارے ساتھ خواب پورے کروں گا مجھے ایک موقع تو دو۔''

آواز میں صحرا سا دکھ تھا..... وہ سر جھٹکتی پر غرور سے ہنسی ہنسی۔

وادی میں پرسوز سا جلترنگ سا بج اٹھا۔

دو روپے کے اخبار بیچنے والے
تم میرے خواب کیسے پورے کرو گے

''مجھے لوگوں کے جوتے پالش کرنے پڑے تو کروں گا گلیوں میں جھاڑو دینا پڑا دوں گا چھوٹے سے چھوٹا اور گندے سے گندا کام کر کے تمہارے ہر خواب کو تکمیل دوں گا اگر خود کو بھی بیچنا پڑا نا تو بیچ دوں گا۔''

سنہری دھوپ تاریکی میں ڈھلنے لگی۔ لمحہ بہ لمحہ محبت ہاتھ چھوڑتی صحرا میں جیسے گم ہونے لگی..... تڑپتی مرتی محبت نے جیسے آخری بار اک امید سے دشمنِ جان کو دیکھا.....

''تمہیں خریدے گا کون۔ جن کا دل عشق کا قاف پڑھتا ہو حسرتیں محبت کی تہجد گزار ہوں اور خواب نمازِ چاہت قضا کرنے سے ڈرتا ہو اس خالی انسان کا بھلا کون خریدار ہو سکتا ہے۔ یہ سودا گھاٹے کا ہے۔''

تمسخر سا انداز لئے وہ مڑی وہ تڑپ کر سامنے ہوتا راستہ روک گیا۔

''دل بیشک عشق کا قاف پڑھے، حسرتیں محبت کی تہجد گزار ہوں یا پھر نماز چاہت قضا کرنے سے ڈریں پھر بھی میں خود کو بے مول کرنے کا حوصلہ رکھتا ہوں۔'' ہکلاتے کہا اب کے وہ غصے سے گھورنے لگی سینے پہ ہاتھ باندھے یک ٹک پھر حقارت سے بولی بھی تو کیا.....

مرتے کو زندگی کیا دیتی وہ تو زندگی چھین چکی تھی۔

میں پھر بھی تمہیں قبولیت کی سند نہیں دے سکتی.....

وہ یکدم جھکا..... انا پس پشت ڈالے بھرم کرلاتا چھوڑ کر محبوب کے قدموں میں بیٹھ گیا۔

سنہری تاریکی اب مزید سیاہ ہوتی رخ موڑنے لگی.....

''میں مر جاؤں گا۔'' فریاد کی۔

''تو مر جاؤ..... بے حسی کی حد تھی.....'' پر تاپ گڑھ، بھوانی کا مندر، اس کو سب کچھ اپنے وجود پہ گرتا محسوس ہوا..... محبت چیخ اٹھی..... بیزاری و نفرت سے اس مغرور لڑکی کو دیکھتی پھڑ پھڑانے لگی..... جگنوؤں نے سفر پہ جاتے اک آخری نگاہ گیندے کے زرد پھولوں جیسی لڑکی کو ترحم و تاسف سے دیکھا.....

ہوتے ہیں کچھ لوگ ایسے جو اپنی بھری جھولی کو نفرت سے جھاڑ کر خالی کر لیتے ہیں۔ اک نئی آس اور امید پر پھر رہی آس اور امید اسی جھٹکے کے ساتھ زمین بوس ہو کر اسے خالی کر جاتی ہے اور تب وہ حسرت سے زمین پہ بکھری آس اور امید کو دیکھ کر رہ جاتے ہیں.....

اس نے گھر آتے ہی اپنا انکار مائی کو سنا دیا جسے سن کر وہ خوب چیخ و ویلا کیا اور تھک ہار کر چادر منہ پہ تانے سوتی بن گئی مدھو تڑپ کر اس کے روبرو ہوئی۔

''محبت کو ٹھکرا کر تم اچھا نہیں کر رہیں۔''

''تو کیا تم سب میرے ساتھ اچھا کر رہے ہو۔ بچپن سے لے کر اب تک ہم نے اک اک سانس حسرتوں اور امیدوں کو مارتے لیا ہے۔ اچھے کپڑے اچھا کھانا تو دور کی بات ہے پیٹ بھر کر کھانا تک نصیب نہیں ہوا ہر تہوار پر اماں دوسروں کی اترن سے ہمارے جسم ڈھکتی چلی آئی ہے اور تم سب چاہتے ہو کہ میں بھی یہ ہی کروں۔ اس اخبار فروش سے بیاہ کر کے محبت کا دم چھلا لگائے تمام عمر خود کو اور اپنی ہونے والی اولاد کو ترستا رکھوں تو سنو بی بی مجھے نہ تو ایسی زندگی چاہئے اور نہ ہی محبت۔''

تیز تیز کہتے وہ غصے سے سارنگ کے درخت کے تنے سے آ لگی۔

pklibrary.com

کئی آنسو رخسار پہ سے ہوتے گردن بھگو گئے۔

''تمہیں صبر کرنا آجائے گا۔'' مدھو منمنائی۔

''نہیں آئے گا میں مرجاؤں گی مدھو کیونکہ ایسی زندگی سے موت بہتر ہے.....'' اس کے پاس ہر سوال کا جواب تھا ہر دلیل کی ناں تھی تو اسے کون جیت سکتا تھا۔

نہ محبت نہ سارنگ اور شاید نہ وہ خود.....

مائی نے چادر سرکاتے صرف اتنا کہا۔

''جس عورت میں صبر نہیں ہوتا وہ سر پہ ہاتھ رکھ کے روتی ہے اور میں تجھے روتا نہیں دیکھ سکتی اسی لئے شادی اسی ہفتے ہوگی تو مانے تب بھی نہ مانے تب بھی۔'' سارنگ کے درخت نے اذیت سے اس لڑکی کی آنکھوں میں ناچتی ضد کو دیکھا تھا..... بچپن کا سنگی ساتھی وہ جانتا تھا کہ وہ اب کیا کرنے والی ہے۔ درخت پہ بیٹھا پکھیرو حسرت و دکھ سے اسے دیکھنے لگا۔ جس کی آنکھ سے نکلا اک تارے جیسا آنسو جیسے آخری بار گرا تھا.....

✦✦✦

اس نے آنکھیں کھولیں خالی الذہنی کیفیت میں قریب بیٹھی تانیہ اور پھر دادی سے ہوتی اس کی نگاہ اسی پہ ٹھہری۔

اس کی بھوری ذہین آنکھیں جیسے اس کے اندر اتر رہی تھیں گھنے بادل ماتھے پہ بکھرے ہوئے تھے وہ ایک صحت مند دراز قد اور اسمارٹ شخص تھا اور اس کا شمار انتہائی پرکشش مردوں میں کیا جاسکتا تھا۔

مینا عرف مہ لقاء کے دل نے اک ہی تمنا کی۔ ایسے ہی شخص کی تو وہ طلبگار تھی جس پہ نظر پڑتے ہی عشق کا چولا وجود سے آلپٹے جس کو نہ دیکھنے پہ سانسیں اکھڑنے لگیں اور روح جسم سے بے وفائی کی قسم اٹھالے۔

''تم ٹھیک ہو۔'' تالیہ کی آواز پہ وہ چونکی

شگفتہ شگفتہ رواں دواں

اردو کی آخری کتاب

طنز و مزاح

آج ہی اپنے قریبی بکسٹال یا ہم سے طلب فرمائیں

لاہور اکیڈمی

محمد علی امین میڈیسن مارکیٹ

اردو بازار لاہور

نظروں کی چوری پکڑے جانے کا خیال اسے شرمندہ سا کر گیا جبکہ اس کی نظروں کو محسوس کرتا شاہ میر کمرے سے نکل گیا۔ اسے لگا شاید وہ اس کی وجہ سے کنفیوز ہو رہی ہے۔

"ہاں۔" وہ ایک لفظ بول کر رہ گئی اندر کہیں دل ماتم کرتا تانیہ کی قسمت پہ رشک کرنے لگا تھا..... دسمبر کی سرد رات اس کے اندر اترنے لگی تھی۔

✦✦✦

شام ڈھلی اور تاریکی نے پر پھیلا لئے۔ آسمان کے سینے پہ سجا سفید دودھیا چاند کسی خوبصورت اور الہڑ شہزادی کی طرح پر غرور سا مسکراتا جیسے اس پہ ہنس رہا تھا..... موڑھے پہ بیٹھی اور ساکت و جامد تھی اندر جل تھل کرتا اک طوفانِ درد تھا جو باہر نکلنے کے بجائے اندر ہی کہیں راستے بناتا اسے ختم کر رہا تھا..... اک عام سی چاہت ہی تو کی تھی اس نے۔ اک ایسے شخص کی چاہت جو اسے ہر آسائش دینے کے ساتھ ساتھ اپنی محبت سے بھی نوازے جس پہ پڑی اک نگاہ مہ لقاء کو اس کا غلام کر دے۔ جیسے سارنگ مہ لقاء کا غلام ہوا تھا..... اسے محبت کرنی تھی اسے جو محبت کے قابل ہو اور ایسی خواہش کرتے وہ بھول گئی کہ اگر بدلے میں وہ کسی اور کا طالبگار رہا تو..... یہ درد یہ دکھ یہ اذیت تو بھوک اور افلاس سے بھی خطرناک تھی..... موتیے میں دمکتی جگنو سر اٹھائے اس اذیت کی صورت کو دیکھنے لگے..... اسے لگا وہ خالی ہو گیا یونہی دست تہی داماں۔ تبھی دستک ہوئی پُرزوری دستک جیسے کسی نے ساری جان لگا کر دروازہ پیٹا ہو۔ وہ چلتی ہوئی دروازے تک آئی لفظ کون زبان سے نکلا ہی نہیں کیوں کہ دل نے بتا دیا تھا باہر دیوانہ آن پہنچا ہے اسے لینے۔ تبھی تو لبوں کو کھولنے کے بجائے دروازہ کھول دیا۔ وہ چاند کیسا تھا جو سورج کی ہتھیلی پہ چمکتا تھا اس نے محبتوں سا وجود لئے سارنگ کو دیکھا چمکتے چاند کی روشنی اس کا ہر ہر عکس واضح کر گئی۔

"میرے اندر آج بھی جوگی گیت گاتا ہے عشق کا قاف دھمال ڈالتا ہے مجھے جوگی گلی گلی گھر گھما کر تم تک لے آیا ہے تم مجھ سے محبت بیشک نہ کرنا۔ اُلٹا جا جھڑک دینا میں سب سہہ لوں گا مگر مجھ سے دور مت جانا....." وہ اس کی حواس باختگی محسوس کرتا مسکرایا چمکتا چاند اور اس کی مسکراہٹ آج مہ لقاء کو بہت اپنی اپنی لگی تھی..... دو روپے کا اخبار فروش صرف تمہارے لئے اسی اخبار کا کالم نگار بن کر آیا ہے تاکہ میں ہر وہ خوشی دے سکوں جو تم چاہتی ہو۔ وہ پختہ قسم دینے جیسا تھا۔ مہ لقاء گہری سانس بھرتی نم آنکھوں سے مسکرائی جیسے..... ڈوپٹے کا اک پلو ذرا کندھے پہ تھا..... ننگے پاؤں اگر وہ گلی میں نکل جاتی تو سسی بن جاتی اور گھڑا اٹھا لیتی تو سوہنی سارنگ کی سوہنی..... بولو کیا اب اس جوگی کا ساتھ قبول ہے۔"

اسے اپنی خالی جھولی بھرتی محسوس ہوئی اس کی چاہت نہ ملی تو کیا وہ سارنگ کو اس کا عشق بھی نہ دیتی وہ ہنسی اور ہاتھ بڑھا کر سارنگ کا ہاتھ تھام لیا..... وہ جانتی تھی دسمبر کی محبت جیت کر بھی نہ کبھی اسے فتح کر لے گی پھر قاف گانا من دھمال ڈالنے لگتا۔ محبت کی تکمیل اور امر ہو جانے کا دھمال۔ جگنو شرارتی ہوتے مسکرانے لگا۔

✦✦✦

pklibrary.com

دعا کا رنگ

غزالہ جلیل راؤ

pklibrary.com

''مجھ پر اعتبار کرو، میں تم سے محبت کرتا ہوں، شدید محبت..... اتنی اتنی کہ اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوتا ہے مجھے، یقین کرو میرا.....'' اس نے پر یقین گہری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ حتیٰ کہ اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔

سندس کو اس کی یہ آرزو بڑی عجیب سی لگی۔ اس پل اسے اپنا دل معمول سے زیادہ دھڑکتا محسوس ہوا.....

''تم بہت اچھے انسان ہو۔ ایسی فضول باتیں تمہارے منہ سے اچھی نہیں لگتیں۔ عالیان'' عالیان نے تعجب سے اسے دیکھا جیسے اسے سندس سے اس جواب کی توقع نہ ہو..... اس نے چند ثانیے سندس کے نکھرے نکھرے چہرے کو دیکھا اور پھر گویا ہوا۔

''کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو سندس؟'' اس نے گہرے محبت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''نہیں.....'' سندس نے نفی میں سر ہلایا۔

''لیکن میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ بہت چاہتا ہوں..... اتنا چاہتا ہوں کہ تم میرے دل میں دھڑکتے دھڑکتے انگلیوں میں دھڑکنے لگتی ہو..... میرا رواں رواں تمہارے لئے پکار بن جاتا ہے۔ میری خواہش ہے کہ تم بھی مجھ سے محبت کرو۔ میری زندگی کی ہم سفر بنو۔ زندگی کی ڈگر پر میرا ہاتھ تھام کر زیست کی ساری خوشیاں حاصل کرو۔''

''ضروری تو نہیں میں بھی اپنے دل میں وہی جذبات رکھتی ہوں جو تم اپنے دل میں محسوس کرتے ہو..... میرا مطلب ہے..... میں تم سے محبت کروں..... مگر ایسا کیسے ہو سکتا ہے! میں محبت پر یقین نہیں رکھتی۔ نہ ہی میں نے کبھی ایسی محبت دیکھی ہے جسے تم سچی محبت، روحوں کا ملاپ یا افلاطونی عشق کہتے ہو۔ جو کہ حقیقاً زیر آسمان کہیں موجود نہیں۔'' سندس کے آگ برساتے الفاظ اس کے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے کر رکھ کر رہے تھے۔

''تم محبت پر یقین کیوں نہیں رکھتی ہو؟'' عالیان نے ہونٹوں کو بھینچ کر کوئی بھی سخت بات کہنے سے خود کو باز رکھا۔

''میرے نزدیک یہ دماغی خلل ہے، پاکیزہ جذبوں کو بے رنگ کرنے، ان کی اصلی روپ کھو دینا جذبوں کا کھیل ہے۔ بہتر ہوگا تم بھی اپنے اس دماغی خلل کا علاج کراؤ اور سیدھے طریقے سے شادی کر کے حقیقی زندگی کی خوشیاں حاصل کرو۔''

''محبت کی شادی، سچے جذبوں کی کہانی، خوش رنگ جذبے..... اور پھر شادی اس کا اپنا ہی ایک لطف ہے..... لیکن تم نے کتنی آسانی سے دماغی خلل کہہ دیا۔ میں سمجھنے کی کوشش میں ہوں کہ اس سب کا مطلب کیا ہے.....؟ اور شادی اسی سے ہوگی نا جو آنکھوں کو اچھا لگتا ہو۔ جسے دل پسند کرتا ہو..... اور یہ پسند میں ڈھل جائے۔ لیکن تم.....''

''خیر یہ سب چھوڑو..... وعدہ کرو کہ تم.....؟'' سندس نے اس کی سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔

''سندس کدھر ہو..... اپنے ابا کو چائے بنا دو۔''

''جی اماں ابھی آئی۔'' وہ اماں کی آواز پر اٹھ کھڑی ہوئی۔

''کیسا وعدہ..... اپنی بات مکمل کرو.....'' علیان نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

''اپنے دل سے محبت کے ان جذبوں کو کھرچ کے پھینک دو گے اور آئندہ اس موضوع پر کوئی بات نہیں کرو گے۔''

وہ بات مکمل کر کے، اسے ورطہ حیرت میں ڈال کے چلی گئی۔ جبکہ وہ خاموش سا اسے جاتا دیکھتا رہا۔ اور ایک ہاتھ کا مکا دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر مارا اور لبوں کو بھینچ کر سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ اس کے ضبط کا بندھن ٹوٹ رہا تھا۔ وہ اس کے سامنے خود کو بے بس محسوس کر رہا تھا..... مگر کیا کرتا، اپنے دل سے اس کی محبت نکالنے میں ناکام ہو گیا تھا۔

وہ اپنے خالو کی طبیعت کا پتہ کرنے آیا تھا۔ بس کچھ مصروفیات کی وجہ سے وقت پر نہ آسکا۔ اماں کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اس لئے وہ نہ آسکیں تو اسے بھیج دیا۔ سندس کو دیکھ کر اسے محسوس ہوا تھا وہ خود یہاں نہیں آیا۔ اس کی قسمت اسے سندس کے در پر لے آئی ہے۔ دو دن کے لئے آیا تھا لیکن ایک مہینہ رہ کر گیا تھا۔ وہ سندس کی محبت میں پورا پورا ڈوب گیا تھا۔

وہ قدرت کا ایک حسین شاہکار جس قدر انسانی ذہن تصور کر سکتا ہے اس قدر دلکش۔ صاف شفاف چہرہ، جیسے پانی میں جھلملاتا آسمان کے نیچے چمکتا ہوا آئینہ۔ درحقیقت وہ بلا کی خوبصورت تھی۔ سرو سا قد کسی مجسمے کی طرح ڈھلا ہوا، فراخ پیشانی، شنگرفی رس بھرے ہونٹ اور صراحی دار گردن..... وہ اپنے حسن میں بے مثال تھی اور اس کی رنگت پرانے ہاتھی دانت جیسی نفیس تھی۔

وہ اپنے حسن سے بے پرواہ گھر میں کسی ہرن کی طرح قلانچیں بھرتی پھرتی تھی اور جب تھک کر صحن میں پڑے پلنگ پر پلکیں موند کر لیٹ جاتی تو وہ چند لمحوں میں ہی نیند کی آغوش میں چلی جاتی۔ اس کے تانبے دمکتے چہرے پر معصومیت ہی معصومیت پھیلی ہوئی۔ اس پل وہ ایک چھوٹی سی معصوم بچی دکھائی دیتی۔ اسی لمحے عالیان کے دل میں خواہش ابھرتی۔ اس کے سادہ سے معصوم چہرے پر گلاب کی پنکھڑی سے شرارت کرے، اسے جگائے اور پھر نیند سے مخمور نگاہوں میں ڈوبتا چلا جائے۔ ان گہرائی میں ہی کہیں کھو جائے۔

''چائے پیو گے عالیان.....؟''

''ہاں اگر پلا دو تو خوش نصیبی ہوگی میری.....!''

''یہ خوش نصیبی دن میں تین بار حاصل ہوتی ہے۔ صبح ناشتے میں، شام کو اور پھر رات کو۔ سچ میں تم بہت ناشکرے ہو، اتنی اچھی کڑک چائے بناتی ہوں۔''

اس نے خفگی سے منہ بسورا۔ اور چائے کا کپ اس کے قریب رکھ دیا۔

عالیان نے اس کے گلابی خفا سے چہرے کو دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا..... وہ اس سے چائے کے بارے میں کہنے والا تھا اسے یاد ہی نہیں رہا۔ وہ بس اس کے چہرے کے رنگوں کو تکے جا رہا تھا۔

''ایسے کیا تکے جا رہے ہو کیا پہلی دیکھ رہے ہو یا مجھ سے پہلے اتنی حسین لڑکی نہیں دیکھی.....؟''

''تمہاری آنکھیں..... تمہاری یہ جھیل سی آنکھیں ان میں تیرتا نیلگوں پانی دودھیا آسمانی اور بے حد شفاف ہے، نیلا آسمان بہت گہرا بہت نیلا ہے جیسے اس پر دو تہیں۔''

تہیں چڑھائی ہوں۔ تمہاری آنکھوں میں بھی بالکل اسی کا عکس ہیں ان کا مسحور کن تمہارے سراپے پہ چھایا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے تمہاری جھیل سی آنکھوں کا نیلگوں پانی اور نیلا آسمان ایک دوسرے میں اپنی جھلک دیکھتے ہیں۔ اور یہ حسن مجھے آکٹوپس کی طرح اپنے شکنجے میں لیے

pklibrary.com

ہوئے ہے۔"

"لو جی شروع ہو گئے پھر..... میں نے پہلے بھی کہا تھا علاج کراؤ اپنا۔ آج خالہ کو کہتی ہوں اپنے بیٹے کی شادی کر دیں۔ جب بچے ایسی انوکھی باتیں کرتے ہیں تو ان کی شادی کر دینی چاہیے۔"

"اور ساتھ یہ بھی کہہ دینا کہ آ کر اماں سے اپنے بیٹے کے لئے میرا ہاتھ مانگ لیں....."

اس نے شریر سے لہجے میں کہا "اور یہ بھی کہہ دینا ان کا بیٹا کملا شیدائی تمہیں چاہتا ہے صرف تمہیں۔"

"یہ..... یہ کب کہا میں نے؟" اس نے حیرانگی سے کہا۔

"جو بات تم نے دل میں چھپائی ہے وہ میں نے کہہ دی۔ تم کہو یا میں ایک ہی بات ہوئی نا۔"

"دیکھو عالیان میں تمہیں پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ میرے دل میں تمہارے لئے کوئی ایسا جذبہ نہیں اور نہ ہی میں ان باتوں کو اچھا سمجھتی ہوں۔ اس لئے میں تمہارے کسی جذبے کی پذیرائی نہیں کروں گی۔ یہ سب فضولیات چھوڑ کر سیدھے سے شادی کرو اور ہنسی خوشی زندگی گزارو۔"

"تو تم شادی کے لئے تیار ہو..... میں بات کروں خالہ سے۔"

"جھلوں جیسی باتیں کرتے ہو۔ یہ بھلا کب کہا میں نے..... میرے علاوہ بھی دنیا لڑکیوں سے بھری پڑی ہے۔ کسی بھی اچھی سی لڑکی سے شادی کر لو۔"

"کسی بھی اچھی سی لڑکی سے نہیں صرف تم سے کروں گا شادی۔" وہ ضدی لہجے میں بولا۔

"پھر تو کنوارے ہی رہو گے۔"

"تو کیا تم شادی نہیں کرو گی....."

"جدھر ماں باپ کا دل چاہے کر دیں مجھے بھلا کیا اعتراض۔" اس نے شرماتے ہوئے دھیرے سے کہا۔

"تو پھر میں آج ہی خالہ سے بات کرتا ہوں۔ نیک کام میں دیری کیسی..... دل خوش کر دیا آج تو سندس تم نے۔"

"دیکھو اپنی چالاکی رہنے دو۔ میں تم سے شادی سے انکار کر دوں گی۔ بہتر ہے اس سلسلے کو یہیں بند کر دو۔"

"آخر تمہیں مجھ سے شادی پر کیا اعتراض ہے۔" وہ جھنجھلایا۔

"اعتراض.....؟ اعتراضات ہیں۔ پہلی بات میں محبت کی شادی نہیں کروں گی۔ کچھ نہیں محبت سوائے ڈرامے کے۔ وقتی جذبے ہیں، تھوڑا ٹائم گزارنے کے بعد بلبلے کی طرح بیٹھ جاتے ہیں۔ دوسری بات اماں ابا جدھر وداع کریں گے ادھر خوش۔

"تیسری بات....."

"اور بس کرو۔ تمہاری ساری باتوں کی سمجھ آ گئی مجھے۔ میں وہ کروں گا جو میرا دل کرتا ہے۔ تم مجھے روک نہیں سکتیں..... آئی سمجھ....." اس نے جھنجھلا کر کہا۔

وہ اس کا لب و لہجہ دیکھ کر رہ گئی۔ وہ اس وقت شدید غصے میں تھا۔ اسی لئے اس نے بات پلٹی۔

"چائے تو ٹھنڈی ہو گی....."

"نہیں..... زیادہ گرم نہیں پیتا میں۔" چند لمحوں میں وہ ریلیکس ہو گیا تھا۔

وہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔ پل میں تولہ پل میں ماشہ.....

"تم ابا کا پتہ کرنے آئے تھے۔ ابا تو بیمار ہو کے بھی ٹھیک ہو گئے تھے جب تم آئے۔ تو اب تمہیں جانا چاہیے۔ خالہ کیا کہتی ہوں گی کہ جا

pklibrary.com

کے ہی بیٹھ گئے ہو۔"

"ہاں میں کچھ مصروفیت کی وجہ سے لیٹ ہوگیا ورنہ بیماری پر آجاتا۔ لیکن اب سوچتا ہوں ساری مصروفیات ترک کر کے بہت پہلے آجانا چاہئے تھا۔ غلطی ہوگئی مجھ سے۔"

آخری جملے پر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اب میرا جانے کو دل نہیں لیکن تم بھیجنے پر مصر ہو۔"

"تو کیا تمہیں جانا نہیں ہمیشہ کیلئے تو یہاں نہیں رہ سکتے نا.....؟"

"ہاں..... لیکن ہمیشہ کے لئے تمہیں تو لے جاسکتا ہوں نا۔ مگر ابھی جانے سے پہلے تمہارے دل میں اپنے پیار کی جوت لگا کر جاؤں گا۔ پھر تمہیں احساس ہوگا محبت کیا ہوتی ہے۔ محبت کا درد کیا ہوتا ہے اور محبت میں انسان پل پل کیسے مرتا ہے۔"

"ناکام رہو گے اپنے ارادوں میں....."

"ناکام تم ہو چکی ہو اس لئے یہاں سے بھاگنا چاہتی ہو۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولا۔

"جو چاہے مرضی سوچ لو میں تمہارا جواب دینے کی پابند نہیں۔" اس نے خشک لہجے میں کہا اور مزید کوئی بات سنے بنا وہاں سے چلدی۔ جبکہ عالیان کے لبوں پر معنی خیز مسکراہٹ تھی۔

✦✦✦

"خالہ بہت دن ہوئے، اب مجھے اجازت دیں۔" وہ بیگ کاندھے پر لٹکائے کھڑا تھا۔

"ہائیں یہ یکا یک تیاری کیسے ہوگئی..... ابھی دن ہی کتنے ہوئے ہیں تمہیں آئے ہوئے جانے کے لئے تیاری پکڑ لی۔" خالہ نے پیار بھرا شکوہ کیا۔

"دن نہیں، مہینہ ہوگیا..... اور کتنے دن رکوں۔ خیر سے خالو بھی اب تو ٹھیک ہیں۔ پھر چکر لگاؤں گا انشاءاللہ..... بلکہ آپ سب لوگ آئیے گا فیصل آباد۔"

"کوئی غیر کا گھر تھوڑی ہے بیٹا تمہارا اپنا گھر ہے۔ تمہارے آنے سے سہارا ہوگیا تھا گھر میں بھی رونق ہوگئی تھی۔ کچھ دن اور رک جاتے....." خالو نے بھی اسے روکنا چاہا۔

"پھر چکر لگالوں گا۔ پیچھے بھی کام کا حرج ہو رہا ہے۔"

"اچھا بیٹا جیسے تمہاری مرضی۔ لیکن جا کر بھول مت جانا چکر لگاتے رہنا۔"

"جی ضرور خالہ" یہ کہہ کر سندس کی طرف مڑا۔ اور اس کے کان کے قریب سرگوشی کی۔

"میں جا رہا ہوں لیکن اپنا دل یہیں چھوڑے جا رہا ہوں..... میں آؤں گا ایک بار پھر، تمام جملہ حقوق اپنے نام لکھوا کر ہمیشہ کے لئے تمہیں لے جاؤں گا۔ پھر تو کوئی اعتراض نہیں ہوگا نا.....؟"

"اونہو....." اس نے تکبر سے ہنکارا بھرا۔ "سندس کو فتح کرنا اتنا آسان نہیں سمجھے تم....." اس کی آنکھوں سے چنگاریاں سی نکلتی محسوس ہوئیں۔

"بہت غرور ہے نا تمہیں خود پر..... لیکن مجھے اپنی محبت پر پورا بھروسہ ہے۔ میری محبت کی شدتیں تمہارا غرور توڑ دیں گی۔ میرے جانے کے بعد تم میری محبت کی طلبگار نہ بن جاؤ تو میں سمجھوں گا میری چاہت میں دم ہی نہیں تھا۔ میں ہاتھ جوڑ کر تم سے معافی مانگوں گا۔ ہاں جب میری محبت کے حصار میں قید ہو جاؤ تو پوری سچائی کے ساتھ پکار لینا۔ میں آجاؤں گا۔ تمہیں اپنا بنانے کے لئے..... اپنا خیال رکھنا میرے

pklibrary.com

لئے..... اس لیے کہ تم میری امانت ہو.....'' اس نے کھا جانے والی نظروں سے عالیان کو دیکھا مگر کوئی بھی سخت جواب نہ دے سکی کیونکہ وہ فوراً ہی خالہ کی طرف مڑ گیا تھا۔ وہ اس کی چالاکی پر تلملا کر رہ گئی۔

''اونہوں خود کو سمجھتا کیا ہے۔ اس محبت کو مٹی میں نہ رول دیا تو کہنا.....'' وہ اس کی خود کلامی سن کر مسکرایا۔

''اچھا خالہ، خالو خدا حافظ'' اور اس کے قریب سے گزرتا ہوا بولا۔ ''محبت مٹی میں رلنے کے لئے نہیں ہوتی مٹی سے تو اس کا خمیر اٹھتا ہے۔ اپنا ذہن اور دماغ دونوں درست کرلو۔ یہ تو دلوں میں حکومت کرنے کے لئے ہوتی ہے۔'' وہ سب کو خدا حافظ کرتا ہوا دروازہ عبور کر گیا۔ وہ دانت پیستے ہوئے اسے جاتا دیکھتی رہی۔

✦✦✦

اس کے جانے کے بعد گھر ایکدم ہی خالی خالی سا ہو گیا تھا۔ چار سو اس کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ یوں محسوس ہوتا ابھی ادھر سے آجائے گا، کبھی ادھر سے آجائے گا۔ بے شک وہ اس کی بات سے اختلاف کرتی رہی تھی۔ مگر وہ اس کی عادی ہو گئی تھی۔ عالیان کی کسی بات پر وہ مسکرا دی اور ساتھ ہی اس کی آنکھوں میں نمی سی تیر گئی۔

واقعی ہی تمہاری کمی محسوس ہو رہی ہے عالیان۔ گھر میں اداسی پھیلی ہے۔ یہ سب کچھ وقتی ہے۔ دن گزرنے کے ساتھ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ وہ صحن میں چارپائی پر لیٹی تو اس کی سوچوں کا رخ عالیان کی طرف مڑ گیا..... اس نے ذہن کو ان سوچوں سے آزاد کرنے کی ناکام کوشش کی..... تھوڑی ہی دیر بعد وہ گہری نیند سو گئی تھی۔

✦✦✦

دانا کا قول ہے۔

ایک لمحہ زندگی میں ایسا آتا ہے جب زندگی کو مکمل طور پر بدل دیتا ہے۔ زندگی جیسے پہلے جیسی ہوتی ہے ویسی بعد میں نہیں ہو سکتی اور جیسی بعد میں ہوتی ہے ویسے پہلے والی نہیں ہو سکتی۔

سندس کی زندگی بھی مکمل طور پر تبدیل ہو گئی تھی مگر ابھی اسے ادراک نہیں ہوا تھا۔ دن، ہفتے، مہینے گزرتے چلے گئے..... مگر اس کی وہ شوخ و چنچل طبیعت یکسر بدل گئی تھی۔ اس کے قہقہے، مسکراہٹ، شوخیاں اداسی میں، اور دل خالی خالی سا رہنے لگا تھا۔ عالیان کی باتیں اسے ازبر تھیں، اس کی کسی نہ کسی یاد پر وہ مسکرا دیتی اور ساتھ ہی پلکیں گیلی ہو جاتیں۔

''کہیں میں اس سے محبت تو نہیں کرنے لگی.....'' اس کے اندر سے آواز ابھری..... ''نہیں..... میں بھلا اس کی خواہش کیوں پوری کروں گی..... ایسا نہیں ہو سکتا.....'' اس نے اپنے جذبوں کی نفی کی۔ ''تو پھر اس کی باتیں کیوں ازبر ہیں تمہیں..... اس کے یاد پر آنکھیں کیوں بھیگ جاتی ہیں تمہاری.....'' وہ تو بس..... یوں ہی کچھ آنکھوں میں گر جاتا ہے..... ورنہ میں کیوں روؤں گی اس کو یاد کر کے.....'' ایک بار پھر اس نے اپنے اندر سے اٹھتے سوالوں کی نفی کی۔ ''حقیقت کو تسلیم کرنے میں کوئی برائی نہیں..... جو تمہیں چاہتا ہے اس کا ہاتھ تھام لو..... یہ بہت بڑی خوش نصیبی ہے تمہاری اور اب تو تم بھی عالیان سے محبت کرنے لگی ہو..... بس اقرار کرنے سے ڈرتی ہو۔ جبکہ تم اس کی محبت کے سانچے میں ڈھل چکی ہو۔''

pklubrary.com

''نہیں..... نہیں.....'' اس نے ان آوازوں پر گھبرا کر کانوں پر ہاتھ رکھ لئے۔ ''مت یاد دلاؤ مجھے اس کی، اس ستم گر کی جس نے جا کر ایک بار بھی فون نہیں کیا..... میرا حال دریافت نہیں کیا..... جو آگ وہ لگا کر گیا تھا میں اس میں جل کر راکھ ہو رہی ہوں اور وہ بے خبر اپنی دنیا میں مگن۔'' اس کے دل کے ضبط ٹوٹ گئے تھے۔ اپنے جذبوں کا اظہار وہ خود سے کر گئی۔

''کہیں..... کہیں یہ سب کچھ لمحاتی تو نہیں..... نہیں..... نہیں.....'' تھوڑی دیر بعد اس میں عالیان کی محبت کی برقی لہریں دوڑنے لگیں اور وہ محبت کی طلبگار بن جاتی۔

''بہت غرور تھا نہ تمہیں خود پر..... دیکھ لیا اپنا غرور کیسے ٹوٹا؟ تمہارا غرور ریت کا ٹیلا ثابت ہوا جو ہوا کے تیز جھونکے سے ریت ہو گیا..... مل گیا نہ مٹی میں سارا غرور..... تم تو اس کو مٹی میں رولنے والی تھی اب خود رُل گئی ہو مٹی میں۔ خود کو چٹان ثابت کر رہی ہو لیکن اندر سے تم ڈھیر ہو گئی ہو۔ غرور کرنے والوں کا سر ہمیشہ جھکتا ہے۔ اسے ایک بار پکار لو۔ وہ دوڑا آئے.....''

''نہیں..... نہیں میں ایسا نہیں کر سکتی۔ وہ..... وہ مجھے.....'' وہ اندر کی آواز سے گھبرا گئی تھی۔ جو اسے آئینہ دکھا رہے تھے۔ لیکن سچائی کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں تھی اس میں۔

اس کی جھیل سی آنکھوں میں نئے جذبے، نئی آرزوئیں انگڑائیاں لینے لگ تھے۔ اس کے شنگرفی ہونٹوں سے مسکراہٹ ایک دم غائب ہو جاتی، آنکھوں کی نیلگوں میں نمی تیر جاتی، اور دیئے بجھنے لگتے..... عالیان کی محبت خواہش بن کر اسے بے چین کرنے لگی تھی۔ انگلیوں کی پوروں میں ایسی مضطرب لہریں اٹھتیں جو محبت کے احساسات میں جوار بھاٹا پیدا کرنے کا سبب بنتیں۔ رات کو اپنی چارپائی پر لیٹ کر آسمان پر چمکتا چاند دیکھتی اور اتنا دیکھتی کہ اس میں عالیان کا عکس ابھرنے لگتا..... اس کے نین کٹوروں سے آنسو بہہ نکلے۔ اس نے ہونٹوں کو زور سے بھینچ لیا مگر پھر بھی ہلکی سی سسکی لبوں سے نکل ہی گئی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ آنسو لکیر کی صورت گالوں پر بہہ رہے تھے۔

''تم رو رہی ہو.....؟'' اس کے قریب سرگوشی ابھری۔ اس نے آنکھیں کھولیں سامنے عالیان مسکرا رہا تھا۔ وہی دلکش انداز، نک سلک تیار ہوا، سپید دانتوں والی جگمگاتی ہوئی مسکراہٹ لئے۔ اس کے خوبصورت ہاتھوں گلاب کا پھول تھا.....

سندس کے حلق میں کوئی چیز رکنے لگی..... وہ بول نہ سکی۔

وہ اس سے ذرا فاصلے پر اس کے پیروں کی طرف بیٹھ گیا.....

''تم مجھے یاد کر کے رو رہی تھی نا.....؟''

سندس نے آہستہ سے سر ہلایا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

''بہت شدت سے یاد آ رہا تھا نا..... اور مجھ پر غصہ بھی.....؟''

سندس نے پھر ہاں کے انداز میں آہستہ سے سر ہلا دیا اور آنسو چھلک کر اس کے گالوں پر آ گئے اور وہ رونے لگی۔

عالیان نے ہاتھ آگے بڑھا کے اس کی آنکھوں سے بہتے موتیوں کو اپنی پوروں پر چن لیا۔

''مگر اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ اور اس میں کیا برائی ہے ہر انسان کو اپنی پسند ناپسند کا حق استعمال کر چاہیے..... بتاؤ حق ہے کہ نہیں.....؟''

pklibrary.com

اس کی روئی ہوئی آنکھوں میں خوشی کی ہلکی سی لکیر تھی۔ جیسے گہرے بالوں میں کبھی کبھی بجلی کوند جاتی ہے۔ اس نے اپنے ہونٹوں کو چباتے ہوئے چور نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔ جیسے اس نے سندس کے دل کا راز بھانپ لیا ہو۔

''اتنی محبت کرنے لگی ہو۔ مجھ سے پکارا کیوں نہیں؟''

آنسو اس کو بولنے ہی نہیں دے رہے تھے..... وہ تمام تر ہمتیں مجتمع کر کے بولی۔

''تم کہتے تھے نا کہ تم میری مٹھی میں ہو..... اتنے قریب، ہر لمحہ میری مٹھی میں گویا.....''

''ہاں صحیح کہا تھا میں نے۔ میں اب بھی تمہاری مٹھی میں ہوں.....'' عالیان نے اس کے کانوں میں سرگوشی کی۔ سندس کی آنکھیں شدت احساس سے بند ہونے لگیں اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے عالیان کی تیز تیز سانسوں کی آنچ اپنے چہرے پر محسوس کی..... اس نے زور سے آنکھیں کھولیں ارد گرد نگاہ دوڑائی..... اماں ابا خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے اور وہ..... عالیان کہیں بھی تو نہ تھا۔ ایک پل کو اسے اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا۔ اگلے ہی لمحے اس نے ایک طویل گہرا سانس لیا۔ تم کہاں ہو عالیان..... کیوں تنگ کرتے ہو مجھے..... تم یہ ہی چاہتے تھے نا کہ میں تم سے محبت کرو۔ تو آؤ دیکھو میں تم سے محبت کرنے لگی ہوں۔ تمہیں اتنا چاہتی ہوں کہ تم سے بھی زیادہ..... شاید تمہیں احساس ہی نہیں ہے کہ تمہاری محبت میں کیا سے کیا ہوگئی ہوں میں۔ آ کر تو دیکھ ایک بار.....''

ستارے کھلے آسمان کے سینے سے غائب ہو گئے تھے۔ ایسا ظاہر ہوتا تھا جیسے کبھی ان کا وجود تھا ہی نہیں۔

وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو پڑی۔ ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے۔ سارے بند ٹوٹ گئے تھے۔ سندس کے اندر جنگ چھڑ گئی تھی۔ جب وہ اس کے دل میں اپنی محبت کا بیج بو کر گیا تھا۔ جیسے جیسے وقت گزر گیا وہ اس کے لئے دیوانی ہوتی گئی لیکن خود سے اس کے سامنے اقرار محبت کرنا اس کے لئے اتنا آسان نہیں تھا۔ وہ سوچتی ضرور تھی لیکن اس پر عمل کرنا اپنی ہستی مٹانا تھا اور یہ اسے منظور نہیں تھا۔ مگر عالیان کی محبت اسے اللہ کے قریب کر گئی۔ اس کے سجدوں اور دعاؤں دورانیہ طویل ہو گیا تھا۔ وہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتی۔ بند لبوں سے ایک ہی فریاد نکلتی ''یا اللہ میرے جذبوں کی اس کو خبر ہو جائے جو میرے سوئے جذبات کو بیدار کر کے گیا ہے۔ اگر اس کی محبت میرے دل میں ڈالی ہے تو اسے میرے نصیب میں بھی لکھ دے میں اس کے بغیر نہیں جی سکتی۔'' اس کی آنکھوں سے آنسو قطاروں کی صورت ہو بہنے لگتے اور وہ ہاتھ اٹھائے بیٹھی رہتی۔

✦✦✦

''سکینہ یہ اپنی سندس کو کیا ہو گیا ہے ایک دم ہی خاموش ہو کر رہ گئی ہے۔ زیادہ تر وقت عبادت میں گزارتی ہے۔ چلو یہ تو اچھی بات ہے کہ وہ عبادت کرنے لگی ہے لیکن اس کی خاموشی میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ تم ماں ہو اس سے اس کا سبب پوچھو.....'' اس کے ابا نے کہا۔

''ہاں یہ تو ہے..... لیکن کوئی بات ہو تو معلوم کروں۔''

''اس بابت بات کرو گی تو وجہ معلوم ہو گیا۔'' انہوں نے فکرمند لہجے میں کہا۔

''میرا خیال ہے اب ہمیں اس کی شادی کے بارے میں سوچنا چاہیے۔ آپ ٹھیک نہیں رہتے اور میری طبیعت بھی ناساز رہنے لگی ہے۔

اگر ہمیں کچھ ہو جاتا ہے تو سا کا سہارا کون بنے گا۔ کس کے سپرد کر کے جائیں گے۔ اللہ اکلوتی اولاد بھی کسی کو نہ دے۔ تنہا ہو جاتی ہے۔''

''یہ سب اللہ کی مرضی ہے! کوئی زور تھوڑی چلتا ہے اس کے سامنے۔ ہاں شادی کا خیال ٹھیک ہے۔ میری نظر میں تو کوئی مناسب رشتہ نہیں..... کہتی ہوں رشتہ کروانے والی خالہ کو..... کوئی اچھا مناسب لڑکا دیکھیں..... خاص کر لوگ شریف ہوں۔'' سکینہ نے شوہر کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''کسی کو کہنے کی کیا ضرورت ہے..... رشتہ تو گھر میں ہی موجود ہے۔''

''گھر میں رشتہ کون سا.....؟'' سکینہ نے شوہر کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''وہ اپنا عالیان ہے نا..... کتنا اچھا شریف لڑکا ہے اور پھر گھر کا بچہ ہے۔ دیکھ بھال یا کسی چھان بین کی ضرورت نہیں۔''

''کہہ تو آپ ٹھیک رہے ہیں۔ عالیان جیسا اچھا لڑکا کہاں ملے گا ہمیں۔ پھر آپا بھی سندس کا خیال رکھیں گی۔ میں کل آپا سے بات کرتی ہوں۔''

''ہاں کل ہی کرو۔ اچھے لڑکے بہت جلد ہاتھ سے نکل جاتے ہیں۔ دیر اچھی نہیں۔''

''لیکن خود سے بات کرنا بھی مناسب نہیں..... ہم بیٹی والے ہیں۔ اگر آپا خود سے بات کریں تو زیادہ مناسب ہوتا۔'' سکینہ نے بات مکمل کر کے شوہر کو دیکھا۔

''اپنے بہن بھائیوں میں کیسی انا..... یہ سب تو غیروں کے لئے ہوتا ہے۔ بات کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''

''ہوں، کہہ تو آپ ٹھیک رہے ہیں۔ دیکھتی ہوں۔'' انہوں نے گہری سوچ میں ڈوبے کہا۔

سندس جو ان سے کھانے کا پوچھنے آ رہی تھی۔ اب ان کی بات سن کر واپس مڑ گئی۔ اندر جانے کی ہمت نہیں تھی اس میں..... ایک بار تو اس کا دل چاہا وہ امی کو منع کر دے۔ خود سے بات نہ کریں لیکن اگلے لمحے وہ اپنی سوچ بدل گئی! ''ہو سکتا ہے یہ سب اللہ کی طرف سے ہو۔ وہ ان کے لئے راستہ بنا رہا ہو۔ اور پھر اماں ابا جو مناسب سمجھیں مجھے ان کے معاملے میں دخل اندازی نہیں کرنا چاہیے۔'' وہ سوچتی ہوئی اپنے کمرے میں آ گئی۔

ادھر صدیقہ بھی عالیان کی شادی کا سوچ رہی تھیں۔ انہوں نے اپنی نگاہ ادھر ادھر دوڑائی مگر جو لڑکی بھی ان کے ذہن میں آئی اس کے لئے ان کا دل راضی نہ تھا۔ تب ایکدم سے ان کے ذہن جھماکہ ہوا کیوں نہ وہ سکینہ سے سندس کے لئے بات کریں۔ بھانجی سے بڑھ کر کون عزیز ہو سکتا تھا انہیں۔ لیکن وہ سکینہ سے بات کرنے سے پہلے عالیان کی رائے لینا چاہتی تھی۔ وہ عالیان کے پاس چلی آئیں۔ وہ اپنے سامنے فائل پھیلائے کسی حساب کتاب میں گم تھا ماں کو دیکھ کر اس نے فائل بند کر دی۔

''آیئے امی خیریت.....؟ بیٹھیں۔'' اس نے سامنے چیئر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں بیٹا خیریت ہے۔ تم مصروف تھے.....؟''

''ہاں، مگر اب نہیں..... بتایئے.....'' وہ ماں کو دیکھ کر پیار سے مسکرایا۔

''عالیان بیٹا۔ میں چاہتی ہوں کہ تمہاری شادی کر دوں۔ تم کیا کہتے ہو؟ اب تم اپنا کاروبار بھی سیٹ کر چکے ہو۔ ماشاء اللہ بہت اچھا چل رہا ہے۔''

pklibrary.com

''نیک کام میں دیری کیسی امی جان.....''
وہ شرارت سے مسکرایا۔
''تم سنجیدہ ہو.....؟''
''جی! جی امی جان۔'' اس نے سنجیدہ ہو کر کہا۔
''اچھا کوئی پسند ہے تو بتادو.....!''
''کیوں آپ کی نظر میں کوئی لڑکی نہیں.....؟'' اس نے الٹا ماں سے سوال کر دیا۔
''نظر میں تو ہے..... لیکن تم معلوم نہیں راضی ہوتے ہوئے کہ نہیں۔ میں کوئی بھی اپنی لڑکی لانا چاہتی ہوں۔ پہلی دو باہر کی لا کے دیکھ چکی ہوں۔ جو میری تو کیا بنتیں میرے بیٹوں کو بھی لے کر چلی گئیں۔ میری اپنی ہوگی تو کم از کم میرا خیال تو کرے گی نا۔ ذرا شرم لحاظ تو کرے گی اپنے رشتے کی۔ پھر آج کے دور میں اپنوں جیسی بات کہاں.....'' انہوں نے سرد آہ بھری۔
''تو پھر آپ کی اپنی کون ہے، جو آپ کی بہو بننے کے قابل ہے؟ اور جس پر آپ کو اتنا اعتماد ہے۔''
''سکینہ کی بیٹی سندس..... تم دیکھ کر آئے ہونا تو کیسی لگی تمہیں.....، تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں.....؟''
عالیان کا دل بلیوں اچھلنے لگا۔ ''دعائیں یوں بھی قبول ہوتی ہے۔ یوں بھی رنگ لاتی ہیں۔ واہ میرے مولا..... تو واقعی ہی اپنے بندوں کو مایوس نہیں کرتا۔'' اس کے دل میں گھنٹیاں سی بجنے لگی تھیں۔ اسے بھلا کیا اعتراض ہوسکتا تھا اس کے تو دل کی مراد بر آئی تھی۔
''کیا کہتے ہو پھر تم.....؟'' انہوں نے اسے سوچ میں ڈوبے دیکھ کر کہا۔
''ہوں اچھی ہے۔ اگر آپ کو پسند آئے تو ہاں کر دیجئے۔ مجھے بھلا کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔''
''گھر کی بچی ہے ناپسند کرنے والی کون سی بات ہے۔ پہلے پسند کر کے لائی تھی تو کیا ملا مجھے، میرے بیٹے ہی دور کر دیئے۔'' انہوں نے ٹھنڈی آہ بھری۔ ''میں سوچ رہی ہوں پھر کل چلتے ہیں تم بھی تیاری کرلو۔ صبح ہی نکلیں گے۔''
''ٹھیک ہے۔ اگر مناسب سمجھیں تو خالہ جان کو اطلاع کر دیں.....؟''
''نہیں سرپرائز ہی دیں گے۔ سکینہ بہت خوش ہوگی اور بھائی صاحب تو خوشی سے پھولے نہیں سمائیں گے۔'' وہ تصور میں ان کو خوش دیکھ کر خوش ہو رہی تھیں۔
''اور آپ.....؟''
''میری خوشی کا تو ٹھکانہ ہی نہیں۔ تم جیسے جانتے نہیں ہو شریر کہیں کے۔'' وہ پیار سے بولیں اور مسکراتے ہوئے کمرے سے نکل گئیں۔
عالیان پلکیں موند کر گنگناتے ہوئے اس کے تصور میں کھو گیا۔
''اب کیسے انکار کرو گی، آخر میں نے تمہیں اپنے رب سے مانگ ہی لیا نا۔ تم تو مجھے مٹی میں رولنے والی تھیں مگر رب نے مٹی سے اٹھنے والا خمیر، ایک وجود لکھ دیا۔ میرے مقدر میں واہ..... اب تو ان جھیل سی آنکھوں کے نیلگوں پانی میں ڈوب جاؤں گا۔'' وہ اسے سوچتے ہوئے دھیرے سے مسکرایا۔

✦✦✦

وہ جیسے ہی گوجرانوالہ پہنچے خالہ خالو خاص کر سندس ان کو سامنے دیکھ کر حیران رہ گئی۔
''اچانک آپ کی آمد ہمارے لئے باعث مسرت ہے آپا۔'' سکینہ نے بہن کے گلے لگتے ہوئے کہا۔ ''میں تو آج فون کرنے والی تھی آپکو۔''

''تم نے یاد کیا لو میں آ گئی۔'' انہوں نے سکینہ کو پیار کرتے ہوئے کہا۔

اس کے بعد وہ باتیں کرنے لگے۔ لیکن آنے کے کچھ دیر بعد ہی انہوں نے اپنا مدعا بیان کر دیا۔

''سکینہ اور بھائی صاحب سندس کو میری جھولی میں ڈال دیں۔ میں اپنے عالیان کے لئے سندس کا ہاتھ مانگنے آئی ہوں۔ سندس کو اپنی بیٹی بنا کر لے جاؤں گی اور میں انکار نہیں سنوں گی۔'' انہوں نے سچ مچ اپنی جھولی پھیلا دی۔

''ارے یہ کیا کر رہی ہیں صدیقہ بہن آپ.....'' سندس کے ابا نے کہا۔

سندس جو ان کے پاس بیٹھی تھی ان کی بات سن کر باہر نکل گئی اور عالیان اس کے چہرے پر اترے حیا کے رنگ دیکھ کر بے چین ہو گیا تھا۔ جو اس کے حسن کو مزید لُو دے رہے تھے۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی..... ''تو تم بھی ہار گئی ہو سندس..... اس نے خود کلامی کی۔

''آپا کھانا کھائیں پھر تسلی سے بات کریں گے! ابھی تو سفر کی تھکن بھی نہیں اتری آپ کی۔''

''سکینہ تم کیا جانو سارے راستے کیا کیا سوچتی رہی ہوں۔ ان دونوں کی شادی کے حوالے سے۔ بس اب تم جلدی سے ''ہاں'' کر دو۔ کیوں بھائی صاحب آپ کیوں خاموش ہیں؟''

کل ہی میں نے سکینہ سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا اور میرے مالک نے سن لی۔ کہتے ہیں نہ رشتے آسمانوں پر بنتے ہیں تو ان کا جوڑا لکھا جا چکا ہے تو کاتب تقدیر کے فیصلے سے انحراف کرنے والے ہم کون۔ سندس آپ کی بیٹی تھی آپ کی بیٹی ہے اور ہمیں بھی تو بیٹی کے بدلے بیٹا مل رہا ہے۔'' انہوں نے بہت خوبصورتی سے سندس کا ہاتھ تھما دیا۔

عالیان کا کام ہو چکا تھا وہ چپکے سے ان کے بیچ سے اٹھ کر باہر آ گیا اب وہ سندس کو تنگ کرنے کے موڈ میں تھا۔

''شکریہ بھائی صاحب۔ آپ نے میرا مان رکھ لیا۔'' خوشی سے ان کی آواز بھیگ گئی۔

وہ لوگ اپنی باتوں میں مصروف تھے اور شادی کے حوالے سے پروگرام ترتیب دے رہے تھے۔

''ارے، ارے کیا ہو گیا ہے تمہیں کیا حال بنا لیا ہے تم نے اپنا.....؟'' عالیان نے ٹھٹھک کر سندس کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں اذیت ہلکورے لے رہی تھی۔ ان آنکھوں کی چمک ماند پڑ گئی تھی اور نین کٹورے پانیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ آنسوؤں کو ضبط کرنے کی کوشش میں اس کی ناک کی پھننگ سرخ ہو رہی تھی۔ عالیان کو دھچکا لگا تھا۔

''اس حال میں پہنچا کر پوچھ رہے ہو کیا ہو گیا ہے مجھے۔ میری اس حالت کے تم ذمہ دار ہو۔'' اس نے بھیگی آواز میں محبت بھرا شکوہ کیا۔

''تم چاہتے تھے نا کہ میں تم سے محبت کروں تو دیکھو میں تم سے محبت کرنے لگی ہوں شدید محبت۔ مگر میرے دل میں محبت کی جوت جگا کر خود بھول گئے.....''

''ہاں یہ میرے دل کی خواہش تھی کہ تم مجھ سے محبت کرو۔ اور مجھے خود پر اپنی محبت پر بہت بھروسہ تھا کہ میری محبت اپنا آپ منوا لے گی۔ تم محبت تو مجھ سے کرنے لگی تھی، بس خود پر غرور تھا، اسی لئے اقرار کرنے سے انکاری تھی۔ کیونکہ تم اپنا غرور ٹوٹتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔''

''اور تم میرا ٹوٹا غرور، جھکا ہوا سر دیکھنا چاہتے تھے.....؟''

pklibrary.com

''نہیں تم اپنے غرور اور اٹھے سر کے ساتھ ہی اچھی لگتی ہو۔ میں چاہتا تھا تم محبت کرو، میرے مجبور کرنے پر نہیں اپنے دل کا کہا مان کر اس رستے پر قدم رکھو۔ پورے غرور اور استحقاق کے ساتھ۔''

''پھر کیسی لگی یہ محبت.....'' اس نے جھک کر سندس کا ہاتھ تھاما۔

''تمہیں کیسی دِکھتی ہے.....؟ اس نے الجھی آواز میں ہاتھوں کی انگلیاں مروڑتے ہوئے کہا۔ اس کا وجود بے جان ہو رہا تھا اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

''سندس میری جان نہ روؤ۔ چپ کرو پلیز۔'' عالیان نے پیار بھرے لہجے سے تسلی دینے کی کوشش کی۔

''معاف کر دو مجھے..... میں نے محبت کی خواہش میں اذیت دی تمہیں.....''

اسے لگا وہ بہت اونچائی سے گر گئی ہو۔ اسے اندرونی چوٹیں آئی تھیں اور درد کی لہریں پورے بدن میں پھیل گئی تھیں..... اس کی نظر میں عالیان کے چہرے پر ٹکی تھیں اور لبوں پر خاموشی کے پہرے بیٹھ گئے تھے۔ ایک طویل خاموشی ان کے بیچ پروان چڑھنے لگی۔ دونوں خاموش تھے پھر اس خاموشی کو عالیان نے توڑا۔

''یہ میری غلطی تھی، معاف کر دو، میں چاہتا تھا میرے بعد تم میرے عشق میں گرفتار ہو جاؤ۔ جو درد، کرب تکلیف میں اپنے دل میں محسوس کرتا ہوں، وہ تم بھی محسوس کرو۔ تب تمہیں میری محبت کا احساس ہوگا۔ میں تمہیں کسی قیمت میں کھونا نہیں چاہتا تھا۔ یہ ہی ڈر تھا کہ اگر تمہارے دل میں میرے لئے محبت نہ جاگی تو تم کبھی مجھ سے محبت نہیں کرو گی۔ میرا ساتھ نہیں دو گی..... اسی لئے بار بار تمہیں مجبور کرتا تھا کہ مجھ سے محبت کرو۔''

''میرا کیا قصور تھا.....؟''

''قصور ہماری قسمت کا تھا کہ جو تم سے آملا۔ اور میں تمہارا مجرم ہوں جو سزا دو گی مجھے منظور ہوگی۔'' وہ چپ چاپ سنتی رہی..... پھر گویا ہوئی۔

''تم جانتے ہو جتنا طویل سفر ہوگا، تکلیف بھی اتنی ہی ہوگی۔''

''ہاں، لیکن یہ طویل سفر محبت کے ساتھ طے ہوگا اور اس تکلیف کو میں اپنے پوروں پر چن لوں گا۔ اور اپنی محبت سے ان کھٹائیوں کو اپنے دل میں اتار لوں گا۔ اپنی محبت کے اعزاز کے ساتھ تمہیں تمہارا غرور واپس کر دوں گا۔'' اس نے دل موہ لینے والے لہجے میں دھیرے سے کہا۔

''نہیں..... مجھے خود پر ناز تھا۔ وہ غرور میں جھوٹی انا تھی؟ جس کی تسکین کے لئے میں تمہیں چڑاتی تھی لیکن آج میں یہ اقرار کرتی ہوں کہ میرے دل میں تمہاری محبت بہت پہلے پیدا ہو گئی تھی بس مجھے ادراک نہیں ہوا، لیکن تمہارے جانے کے بعد آگہی کے در کھلتے چلے گئے اور میں پور پور تمہاری محبت میں ڈوب گئی۔ میں تمہاری محبت مٹی میں ملانا چاہتی تھی مگر میرا غرور میں خود مٹی میں مل گئی۔'' اس نے سر جھکا اپنی محبت، اپنے جذبات کا اقرار کرتے ہوئے کہا۔

''میں نے کب ایسا چاہا تھا..... میں نے تو بس اپنے رب سے لو لگائی تھی۔ میں دعاؤں میں اس سے تمہیں مانگتا تھا۔ اور دیکھو اس نے میری سن لی۔ میری دعاؤں کی لاج رکھ لی۔ میرا مان رکھ لیا۔ میری دعاؤں کو بے رنگ نہیں ہونے دیا۔ تمہارے دل میں میری محبت ڈال دی۔ اور تم مجھ سے شدید محبت کرنے لگیں۔ اگر جذبے سچے ہوں تو محبت آپ منوا لیتی ہے اور میری محبت

نے تم سے اپنا آپ منوا لیا..... تمہاری محبت میرے مقدر میں لکھ کے جیت میرے نصیب میں لکھ دی۔ سندس میں تمہیں دنیا جہاں کی خوشیاں دوں گا اور اتنی محبت دوں گا کہ تمہیں اپنا دامن چھوٹا لگنے لگے گا۔ تم میری محبت میری چاہت میری زندگی ہو۔ تم نے میری محبت کا مثبت جواب دے کر مجھے نئی زندگی، خوشیوں کی نوید دی ہے۔ میں تمہیں جتنی بھی محبت تو دوں کم ہے۔ آئی لو یو یار..... میری زندگی میری خوشی میری محبت میری سندس۔"

عالیان نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر اتنے گہرے محبت بھرے لہجے میں اپنے جذبوں کا اظہار کرتے ہوئے اسے مان، بھروسہ اور اس کا غرور لٹایا تھا کہ وہ اس کی ہستی کا غرور بن گیا تھا۔ کل تک وہ جو کہتی تھی کہ محبت زیرِ آسماں کہیں موجود نہیں آج وہ خود اس کا اظہار کر رہی تھی۔ وہ دماغی خلل، پاکیزہ جذبوں کو بے رنگ کرنا۔ ان کا اصلی روپ کھو دینا..... وہ سب حقیقت بن کر اسے مل گیا تھا۔ وہ عالیان کے سامنے خود کو بہت چھوٹا محسوس کر رہی تھی۔ مگر عالیان وہ عظیم شخص جس نے اس کی ہستی کا غرور لٹاتے ہوئے اپنا بنا لیا تھا۔

اس کی جھیل سی آنکھوں میں تیرتے نیلگوں دودھیا پانی میں عالیان کا عکس بے حد شفاف تھا۔ اس کی آنکھوں کا رنگ مزید گہرا ہو گیا تھا۔

"ہاں محبت اپنا آپ منوا لیتی ہے۔ اور دعاؤں کا رنگ کبھی پھیکا نہیں پڑتا۔ بہت گہرا اور پکا ہوتا ہے۔ تمہارا ساتھ میرے لئے کسی اعزاز سے کم نہیں۔ محبت کیا ہوتی ہے تم نے مجھے بتایا..... اور تمہارے سچے جذبوں نے ہی میرے جذبوں کو محبت کے رنگ میں بدل دیا۔ میں خوش ہوں۔ بہت خوش۔ بس تم تمام عمر اسی طرح رہنا، اپنی محبت کے رنگ مجھ پر نچھاور کرنا۔ میری خواہش ہے کہ تمہاری محبت کے رنگوں کی بارش میں بھیگتی رہوں۔ کبھی اس میں کمی مت آنے دینا۔"

اس نے عالیان کے شانے پر سر رکھ کر پلکیں موند کر شہد آگیں لہجے میں کہا تو عالیان اس کی اس ادا پر قربان ہو گیا۔

"ایسا سوچنا بھی مت کہ اپنی محبت میں کمی کروں گا..... ارے پگلی یہ تو دن بدن بڑھتی جائے گی۔ شدید سے شدید تر۔ زندگی آخری سانس تک۔ بس میرا یقین رکھنا۔" ہوا کا ایک تیز جھونکا کہیں سے آیا تھا۔ بوگن ویلیا کی بیل سے رنگ برنگے پھول اڑاتا ہوا ان دونوں پر برسا گیا تھا۔

"دیکھا ہماری محبت کی بہار ہر طرف پھیل گئی ہے۔ ایسی بہار خوش نصیبوں کو ملتی ہے۔ دیکھ لیا ان رنگوں کو....." عالیان نے شرارت سے سرگوشی کی۔

"ہاں....." وہ مسحور کن لہجے میں کھوئی کھوئی سی بولی۔ اور پلکیں موند لیں۔ عالیان اس کے صبیح چہرے پر اترتے رنگوں کو دیکھتا کھو سا گیا۔

'میری دعاؤں کے رنگ....." عالیان کے لبوں پر بڑی پیاری دل فریب، دل کش دھیمی مسکراہٹ تھی۔

خزاں کا موسم گزر گیا تھا۔ بہار اپنے جوبن پر تھی ان کی زندگی میں ہر سو بہار ہی بہار کی برسات تھی۔

دعاؤں کا رنگ نہیں ہوتا مگر جب یہ رنگ لاتی ہیں تو زندگی میں رنگ بھر جاتے ہیں۔

✦✦✦

pklibrary.com

شب بھر کی سحر

فصیحہ آصف

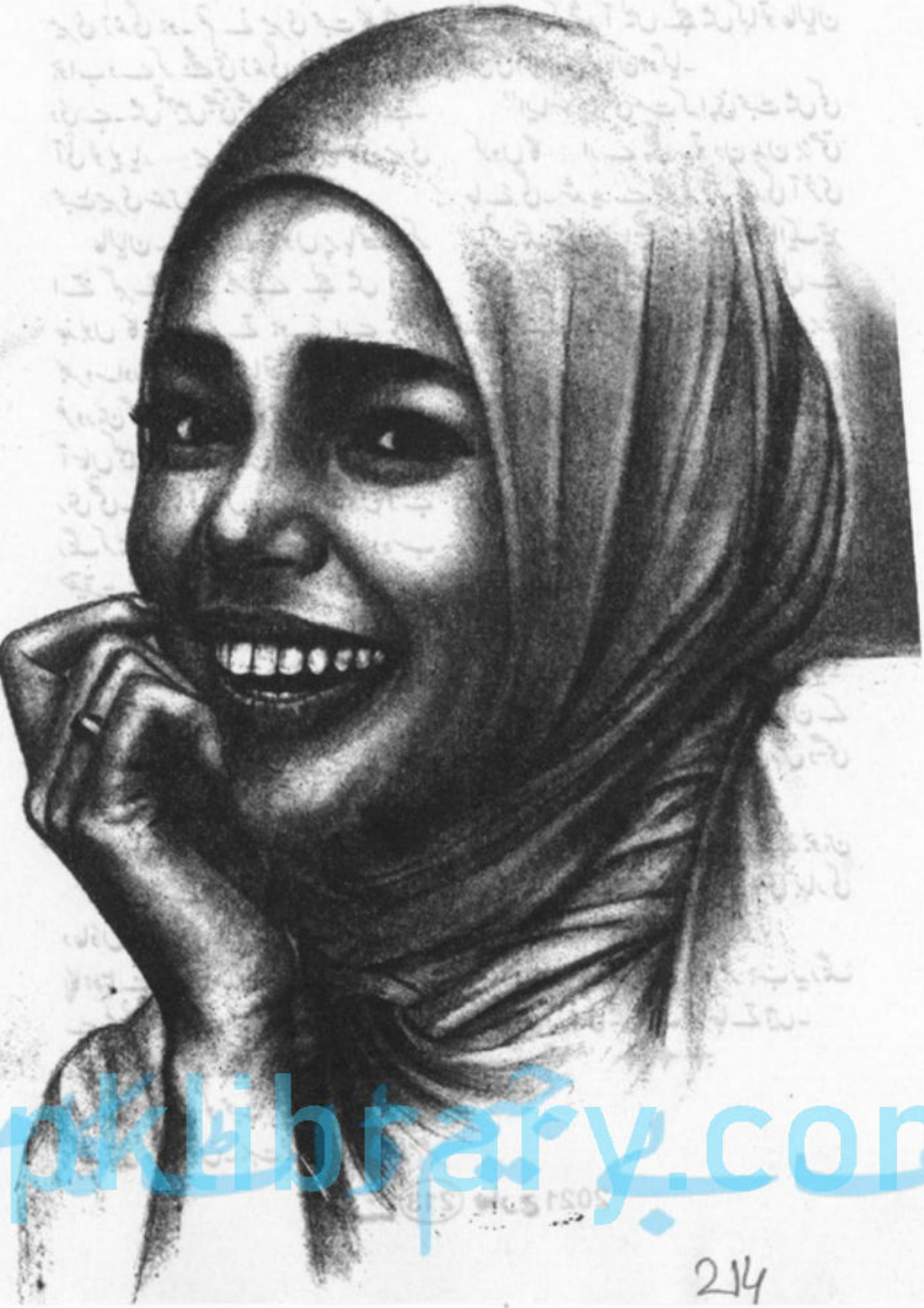

pklibrary.com

''جو لوگ خود کو دوسروں کی مرضی پر سر کو جھکا دیتے ہیں، وہ ساری عمر پچھتاتے ہیں، تمہیں سمجھ کیوں نہیں آرہا۔'' کب سے زیبا اس کے ساتھ مغز ماری کر رہی تھی۔ مگر مجال جو زینب کے کانوں پر جوں تک رینگی ہو۔ زیبا سخت جھنجلائی ہوئی تھی۔ اور سر ادھر اُدھر گھما رہی تھی۔

''تم کولڈ ڈرنگ پیو جا کر تا کہ اس تند و تلخ ماحول سے نکل سکو۔'' زینب بالآخر کھڑی ہو گئی اور اس کے تپے ہوئے چہرے پر نظر ڈال کر بیگ کندھے پر اٹکاتے ہوئے بولی۔

''رکو..... رکو میری بات سنو۔'' سب ہی زیبا نے اسے پکارا تو زینب کے اٹھتے قدم رُکے۔ وہ بغیر مڑے بولی۔ ''بولو.....''

''تم..... تم پلیز گھر جا کر میری باتوں پر غور کرنا۔ زینی، میں غلط نہیں کہہ رہی وہ بھی ٹھیک کہہ رہا ہے، کر رہا ہے۔'' زیبا کا اشارہ واضح طور پر شہریار عاصم کی طرف تھا۔ تب وہ جان چھڑانے کو اثبات میں سر ہلا کر باہر نکل آئی۔ پہلے ہی خاصی دیر ہو چکی تھی۔ اس کے ساتھ بحث کرنے میں۔ باہر سخت گرمی تھی۔

لائبریری میں کم تپش تھی مگر زیبا کی باتوں نے اسے غصہ سا دلا کر گرمی میں خاصا اضافہ کر دیا تھا۔ بیکار میں اس سے الجھ رہی تھی۔

یہ سچ ہی تو تھا۔ ایسے حالات کب تھے کہ وہ کسی خوشنما خواب کا سرا ہی پکڑ کر مسحور ہو جاتی۔ لمحہ بھر کو ہی سہی۔ جھوٹا سپنا دیکھ کر پل کیلئے ہی سہی۔ زیبا کی باتیں سو فیصد نہ سہی کچھ نہ کچھ درست ضرور تھیں۔ مگر وہ جانتی تھی کہ یہ سب باتوں کی ہی حد تک تھیں۔ حقیقت سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔ دونوں کی بحث کا نتیجہ صفر اور لاحاصل تھا۔ زینب اسے سمجھا سمجھا کر، بتا بتا کر تھک چکی تھی کہ یہ سب ناممکن ہے۔ مگر زیبا بھی اپنے نام کی ایک تھی اسے یقین تھا کہ اگر زینب چاہے تو سب ممکن ہو سکتا ہے۔ اور بھلا زینب کیسے ''چاہ'' سکتی تھی۔ ہاں اگر ہمت تھی تو ''بغاوت'' کر سکتی تھی۔ اگر چاہے تو..... چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔ دل تو بہت کچھ چاہتا ہے۔ پاگل جو ہوا خاندان سے، رسم و رواج سے، پرانی روایتوں سے؟؟؟

اس کا نتیجہ کیا ہونا تھا، یہ بھی جانتی تھی مگر زیبا یہ سب تسلیم سے انکاری تھی۔ وہ ان سب کو فرسودہ اور بکواس گردانتی تھی۔ زینب اسے کئی بار کہہ چکی تھی کہ ''جہاں آگ لگتی ہے وہی جگہ جلتی ہے۔'' زیبا تم آگ اور دھوئیں اور اس کی جلن سے چھبن سے واقف نہیں ہو اور بے خبر ہی رہو تو اچھا ہے۔ پورے راستے زینب انہی سوچوں کا شکار رہی۔

✦✦✦

زینب شاہ، سید افتخار شاہ کی اکلوتی بیٹی تھی دو بھائیوں عمار شاہ اور یاسر شاہ کی لاڈلی بہن، ان کا اپنا جدی، پشتی کاروبار تھا اور خوب چل رہا تھا۔ تینوں نے محنت کر کے اسے عروج پر پہنچا دیا تھا۔ زینب لاڈلی، بیٹی اور بہن تھی۔ سبھی انہوں نے اسے یونیورسٹی پڑھانے کی اجازت دی ورنہ خاندان بھر کی لڑکیوں نے محض سکول کی شکل ہی دیکھی تھی۔

باپ اور بھائیوں نے اسے بہت محبت سے پالا تھا۔ ماں سکینہ نے نہ صرف اپنی محبت نچھاور کی بلکہ اسے گھریلو امور میں بھی طاق کر رکھا تھا۔ اور حُسن کی خداداد دولت جو زینب شاہ کو ملی تھی۔ اس کا اس نے کبھی ناجائز فائدہ نہ اٹھایا تھا۔ نہ اپنے کردار پر کسی قسم کی دراڑ آنے دی تھی۔ اسے خود پہ مکمل بھروسہ تھا۔ فخر تھا۔ مگر جیسے ہی وہ یونیورسٹی آئی۔ زیبا منصور کے ساتھ دوستی اور پیار کا رشتہ استوار ہو گیا۔ زیبا کا نکاح اپنے ماموں زاد عامر کیانی کے ساتھ ہو چکا تھا۔ جو فوج میں کپتان تھا۔ وہ بے حد امیر خاندان سے تعلق

pklibrary.com

رکھتی تھی، مگر غرور نام کو نہ تھا۔

زینب کی معصومیت اور دلکشی نے زیبا کو اس کا گرویدہ کر دیا تھا۔

انہی دنوں زیبا کی سالگرہ پر اس کے کزن شہریار عاصم نے زینب کو دیکھا تو اس کی دھڑکن تھم گئی۔ گویا گوہر مقصود مل گیا تھا۔

سفید لباس میں موتیے اور بیلے کی کلیوں کا زیور پہنے وہ شہریار کا دل میں ہلچل مچا گئی۔ زینب بھی اس کی پولتی آنکھوں پر اپنے اندر دلبرائی محسوس کر چکی تھی۔ مگر من کے اندر کسی پھر خوشی نے سر نہیں اٹھایا تھا۔ کیسے سر اٹھاتی؟ گردن تک کچھی جاتی۔ جسم بھی اور روح بھی.....

✦✦✦

تو وہ بے تحاشا حسین نہ تھی۔ مگر اک وقار اور تمکنت، اس کی شخصیت کو نکھار بخشے ہوئے تھے۔ زیبا کا روحانی ہالہ اس کی ذات کے گرد حصار بنائے ہوئے تھا۔ شہریار اچھی پوسٹ پر نوکری کر رہا تھا۔ اس سے چھوٹا بھائی سرفراز ایم بی اے کر رہا تھا۔ گھر میں اطمینان اور خوشحالی کا راج تھا۔ دو ہی بائی تھے۔ والد صاحب اپنا کاروبار کرتے تھے، جبکہ نعیمہ خاتون گھریلو امور میں مصروف تھیں اس سکون بھرے ماحول میں زینب کو ایک جھلک نے شہریار کے اندر طلاطم برپا کر دیا تھا مگر اسے معلوم نہ تھا کہ یہ طوفان، طلاطم اور ہلچل صرف اسی تک محدود ہے۔ زینب شاہ کو اس کا چنداں احساس نہیں۔

احساس ہوتا بھی تو وہ اسے کیونکر اجاگر کرتی؟ کیا اسے اپنے روایات، خاندانی انا، ان سب کو پس پشت ڈال کر، فنا کر کے شہریار عاصم کو سہانے سپنے دکھائی۔ جبکہ اس کے آگے اندھیرا تھا اور گھور اندھیرا، اندھی کھائی۔ ان کے خاندان میں باہر، غیر برادری میں شادی شجرِ ممنوعہ تھی اور اسی بات سے زیبا کو نہ صرف چڑ تھی بلکہ کسی حد تک نفرت تھی۔

''تم اپنے لئے خود کیوں نہیں سوچتی ہو۔'' زیبا جھلا کر بولی۔ زینب کے اطمینان پر اسے سخت تاؤ آ رہا تھا۔

''گردن کٹوا دوں؟'' اس نے براہِ راست زیبا کی آنکھوں میں جھانک کر سوال کر ڈالا۔

''یہ کب کہا میں نے تم اپنے گھر بات تو کرو۔'' اپنے نرم لہجے میں اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔ تو زینب نے نفی میں گردن ہلا دی۔

''میں کیا کہوں شہریار سے وہ تو مامی کو تمہارے گھر لانے پر بضد ہے۔'' زیبا کے انداز میں عجب غم و غصہ تھا۔

''اسے سمجھاؤ کہ یہ راستہ اس کی منزل نہیں ہے۔'' زینب انگلیاں مروڑتے ہوئے بے بس بولی۔ اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔ وہ سہمی ہوئی لگ رہی تھی۔

''میری طرف دیکھ کر یہ والی بات کرو۔'' زیبا اس کے کرب کا اندازہ لگا چکی تھی اور اسے یہ بھی علم تھا کہ خاندان میں زینب شاہ کے جوڑ کا کوئی رشتہ نہیں، خواہ وہ بوڑھی ہو جائے، مگر باہر نہیں بیاہی جائے گی۔

اس کی والدہ سکینہ اکلوتی تھیں۔ ایک بھائی تھا جس کی دو بیٹیاں تھیں اور دونوں اس کی بہوئیں تھیں۔ صرف چچا زاد تھا۔ جو ساتویں کلاس میں پڑھتا تھا۔ بڑے دو بھائی شادی شدہ تھے۔ ابھی تک اسی وجہ سے اس کی شادی کا معاملہ دبا ہوا تھا۔ باپ کی وفات کے بعد تک یہ مسئلہ حل نہ ہو پایا تھا۔ اب وہ بھائیوں کے رحم و کرم پر تھی۔ مگر سکینہ کے لئے یہ وقت بڑا تکلیف دہ اور اذیت ناک تھا کہ ان کی لاڈلی بیٹی کی جوانی مٹی ہو جائے گی۔ جہیز کی چیزیں تیار کرتے کرتے وہ سسک اٹھتیں۔ دونوں بہوئیں

فاطمہ اور زلیخا ان کی نمناک آنکھوں کو دیکھ کر پلکیں بھگو بیٹھتیں۔ مگر وہ سب بے بس اور لاچار تھیں۔ روایات کی ان دیکھی زنجیروں میں جکڑی ہوئی۔ زینت شاہ اس وقت اکنامکس کے فائنل ایئر میں تھی۔ وقت اپنی مخصوص رفتار طے کر رہا تھا کہ امتحانات سر پر آ گئے۔ خدا خدا کر کے یہ بوجھ اترا۔ زینب اور زیبا بہت خوش تھیں کہ نمبر اچھے آئیں گے پیپرز جو اچھے ہوئے تھے۔

✦✦✦

زندگی ہمیشہ ہموار اور سیدھی نہیں چلتی۔ اتار چڑھاؤ اور نشیب و فراز اس کے ساتھی ہوتے ہیں۔ زینب اس وقت بھونچکی رہ گئی جب زیبا شہریار کی والدہ کے ساتھ ان کے گھر آ گئی اس کے پاس آ کر زیبا نے آنے کا مقصد بتایا۔ تو اسے گویا کرنٹ سا لگا۔

''تمہیں روکا بھی تھا۔ منع بھی کیا تھا کہ ایسا ہونا ناممکن ہے، پھر بھی تم.....'' وہ سسک کر بولی۔

''بس، بس..... ریلیکس ہو جاؤ'' زیبا اسے کندھوں سے تھام کر پیار سے بٹھاتے ہوئے بولی۔ مگر زینب کی سُوں سُوں جاری تھی۔

وہ عصیلی نظروں سے زیبا کو دیکھنے لگی۔ آنسو پلکوں پر جگنوؤں کی طرح چمک رہے تھے۔ بے بسی سے لب کچلتی وہ زیبا کو بہت معصوم و مجبور لگی۔

''دیکھو زینی جہاں لڑکیاں ہوتی ہیں وہاں رشتے آنا انوکھی بات نہیں۔'' وہ آسانی سے سمجھاتی زیبا بہت مدبر لگی، تبھی زینب نم آواز میں بولی۔

''میں جانتی ہوں یہاں سب اُلٹ ہے۔ بے کار جائے گی تمہاری کوشش، الٹا مجھے طعنے سننے کو ملیں گے کہ پڑھنے کے بہانے اپنا ''بَر'' ڈھونڈا ہے۔

آواز کی اور نجانے کیا، کہا۔ وہ ابھی یہیں پر تھی کہ اس کی بڑی بھابی زلیخا آ گئی۔

''اٹھو کپڑے بدل کر ہاتھ منہ دھو کر آ جاؤ۔ اور چائے سرو کرو مہمانوں کو،'' اس نے قدرے حیرت سے بھابی کو دیکھا۔ جن کی نرم آواز میں نرمی کا گہرا تاثر تھا۔ زینب سر ہلا کر اٹھنے لگی۔

تھوڑی دیر بعد وہ لباس تبدیل کر کے بال بنا کر چہرے پر بنا کوئی آرائش کیے چائے کی ٹرالی گھسیٹتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آ گئی اور شہریار کی شفیق سی ماما کے ساتھ زیبا نے اسے بٹھا دیا۔ نعیمہ کو سادہ سی زینب شاہ بہت پسند آئی۔ چائے کے ساتھ ہلکی پھلکی گفتگو جاری تھی کہ سکینہ نے اسے اندر جانے کو کہا۔ بات یہ ہے بہن کہ ہمارے خاندان میں روایت ہے کہ غیر برادری میں بیٹی نہیں دیتے۔ اس لئے میں معذرت چاہوں گی۔

''ارے! آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بھی ایسی روایات، ایسی پابندیاں..... شہریار کی والدہ حیران ہو کر بولیں۔ میرا ایک بیٹا شہریار ہے اور دوسرا سرفراز اور میرے شوہر ہم بس چار افراد ہیں۔ اپنا گھر ہے، کاروبار ہے، شہریار کی اچھی جاب ہے۔ آپ کی بیٹی کو بیٹی بنا کر رکھیں گے۔ نعیمہ کی آواز میں لجاجت تھی۔ آپ گھر والوں سے صلاح و مشورہ کر لیں۔ میں پُرامید جواب کی منتظر رہوں گی۔ نعیمہ کی آواز میں ٹھہراؤ اور یقین تھا۔ وہ کہتے ہوئے اجازت لیکر چلی گئیں۔ سکینہ، زلیخا اور فاطمہ سر جوڑ کر بیٹھ گئیں۔ تاکہ اس مسئلے کو حل کر سکیں۔ تب سکینہ نے بہت سوچ بچار کے بعد اپنے بڑے بھائی اور جیٹھ کو بلا لیا اور ان کے سامنے مسئلہ رکھ دیا۔ جیٹھ تو حسب عادت بھڑک اٹھے۔

''میرا بیٹا جعفر ہے ناں.....'' اصغر نے غصہ دباتے ہوئے اپنے 8 سالہ بیٹے کا نام لیا تو علی ماموں نے ناگواری سے ان کی جانب دیکھا اور بولے:

''بھائی صاحب کچھ خیال کریں۔ وہ زینب

سے بہت چھوٹا ہے۔ بچہ ہے ایسا ظلم نہ کریں۔" سکینہ جانتی تھی کہ اصغر یہی حل پیش کریں گے، دو بڑے بیٹے تو شادی شدہ تھے۔

"زیادہ سوچ بچار نہ کر بھر جائی۔ جعفر سے ہی اس کا جوڑ بنتا ہے۔ اور غیر برادری کا سوچنا بھی نہیں......" ان کے تحکمانہ انداز واطوار پر سکینہ اور علی بھونچکے رہ گئے۔ تھوڑی دیر بعد اصغر رعب دار انداز اپنائے ہوئے چلا گیا۔ علی سر جھکا کے بیٹھے رہے۔ سکینہ کی آنکھیں اشکوں سے بھری تھیں۔

اصغر بھائی کا یہ حال ہے تو دونوں بیٹوں عمار اور یاسر کا کیا ردِعمل ہوگا۔ جو پانی روایات پر سختی سے کاربند تھے۔ سکینہ جیسے کسی بند گلی میں کھڑی تھیں۔ علی نے اٹھ کر بہن کے سر پر ہاتھ رکھ کر دیدہ سی تسلی دی۔ تو سکینہ پھوٹ، پھوٹ کر رو پڑی۔ علی بے بس تھے۔

✦✦✦

گھر میں مکمل خاموشی کا راج تھا، کسی ان دیکھی مصیبت کا کوئی اشارہ پنہاں تھا۔ ماں کو بری طرح سسکتے اور پریشان دیکھ کر زینب کی جان پر بن آئی۔ بھائیوں کے تیز بولنے سے اس کے اعصاب شل ہو گئے تھے۔ ناممکن، ناممکن اور صرف ناممکن، سکینہ کا فشارِ خون بلند ہوا اور وہ جان سے ہار گئیں۔ بھائی ماں کی موت کی ذمہ دار زینت شاہ کو ٹھہرا رہے تھے۔ صرف زینب اور علی ماموں ار و قطار رو رہے تھے۔ بھائی سپاٹ چہرہ لئے زینب کو گھور رہے تھے۔ زلیخا فاطمہ آنے والوں کو دیکھ رہی تھیں۔ سوئم ہو گیا۔ زینب نفرتوں کے درمیان کھڑی تھی۔ زیبا اور نعیمہ خاتون آئی تھیں۔ وہ ان سے لپٹ کر مچل مچل کر رو پڑی تھیں۔ اسے تسلیاں دیتے رہیں۔ مگر اس کا دل اندر سے مر گیا تھا۔

شہر یار کا نہ ملنا اتنا تکلیف دہ نہ تھا جتنا ماں کی جدائی اور بھائیوں کے بدصورت رویے تھے، جو پل پل اسے مار رہے تھے۔

سکینہ کی وفات کو کئی روز گزر گئے تھے۔ اس روز جب وہ یونیورسٹی جانے لگی تو دونوں بھابیاں اس کے پاس آ گئیں۔ زینب حیرت سے ان کی جانب دیکھے گئی۔ "تم یونیورسٹی نہیں جاؤ گی یہ تمہارے بھائیوں کا حکم ہے۔" فاطمہ نے نم آواز میں کہا۔ "مگر کیوں...... یہ میرے مستقبل کا سوال ہے۔" وہ بری طرح چونک گئی۔

"ہمارے بھائی جعفر سے تمہارا جمعہ کو نکاح ہے۔ اور رخصتی چند سال بعد" زلیخا نے کہا اور سسک کر زینب کو اپنے ساتھ لگا لیا۔ زینب بت بنی بیٹھی تھی۔

"یہ تمہارے بھائیوں کا فیصلہ ہے ہمارا نہیں۔ ہمارا ہونا، کچھ کہنا کسی زُمرے میں نہیں آتا۔ زینی! ہم دونوں بے بس ہیں۔" فاطمہ بھی بھرائی ہوئی آواز میں بولی تھی۔ دونوں سسکتے ہوئے باہر چلی گئیں۔

"کیا...... تو گویا خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دوں، خود کو ختم نہ کرلوں۔" اس کا دل دہائیاں دے رہا تھا۔ کچھ بھی ہو میں یہ "نکاح" ہرگز نہ کروں گی۔ بھلے ساری زندگی یونہی گزار دوں۔ اس نے کڑے دل سے فیصلہ کر لیا اور زیبا سے بھی رات فون پر بات کر کے خود کو مضبوط بنانے کا عہد کر لیا۔

اگلے روز بھائیوں کے سامنے جا کر پورے اعتماد سے انکار کر دیا۔

"تمہاری یہ جرأت۔" عمار شاہ اسے مارنے کو اٹھا۔ یاسر نے اسے پکڑ کر بٹھایا۔

"کیوں کیا تکلیف ہے۔" وہ بگڑے تیور لئے تلخی سے بولا۔

"میں اپنی تعلیم مکمل کروں گی۔ نوکری

pklibrary.com

کروں گی، کسی پہ بوجھ نہ بنوں گی مگر یہ بے جوڑ رشتہ قبول نہ کروں گی۔ اگر میرے ساتھ زبردستی کی گئی تو خود کو ختم کر ڈالوں گی اور پھر جنازہ اٹھے گا۔ ڈولی نہیں....." یہ کہہ کر وہ رکی نہیں اور بھاگتے ہوئے کمرے میں بند ہوگئی۔

✦✦✦

جمعہ آیا..... دن گزر گیا..... کئی جمعے گزر گئے۔

زیبا کی زبانی اسے شہر یار کی شادی کا پتہ چلا۔ دل دھڑکا۔ پھر معمول پر آ گیا۔ ممانی نے اس کو بہت زور دیا۔ تب وہ جا کر مانا، وہ کب کہیں اور شادی کرنا چاہتا تھا۔ چند ماہ بعد زیبا بھی پیا دیس سدھار گئی۔ شہر یار سے سامنا نہ ہوسکا۔ وہ دوسرے شہر گیا ہوا تھا۔ فاطمہ اور زلیخا نے شوہروں کو سمجھا دیا کہ زینب کو اس کے حال پر چھوڑ دیں۔ اب بھتیجے بھی جوان ہو رہے تھے۔ گھر میں خاموشی بہتر تھی۔ زینب بہت اعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہوگئی اور کئی جگہ نوکری کے لئے اپلائی کر دیا۔ گھر کا ماحول کبھی امن والا تو کبھی تناؤ والا ہو جاتا۔

نوکری کی بات پر ایک بار پھر گھر میں ہنگامہ برپا ہوگیا۔ مگر زینب ڈٹ گئی اور اسے بینک میں نوکری مل گئی۔ اگرچہ گھر میں خوشحالی تھی۔ مگر وہ گھر کیونکر بیٹھتی۔ کوئی جواز نہ تھا۔ سو زندگی ایک ڈھب پر گزرنے لگی۔ زیبا کبھی ایک کبھی دوسرے شہر ہوتی۔ اس کے شوہر آرمی میں تھے سو وہ مختلف شہروں کو انجوائے کر رہی تھی۔

✦✦✦

کچھ ہفتوں سے بڑے بھائی یاسر کی طبیعت خراب رہنے لگی تھی۔ مختلف ٹسٹ کروائے گئے انہیں کینسر ہوگیا تھا۔ اُف، سبھی نے سر تھام لیا۔ روپیہ پیسے کی طرح بہنے لگا تھا۔ دونوں بھتیجے انٹر کے بعد دکانیں سنبھالنے لگے۔ کہ یاسر شاہ دو ماہ میں ہی اللہ کو پیارے ہوگئے۔ کینسر آخری سطح پر آ گیا تھا۔

گھر میں بربادیوں کا آغاز ہوگیا تھا۔ زینب کا صبر انہیں بہت کچھ دکھا رہا تھا۔ نام نہاد روائتوں اور فرسودہ رسومات زندگیاں تباہ کرنے پر تلی تھیں۔ مگر وہ ان سے ایک انچ پیچھے ہٹنے کو تیار نہ تھے۔

زینب خاموش تھی۔ بھابیوں کے ساتھ سلوک اچھا تھا، دن سے رات اور رات سے دن کا سفر جاری تھا۔ اسے نوکری کئے سال ہوگیا تھا۔ وہ اپنی زندگی میں مطمئن تھی کہ اس کے سوا زندگی میں کیا تبدیلی ممکن تھی۔ زیبا آئی تو دونوں جی بھر کے ملتیں۔ اس کا ایک بیٹا تھا۔ وہ زینب کی اندھیری زندگی پر دکھی ہو جاتی۔ اس روز بہت دھند تھی یہ کہ عمار شاہ کا ایکسیڈنٹ ہوگیا۔ دونوں ٹانگیں کچلی گئیں۔ پر زندگی بچ گئی۔ زینب کو حقیقت میں بے حد دکھ ہوا۔ جانے خدا کی اس میں کیا مصلحت تھی۔ بھابیاں دکھ سے اَدھ موئی تھیں۔ زینب ہی انہیں سنبھالتی۔ وہ قدرت کے اس وار پر حیران تھیں۔

گھر میں عجب سناٹے تھے۔ زینب نوکری پر، عمار شاہ بستر سنبھالے ہوئے تھے۔ دونوں بھتیجے اعزاز اور شاعر مستقل دکانوں پر ہوتے تھے۔ گھٹن زدہ ماحول گھر کی دیواروں سے لپٹا تھا۔ زینب کو نوکری کرتے 3 سال سے زیادہ عرصہ ہوگیا تھا، وہ عمر کی اٹھائیس منزلیں طے کر چکی تھی۔ سرد و گرم حالات سے نبرد آزما ہوتے ہوئے، عمار شاہ نے اس رات اس سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی تو وہ روتے ہوئے ان کے ہاتھ تھام کر بولی..... میں ناراض نہیں بڑے بھیا، قدرت کے کاموں میں کس کا دخل..... اس کے اندر بے حد سنجیدگی اور پختگی آ گئی تھی۔

✦✦✦

pklibrary.com

اس رات زیبا کی کال آئی تو بُری طرح رو رہی تھی۔ کہ شہر یار کی بیوی ڈلیوری کس میں وفات پا گئے تھے۔ اس کا بیٹا بھی کچھ دیر بعد چل بسا۔ زیبا کی اس خبر نے اس کے زخموں سے گھر نڈ نوچ ڈالے تھے۔

زینب کی آنکھیں بھر آئیں۔ شہر یار پہلے تو شادی پر راضی نہ ہوتا تھا۔ شادی کے تین سال بعد اللہ نے خوشی دی، اور پھر چھین لی۔ بیوی بھی دائمی جدائی دے گئی۔ تو گویا ہر نفس دکھی ہے۔ اپنی اپنی زندگی کے ہاتھوں مَر مَر کے جی رہا ہے۔ زینب کا دل حقیقت میں اس کے دکھ پر خون کے آنسو رو رہا تھا۔ شہر یار کا تم اندر تک کرلا رہا تھا۔ اس رات لمحہ بھر کو بھی اس کی آنکھ نہ لگی تھی۔ صبح طبیعت بوجھل اور سر بھاری بھاری تھا۔ عمار بھائی وہیل چیئر پر بیٹھے تھے۔ زینب نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے غور سے اس کی طرف دیکھا۔ خاموش خاموش نظروں سے، پھر جواب دے کر سر جھکا دیا۔ آنکھیں بے بس تھیں۔ زینب کو دیکھ کر ان کے اندر ہوک اٹھی۔ وہ سوچنے لگے۔

کیا پتہ زینب کے اندر سے اٹھتی درد بھری آہوں نے دونوں بھائیوں کو عذاب میں مبتلا کر دیا ہو..... کیا اب ازالہ ممکن ہے؟ وہ سوچتے رہے۔

زینب ناشتہ کر کے بینک آ گئی اور بے دلی سے وقت گزارتی رہی۔ کئی دن اسی بے کلی میں گزر گئے۔ مہینہ گزر گیا۔ مگر بے کلی کم ہونے میں نہ آئی۔

✦✦✦

اس روز بہت کام تھا۔ لنچ کے بعد وہ مختلف کاغذات سامنے رکھے مصروف تھی کہ آنے والے نے اسے چونکا دیا۔ شہر یار عاصم پورے چھ سال کے بعد اس کے سامنے تھا۔ حزن و ملال کی تصویر بنا۔ لمحہ بھر کو زینب شاہ کا دل بھی سکڑ کر پھیلا تھا۔

''آپ.....'' وہ ہکلا کر بولی..... وہ اس کے سامنے ہی آن بیٹھا تھا۔

''میں اکاؤنٹ کھلوانے آیا ہوں.....

''جی..... آج تو ممکن نہیں، دو دن بعد آ جایئے گا۔'' زینب پروفیشنل انداز اختیار کئے ہوئے تھی۔ حالات کا تقاضا بھی یہی تھا۔ شہر یار عاصم کی نظریں اس پر جمی تھیں۔ زینب اٹھل، پتھل دل سنبھالے کاغذات الٹ پلٹ رہی تھی۔ ہاتھوں کی لرزش واضح تھی۔ کہ بولی۔

''آپ کی وائف اور بے بی کی ڈیتھ کا بہت افسوس ہوا۔'' شہر یار نے تعزیت بھی تو کرنی تھی۔ اس نے ایک سرد آہ بھری۔ اور دکھ سے بولا۔

''سب اوپر والے کی مرضی ہے۔''

''جی.....'' زینب فقط یہی کہہ سکی۔

آج رش تھا وہ دوسرے کسٹمرز کی طرف متوجہ ہونے لگی۔

''سوری..... میں مصروف ہوں، پھر آیئے گا..... اکاؤنٹ کھلوانے۔'' وہ بے حد مصروف انداز میں بولی۔ شہر یار کو ہلکا سا ملال ہوا مگر حقیقت یہی تھی کہ وہ کام میں مصروف تھی۔ یہ گھر نہ تھا کہ وہ اس کی خاطر تواضع کرتی، پھر وہ اس سے کاہے کو باتیں کرتی۔ کس رشتے ناطے کے سبب؟

وہ سوچتا ہوا باہر آ گیا۔ اسے زیبا کی زبانی سب علم تھا کہ ابھی تک اس نے شادی نہ کی تھی۔ بھائیوں کے حالات۔ وہ زینب شاہ سے بے خبر نہ تھا۔ وہ سوچتا ہوا باہر آ گیا۔ یہ سچ تھا کہ زینب شاہ کو دیکھتے ہوئے یہ شعر اس کے ذہن میں ہلچل مچانے لگے تھا۔

نجانے دیکھ کے کیوں ان کو یہ ہوا احساس
کہ میرے دل پہ انہیں اختیار آج بھی ہے
محبت بڑی ظالم شے ہے۔ پل پل رلاتی..... پل پل مارتی ہے۔ نہ مرتی ہے، جیتی

pklibrary.com

بھی ہے اور جینے بھی دیتی ہے۔ فنا کر ڈالتی ہے۔ رافعہ سے شادی تو کر لی تھی۔ اب وہ اللہ کے پاس جا چکی تھی۔ مگر زینب شاہ آج بھی پورے طمطراق کے ساتھ مسند دل پر براجمان تھی۔ کسی مضبوط حکمران کی طرح۔ خود زینب شاہ کے اندر بھی دبی دبی چنگاریاں بھڑکنے لگی تھیں۔ مگر نہ وہ وقت تھا۔ نہ حالات کہ وہ خود کو جذبات کے سپرد کر دیتی۔

✦✦✦

''کیا کر رہی ہو..... ہوش میں تو ہو تم.....''

زینب جیسے زیبا پر پھٹ پڑی۔ جب چند دن بعد زیبا نے اسے فون پر شہریار سے نکاح کا کہا۔ اور مزید یہ کہ یہ شہریار کی دلی خواہش ہے۔ زینب سرتاپا سلگ اٹھی۔

''ہاں، تو میں پورے ہوش و حواس میں ہوں۔ تم نے شادی نہیں کرنی کیا؟ مجھے سو فیصد یقین ہے کہ اب تمہارے بھائی انکار نہ کریں گے۔'' زیبا خوشی سے نہال ہوتے ہوئے بولی۔

''بس کرو زیبا مجھے نہیں کرنی شادی۔'' وہ چڑ کر بولی۔

''میں کچھ دنوں بعد آ رہی ہوں..... پھر آمنے سامنے بیٹھ کر بات ہوگی، تب تک تم خود کو ذہنی طور پر تیار رکھو اور میں اس بار یہ شادی کروا کے جاؤں گی.....'' زیبا نے گویا اسے دھمکی دی۔

''سنو زینی تم نے بہت وقت اذیت بھرا کاٹ لیا، بہت سہ لی کربناک تنہائی، تمہارا بھی خوشیوں پر حق ہے، زندگی بڑی طویل ہے۔ تم دونوں ایک دوسرے کا ساتھ مل جائے گا تو یہ سفر آسان و سہل ہو جائے گا۔ پھوپھو بیمار رہتی ہیں انہیں شہریار بھائی کا دکھ ہے۔ پلیز ایک دکھی شخص کا ہاتھ تھام لو، وہ تمہیں مایوس نہیں کریں گے۔ اور پھوپھو پھر سے جی اٹھیں گی، انکار مت کرنا۔ زیبا کی آواز میں نمی تھی، التجا تھی، اک آس تھی۔

زینب نے ٹھنڈی سانس بھر کے فون بند کر دیا۔

✦✦✦

اور جب مقدر کا ستارہ اپنی چمک، دمک دکھانے آئے تو کوئی نہیں روک سکتا اس کی چمک کو، تابناکی کو۔

یاسر شاہ کو جیسے اپنی غلطیاں اور گناہ کا کفارہ ادا کرنے کا موقع مل گیا۔ جب نعیمہ خاتون اور زیبا نے آ کر زینب کا ہاتھ مانگن کے لئے ایک بار پھر دامن پھیلایا، فاطمہ، زلیخا اور دونوں بھتیجے بے حد خوش تھے کہ زینب کو صبر کا پھل مل گیا۔ سادی سے سجے حجلہ عروسی میں اشکبار فضا قائم تھی۔

زینب شاہ پر خوب روپ آیا تھا۔ سب کی دعاؤں کے ٹوکرے اپنے وجود میں سموئے وہ شہریار عاصم کی دلہن بنی بیٹھی تھی۔

تقدیر، مقدر، نصیب، قسمت وہ سب کے بارے میں سوچے جا رہی تھی۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ یوں آج اس طرح شہریار کے نام مہندی لگائے اس کا انتظار کر رہی ہوگی۔

کہ وہ آ گیا.....

اور زینب کے حنائی ہاتھ تھام لئے۔ تمہیں منہ دکھائی کا تحفہ بھی دوں گا۔ مگر پہلے میرے ریزہ ریزہ وجود کو سمیٹ لو..... شہریار کی سسکی نے اسے تڑپا کے رکھ دیا تھا۔ اس نے شہریار کے دونوں ہاتھ تھام کر آنکھوں سے لگائے۔ شہریار کے اندر خوشی اور اطمینان کی لہریں اٹھنے لگیں۔

زندگی کا سفر کتنا ہی کٹھن اور لمبا کیوں نہ ہو۔ مگر من چاہے ہمسفر کی ہمراہی میں خوبصورت سے کٹ جاتا ہے۔

اور روشن راہیں ان کے لئے بانہیں پھیلائے انہیں راحتوں اور مسرتوں کے گلاب دینے کو بے چین تھیں۔

✦✦✦

pklibrary.com

کہو کہہ لو گے

ام ہانی

''اپنی شادی شدہ زندگی کے تجربے کے متعلق کیا کہیں گی.....؟''

''شادی شدہ زندگی کے بارے میں کیا بتاؤں کہ میری زندگی تو ایک آئیڈیل زندگی رہی ہے۔ ہم میاں بیوی نہیں ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔ مزے کی بات بتاؤں ہم میں کبھی جھگڑا نہیں ہوا ان دن سالوں میں۔ کمال کی انڈراسٹینڈنگ ہے ہم دونوں کی۔ ہماری مکمل ارینج میرج تھی لیکن اس بات کو کوئی مانتا ہی نہیں کہ شادی سے پہلے میں نے داؤد کو اور انہوں نے مجھے دیکھا تک نہ تھا۔ سب کو یہی لگتا ہے کہ ہم نے لو میرج کی ہے۔ الحمدللہ داؤد ایک مکمل آئیڈیل ہزبینڈ ہیں اور میری میرڈ لائف ایک آئیڈیل میرڈ لائف ہے۔''

فروا کا دل کچھ اور برا ہوا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ حسد کا شکار ہو چکی تھی بس اسے خود پہ ترس آ رہا تھا کہ جس بھی سوال کا جواب وہ انٹرویو میں پڑھ رہی تھی۔ اس کا ہر جواب اس کے جواب سے متضاد تھا۔

''پتا نہیں کیسے دس سال میں ایک بار بھی لڑائی نہیں ہوئی۔ یہاں تو آئے دن لڑائی، بحث، روٹھنا منانا چلتا رہتا ہے۔ کیسے لوگوں کو ایسی آئیڈیل لائف مل جاتی ہے ایک میری زندگی ہے کہ بس۔'' دس مسوس کر، سر جھٹکتے وہ اگلا سوال پڑھنے لگی۔

یہ انٹرویو اس کی پسندیدہ ترین رائٹر حسنی آرا کا تھا جو نو آموز لکھاری کے طور پر بہت تیزی سے اپنی جگہ تمام رسائل میں بنا رہی تھیں۔ تقریباً

pklibrary.com

ہر ماہ ہی ان کی کہانی کسی نہ کسی رسالے میں اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ہو رہی تھی۔ ہر اگلے پرچے میں ان کی کہانیوں پہ تعریف بھرے خطوط موصول ہو رہے تھے۔ اس دفعہ کے پرچے میں ان کا انٹرویو شائع ہوا تھا جسے پڑھتے ہوئے فروا کو رشک آ رہا تھا۔

''سسرال میں کیسا وقت گزرا؟ کیا آپ کو ایک روایتی سسرال ملا؟''

''اب آیا نا اونٹ پہاڑ کے نیچے۔ سسرال تو ہر کسی کی جہنم ہی ہوتی ہے۔'' فروا دل ہی دل میں مسکرائی۔

جلدی سے جواب پہ نظر ڈالی کہ دیکھے اب کیا کہتی ہیں۔

''میں جب بیاہ کر آئی تو خود کو ایک بڑے سے جوائنٹ فیملی کا حصہ پایا جہاں کا ماحول میرے میکے سے قطعاً مختلف تھا لیکن الحمدللہ مجھے ایک دن بھی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑا کہ اس ماحول میں ڈھلنے میں میری ساس اور نندوں نے میرا بہت ساتھ دیا۔''

''آئیں'' فروا کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ جواب بھی جاری تھا لیکن وہ تو اتنا بھی ہضم نہیں کر پائی تھی۔ پھر آگے پڑھنے لگی۔

''میری ساس میری ماں ہیں۔ ان کے ہوتے مجھے امی کی کمی کبھی محسوس نہیں ہوئی۔ میری کوئی بہن نہیں تھی کہ میں تین بھائیوں کی اکلوتی بہن تھی تو نندوں نے بہن کی کمی پوری کر دی۔ مجھے شروع دن سے سب نے بہت گائیڈ کیا تا کہ میں اس اجنبی ماحول میں خود کو اجنبی نہ سمجھوں اور بآسانی ایڈجسٹ ہو سکوں سو مجھے کسی بھی طرح سے پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ سب مل جل کر کام کرتے ہیں، ایک دوسرے سے مشورے لیتے ہیں، ایک دوسرے کی پسند ناپسند کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ سسرال میں ایک بہت ہی دوستانہ ماحول ہے جس میں بہت ہی مزا آتا ہے۔ اور سچ پوچھیں تو میاں اور فیملی کی سپورٹ تھی تو ہی میں لکھنے کے لیے وقت نکال پائی ورنہ بہت مشکل تھا۔ دس سال بعد میاں کی نوکری کی وجہ سے ہم لاہور شفٹ ہو گئے ہیں لیکن اب بھی میرا ہر دوسرا ویک اینڈ شیخوپورہ کا چکر لگ جاتا ہے۔ بھلا اپنوں کے بنا کیسے رہا جا سکتا ہے سو میں بھی نہیں رہ سکتی۔'' فروا نے تپ کر رسالہ ہی ایک طرف رکھ دیا۔ اس نے تو ذہنی سکون کے لئے رسالہ اٹھایا تھا لیکن نجانے کیوں وہ مزید ڈسٹرب ہو گئی تھی۔

''ایک میرے سسرال والے ہیں جنہوں نے ناک میں دم کر رکھا ہے۔ نہ میرے میاں کا تبادلہ ہوتا ہے نہ ہم کہیں اور دفع ہوتے ہیں کہ اس بھرے پرے گھر سے جان چھوٹ۔'' ابھی وہ سوچ ہی رہی تھی کہ نیچے سے اس کا بلاوا آ گیا تھا۔ بچوں کے اسکول سے لوٹنے کا وقت ہو رہا تھا تو اسے ان کے لئے تازہ روٹیاں بنانا تھیں۔

''چلو بی بی فروا۔ بہت مستفید ہو گئی انٹرویو سے۔ اب اپنے کام سے لگ جاؤ۔ ایسے یہ خوش قسمت لوگ ہوتے ہیں جنہیں اتنے پیارے رشتے ملتے ہیں تو ہی یہ قلم اٹھا سکتے ہیں اور لکھنے کو وقت دیتے ہیں۔ تمہارے جیسے نہیں

رات کو زید کمرے میں تھے اور وہ اپنے سارے کام نبٹا کر دس بجے کے بعد تھکی ہاری کمرے میں آئی تو بیڈ پر ڈھے جانے والے انداز میں بیٹھتے اس نے اپنا سر دبایا۔

''پتا نہیں کیسے لوگوں کو آئیڈیل ماحول، آئیڈیل زندگی اور سسرال مل جاتے ہیں۔'' وہی اس کی دکھتی رگ۔ دوسرے سے موازنہ کرنے کی بری عادت۔

pklibrary.com

زید نے اسے گورا۔ ''اب کسے مل گیا سب کچھ اور تم رہ گئی پیچھے؟''

''آج اپنی فیورٹ رائٹر کا انٹرویو پڑھ رہی تھی میں۔ کیسی خوش نصیب ہیں کہ اتنا اچھا شوہر اور سسرال ملا۔ ایک میں ہوں پانچ سالوں سے یہاں پس رہی ہوں۔'' اب ایسا بھی نہیں تھا کہ وہ کوئی بہت مشکل زندگی گزار رہی تھی بس اسے کام کو بھی زیادہ بتانے اور مظلومیت کا رونا رونے کی بری عادت تھی اور سسرال کی طرف کا ایک بھی دس برابر لگتا تھا۔

''لوگ دکھاوا بھی بہت کرتے ہیں۔ اتنا یقین مت کیا کرو۔'' زید اتنا کہہ کر اپنے کام میں لگ گیا۔

''انہیں کونسا دکھاوا کرنے کا ایوارڈ مل جاتا ہے۔ جو سچ ہے کہہ دیا۔ ہماری طرح تھوڑا ہی ہر کوئی ہوتا ہے۔ لوگ بڑے خوش قسمت ہوتے ہیں ایسے معاملوں میں۔'' وہ جانتا تھا کہ اب وہ ہفتہ اسی خبط کا شکار رہے گی۔ ایک تو جوائنٹ فیملی میں رہتے یوں بھی ہر کسی کے مختلف مزاج کو سہنے کے لئے دل بڑا کرنا۔ گھر کے کاموں میں سارا دن نکل جانے سے اپنی ذات کے لئے وقت نہ ملنے کا قلق اور تا حال اولاد نہ ہونے کی پریشانی۔ وہ اکثر کسی کی بھی آسودہ زندگی دیکھ کر بہت دنوں ڈپریشن کا شکار رہی تھی۔ اس سب نے مل کر فروا کو قدرے چڑچڑا اور ہر وقت شکوے کرتے رہنے والا بنا دیا تھا۔ زید اس کے حالات جانتا تھا اسی لئے خاموش ہو جانا بہتر سمجھتا تھا کہ فروا بول بول کر دل کی بھڑاس نکالنے کے بعد خود ہی چپ کر جاتی تھی۔

✦✦✦

''آج آفس کا ایک کولیگ بتا رہا تھا کہ اس کی سالی بھی رائٹر ہے ناول بھی لکھتی ہے اور اب ڈرامے بھی لکھے گی۔'' رات وہ دونوں ہوا خوری کے لئے بہت عرصے بعد کالونی میں چہل قدمی کرنے نکلے تھے۔ کل یوں بھی زید کے آفس سے چھٹی تھی تو بس اکٹھے وقت گزارنے کیلئے گھر سے نکلنے کا یہی بہانہ ملا تھا۔

''اچھا'' فروا یکدم بڑی پرجوش ہو گئی۔ زید جانتا تھا کہ اس کا واحد شوق رسالے پڑھنا ہے جو تھوڑا سا بھی وقت مل جانے پہ وہ پورا کر لیتی تھی۔ اسی لئے اچانک یاد آجانے پہ اس نے ذکر چھیڑ دیا۔

''کیا نام ہے ان کا؟'' ''میں سب رائٹرز کے نام جانتی ہوں۔'' فروا کی تو خوشی دیدنی تھی جیسے وہ زید کے کولیگ کی سالی نہیں، زید کی سالی ہو۔

''کوئی آرا تھیں۔ پورا نام یاد نہیں رہا۔'' فروا چلتے چلتے یکدم رک گئی تھی۔

''کہیں حسنی آرا تو نہیں تھیں؟'' پرجوش سی آنکھوں میں موہوم امید تھی۔

''ہاں یہی تھیں۔ تم جانتی ہو ان کو؟'' اور فروا کا تو بس نہیں چل رہا تھا کہ چھلانگ لگائے۔ چیخے چلائے۔ وہیں گھاس پہ قلابازیاں لگانے لگ جائے اور دنیا کو بتائے کہ حسنی آرا جو ہیں نا وہ میرے میاں کے کولیگ کی سالی ہیں۔ اتنا قریبی رشتہ۔

''ارے کون نہیں جانتا انہیں۔ آج کل بہت ٹاپ پہ جا رہی ہیں۔ اتنا اچھا لکھ رہی ہیں کہ پوچھیں ہی مت۔ میری تو فیورٹ ہیں۔ یہ وہی ہیں نا جن کا میں نے بتایا تھا کہ آئیڈیل زندگی اور آئیڈیل سسرال ہے ان کا۔ اف۔ مجھے تو یقین ہی نہیں آ رہا۔ زید آپ اپنے کولیگ سے کہہ کر مجھے ان سے ملوا دیں نا پلیز پلیز۔'' وہ ضدی بچوں کی طرح پرجوش ہو رہی تھی۔ زید کچھ منہ بنائے اسے دیکھ رہا تھا۔

''آئیڈیل..... تو یہ وہ ہیں جن کے انٹرویو پڑھ کر تم ہفتہ منہ سجائے پھرتی رہی؟''

''ہاں نا۔ بتایا تو تھا آپ کو کہ دس سال میں ایک بار بھی شوہر سے جھگڑا نہیں ہوا اتنی زبردست انڈرسٹینڈنگ ہے دونوں میں اور سسرال کے نام پہ جنت ملی ہے۔'' زید ہونقوں کی طرح اسے دیکھ رہا تھا۔

''انہوں نے کہہ دیا اور تم ایمان لے آئی؟''

''کیا مطلب؟'' وہ قدرے چونکی۔

''کیوں ایمان نہ لاتی بھلا؟''

''مطلب یہ کہ عادل نے ان کا ذکر ہی ایسے شروع کیا تھا کہ اس کی سالی اور اس کے میاں کی ذرا نہیں بنتی اور ان کے جھگڑوں کی وجہ سے اس کے گھر کا ماحول خراب ہو رہا ہے کیونکہ وہ اس کے ہمسائے میں رہتی ہیں۔ آئے دن ان کی لڑائیاں ہوتی ہیں اور گالیوں تک بات آجاتی ہے۔ عادل اور اس کی بیوی کو بچوں کو اندر کے کمرے میں بھیجنا پڑتا ہے تاکہ وہ نہ سنیں یہ سب۔'' فروا تو حیرت کے مارے گنگ رہ گئی۔

''ایسا کیسے ہوسکتا ہے بھلا؟'' آپ پھر کسی اور رائٹر کی بات کر رہے ہوں گے۔ وہ خسنی نہیں ہوسکتیں۔ ان کے منہ سے گالی..... کبھی نہیں..... ان کے تو لفظ لفظ موتی ہیں۔ اور لڑائی جھگڑا..... میں مان ہی نہیں سکتی۔''

''کیا ان کا آج کل رسالے میں کوئی سلسلہ وار ناول چل رہا جہاں ہیروئن کسی باہر ملک میں ہے اور ہیرو پاکستان میں؟''

''ہاں چل تو رہا ہے لیکن.....'' فروا اب شش و پنج میں مبتلا ہو چلی تھی۔

''سو فیصد یہی ہیں محترمہ۔ عادل بتا رہا تھا کہ سسرال والے بڑے سخت مزاج تھے۔ بڑا فساد ہوتا تھا جب تک وہاں رہیں۔ پھر لڑ جھگڑ کر ان سے الگ ہو گئیں لیکن اب علیحدہ گھر میں رہ کر بھی سکون نہیں ہے۔ یہاں میاں سے ہر وقت کی لڑائی۔ نہ گھر کو وقت دیتی ہیں نہ بچوں کو دیکھتی ہیں۔ بس جب دیکھو کاغذ قلم اٹھایا اور ایک کونہ پکڑ کر لکھنے بیٹھ جاتی ہیں۔ گھر بکھرا رہتا ہے، بچے روتے بلکتے ہیں، میاں الگ بیزار پھرتا ہے لیکن محترمہ کے کان پہ جوں تک نہیں رینگتی کہ انہیں تو اپنا لکھنے کا کام کرنا ہے، باقی سب جائے بھاڑ میں۔ اس کے برعکس وہ اپنی بیوی کی بہت تعریف کر رہا تھا کہ وہ بہت دھیمے مزاج کی ایک سگھڑ قسم کی خاتون ہیں۔ لگتا ہی نہیں کہ دونوں بہنیں ہیں۔'' فروا تو رو دینے کو تھی۔ اس کے آئیڈل کا بت جو پاش پاش ہو گیا تھا۔

''لیکن وہ تو اپنے انٹرویو میں کہہ رہی تھیں کہ.....'' وہ منمنائی۔ دل کسی صورت ماننے کو تیار نہیں تھا۔

''اب انٹرویو میں وہ یہ کہنے سے تو رہیں کہ میں بہت لڑاکا ہوں اور میں نے میاں کی زندگی عذاب بنائی ہوئی ہے۔ نہ میں گھر دیکھتی ہوں نہ

ہماری مطبوعات

ماں جی	قدرت اللہ شہاب
یا خدا	"
طیفِ نثر	ڈاکٹر سید عبداللہ
طیفِ غزل	" "
طیفِ اقبال	" "
انتخاب کلامِ میر	مولوی عبدالحق
قواعدِ اردو	"

لاہور اکیڈمی - لاہور

بچے۔ نہ میری سسرال سے بنی نہ میاں سے۔ وہاں تو انہیں اپنی تعریفیں ہی کرنا تھیں نا پاگل۔ کسی کے سامنے اپنا آپ کون برا دکھاتا ہے وہ بھی جب بات فینز اور ریڈرز کی آجائے تو۔" فروا اب چپ تھی۔ بات دل کو لگی تھی۔ زید نے اس کی غیر ضروری خاموشی بھانپ لی۔

"تم بہت بدھو ہو یار..... ذرا کسی نے دکھاوا کیا اور تم اسے سچ ماننے چل پڑیں۔ لوگوں کے ظاہر کو دیکھ کر تمہیں لگتا ہے کہ یہی حقیقت ہے۔" وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ وہ بہت جلد لوگوں کے جھوٹ کو سچ مان لیتی تھی۔

"لیکن یہ رائٹر تو بہت اچھا لکھتی ہیں۔ یہ ایسے کیسے ہوسکتی ہیں؟" اس کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

"ایک لکھاری بھی انسان ہوتا ہے فروا۔ اس کی شخصیت میں ہزار کمیاں اچھائیاں ہوتی ہیں۔ وہ بھی جھوٹ بول سکتا ہے، دکھاوا کرسکتا ہے، خود پسند اور مغرور ہوسکتا ہے، حسد بھی کرسکتا ہے اور فساد بھی۔ جہاں تک رہی بات کہ وہ اتنا اچھا لکھتی ہیں تو لفاظی ان کا پیشہ ہے، وہ لفظ بیچتی ہیں۔ ہر انسان ویسا ہی ہو جیسا وہ لکھتا ہے ضروری نہیں ہے۔ کچھ لوگوں کو اچھے لفظ بننے میں مہارت ہوتی ہے لیکن خود اتنے ہی بے عمل ہوتے ہیں۔ کسی بھی انسان کو اس کے لفظوں کی بنا پہ انسانیت کے اعلیٰ مقام پہ لیجانا غلط ہے۔ کسی کے الفاظ سے متاثر ہونا اچھی بات ہے لیکن اسے فرشتے سمجھ لینا انتہائی احمقانہ فعل ہے۔ اپنی اس حماقت سے نکلو۔"

زید ٹھیک کہہ رہا تھا۔ احمق وہ تھی جو اپنی سچی زندگی کا موازنہ ایک جھوٹی زندگی سے کرتی نجانے کتنے عرصے اسی پہ سوچتی رہی تھی۔ بھلے اس کی اپنے شوہر کے ساتھ پرفیکٹ کیمسٹری میچ نہ کرتی ہو لیکن وہ چھوٹی چھوٹی بحثوں کے بعد بھی ایک دوسرے کو منا لینے کا ہنر رکھتے تھے کہ انہیں ایک دوسرے کی عادت تھی۔ ان کے مابین جھگڑا کبھی حد تک نہ بڑھا تھا کہ بات گالم گلوچ تک آ جاتی۔ سسرال بھری پری تھی، اس نے بہت کمپرومائز کیے تھے لیکن گھر میں کبھی فساد نہیں ہوتا تھا۔ کام بھلے زیادہ ہوں، سب مختلف مزاج کے ہوں لیکن کبھی کسی نے دوسرے کا حق نہیں مارا، ظلم نہیں کیا، سب اپنے حصے کے کام کر کے دوسروں پہ بوجھ نہیں ڈالتے تھے۔ اس نے دل میں شکر کیا اور ہولے سے مسکرا دی۔

رات سونے سے قبل اس نے معمول کے مطابق رسالہ اٹھایا اور انٹرویو آگے پڑھنے لگی۔

"اپنے بچوں کے بارے میں بتائیں.....؟"

"میرے تین بچے ہیں اور تینوں ہی بہت تمیز دار اور رکھ رکھاؤ والے ہیں۔ گھر کے کاموں میں میرا ہاتھ بٹاتے ہیں کہ میں نے ہمیشہ سے ان کی ایسی ٹریننگ کی ہے۔ جب چھوٹے تھے تو بھی کبھی مجھے تنگ نہیں کیا اور اب تو ماشاء اللہ بڑے ہوگئے ہیں تو اب کیا تنگ کریں گے۔ اس معاملے میں بھی میں بہت لکی ہوں۔"

فروا نے ڈوبے دل سے ایک طرف رسالہ ڈالا اور کروٹ لے لی۔

"زید ٹھیک کہتے ہیں آئیڈیل لائف کسی کی بھی نہیں ہوتی۔ زندگی پرفیکشن کا نام ہی نہیں ہے تو اسے پھر زندگی میں کیا تلاش کرنا۔ جو کہتا ہے کہ اس کی زندگی آئیڈیل ہے، پرفیکٹ ہے وہ دکھاوا کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے۔ اور یہ سب کھوکھلے لوگوں کی نشانی ہے۔" نیند میں جاتے اس کی آخری سوچ اسے سب سمجھا گئی تھی۔

✦✦✦

غصے پر قابو

ارشاد ربانی ہے۔

''جو لوگ فراخی اور تنگی میں (اپنا مال اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور غصے کو روکتے اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔''

(سورہ آل عمران، 134)

دنیاوی زندگی

ارشاد ربانی ہے۔

''جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا تھا اور دنیا کی زندگی نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا تھا (اور وہ سمجھتے تھے کہ انہیں ہمیشہ دنیا ہی میں رہنا ہے) تو جس طرح وہ لوگ اس دن (آخرت) کے آنے کو بھولے ہوئے تھے اور ہماری آیتوں سے منکر ہو رہے تھے اسی طرح آج (روز قیامت) ہم بھی انہیں بھلا دیں گے۔''

(سورۃ الاعراف، 51)

عائشہ رانا، سانگھڑ

بخار کو برا نہ کہو

بارگاہ رسالت میں بخار کا ذکر کیا گیا تو ایک شخص نے بخار کو برا کہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''بخار کو برا نہ کہو، کیونکہ وہ مومن کو گناہوں سے ایسے پاک کر دیتا ہے، جیسے آگ، لوہے کا میل صاف کر دیتی ہے۔''

(سنن ابن ماجہ)

تسکین حیدر، سیالکوٹ

گوہر نایاب

☆ کچھ لوگ نمازیں پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، پھر وہ کام کرتے ہیں، جس کا حکم خدا نے دیا ہے مگر اپنی زبان سے کہے الفاظ پر غور نہیں کرتے، جس سے جانے کتنے خدا کے گھر ٹوٹتے ہیں، یعنی دل۔

☆ آگہی آپ کو اپنے اندر کے پاتال کی خبر دیتی ہے، محبت حق نہیں ہوتی، مقدر ہوتی ہے۔

☆ اپنے گناہوں کا شمار نہ کرنے بیٹھو کیونکہ جتنی دیر میں تم اپنے گناہوں کا شمار کرو گے اتنی دیر میں تم کئی نیکیاں کر سکتے ہو۔

☆ خوشی میں آنسو چھلکتے ہیں، بہتے نہیں۔

☆ عادت تو بدل سکتے ہیں، مگر فطرت نہیں، اس لئے شروع سے فطرت کو اچھائی کی طرف راغب کرنا چاہیے۔

☆ خوشیوں کے پیچھے بھاگنا چھوڑ دو اور دوسروں کو خوشیاں دینے کی کوشش کرو کیونکہ اس طرح خوشیاں تمہارے پیچھے بھاگیں گی۔

☆ جب بھی سائل کو کچھ دو تو اس سے دعا کے لئے کہو۔

سنبل انجم، دیپال پور

pklibrary.com

''جی وہ میری بیوی نے کڑک روٹی بنائی تھی۔''

ڈاکٹر۔

''تو کھانے سے انکار کر دیتے۔''

مریض۔

''جی وہ ہی تو کیا تھا۔''

سنبل انجم، دیپال پور

سچائی

جج۔

''کیا ثبوت ہے کہ تم گاڑی اسپیڈ میں نہیں چلا رہے تھے؟''

مجرم۔

''سر میں اپنی بیوی کو لینے سسرال جا رہا تھا۔''

جج۔

''Thats all case dismissed''

فرزانہ علی، کنگن پور قصور

آزادی

کسی نے ایک شادی شدہ شخص سے پوچھا۔

''آپ شادی سے پہلے کیا کرتے تھے؟''

اس شخص کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، اور وہ بولا۔

''جو میرا دل کرتا تھا۔''

ارسہ رحیم، میانوالی

اگر لڑکیاں نہ ہوتیں

ایک لڑکا اور لڑکی انٹرنیٹ پر چیٹنگ کر رہے تھے۔

لڑکی۔

''ایک بات پوچھوں؟''

لڑکا۔

''ہاں ضرور پوچھو۔''

لڑکی۔

''ہم لڑکیاں نہ ہوتیں تو تم لڑکے کہاں جاتے؟''

لڑکا۔

''اللہ دی قسمیں، ڈائریکٹ جنت وچ۔''

رابعہ فیصل، ملتان

حقیقت

لڑکی اپنے نابینا عاشق سے۔

''کاش تمہاری آنکھیں ہوتیں تو تم میرے حسن کو دیکھتے۔''

لڑکا۔

''اگر تم خوب صورت ہوتیں تو کیا آنکھوں والے تمہیں میرے لئے چھوڑتے، اندھا ہوں، پاگل نہیں ہوں۔''

سحر خان، نارووال

جواب

ڈاکٹر نے مریض کی بیوی کو تھوڑا الگ کر کے کہا۔

''آپ کے شوہر ٹھیک ہو سکتے، بشرطیکہ کہ آپ انہیں کوئی ٹینشن نہ دیں، ان کا خیال رکھیں اور ان کی دل و جان سے خدمت کریں۔''

بیوی واپس آئی تو مریض شوہر نے پوچھا۔

''ڈاکٹر نے کیا کہا ہے؟''

بیوی نے بے زاری سے کہا۔

''ڈاکٹر نے جواب دے دیا ہے۔''

شائلہ ساجد، کراچی

☆☆☆

pklibrary.com

عائشہ رانا ---- سانگھڑ

تقدیر نے فلک نے محبت نے عشق نے
جس نے بھی چاہا میرا تماشا بنا دیا

.....

میرے لہو میں کھلے ہیں تیرے ہجر کے پھول
کب آئے ان پہ تیرا موسم وفا دیکھیں
کبھی ہو یوں بھی کہ وہ آئے اور ہم نہ ملیں
کبھی تو اہل جفا کا بھی حوصلہ دیکھیں

.....

ہمارا تذکرہ چھوڑو ہم ایسے لوگ ہیں جن کو
محبتیں کچھ نہیں کہتیں وفائیں مار دیتی ہیں

تسکین حیدر ---- سیالکوٹ

ایک وہم ہے یہ دنیا اس میں
کچھ کھوؤ تو کیا اور پاؤ تو کیا
ہے یوں بھی زیاں اور یوں بھی زیاں
جی جاؤ تو کیا مر جاؤ تو کیا

.....

لوگ یاد آتے ہیں بارشوں کے موسم میں
درد مسکراتے ہیں بارشوں کے موسم میں
زیر آب آ گئی ہیں بستیاں دل و جان کی
بند ٹوٹ جاتے ہیں بارشوں کے موسم میں

.....

بارش کی رم جھم میں جدائیوں کا موسم ہے
منتظر نگاہوں میں پانیوں کا موسم ہے
خواب بن کر نگاہوں میں کوئی نہیں آئے گا
ان جزیروں میں اب رتجگوں کا موسم ہے

سنبل انجم ---- دیپال پور

ابھی تو ساتھ چلنا ہے سمندر کی مسافت تک
کنارے پر ہی دیکھیں گے کنارہ کون کرتا ہے

.....

کاش کوئی ایسا ہو جو گلے لگ کر کہے کہ
پاگل تیرے درد سے مجھے بھی تکلیف ہوتی ہے

.....

مجھے بھی پتا تھا کہ بدل جاتے ہیں لوگ
مگر تمہیں کبھی میں نے لوگوں میں گنا ہی نہیں

فرزانہ علی ---- کنگن پور قصور

کبھی ہونٹوں پہ انگلیاں کبھی یوں سرگوشیاں
اف ان کا انداز حق جتانا بہت جان لیوا ہے

.....

میرے سجدوں کے تسلسل کو تو کیا جانے میرے ہمدم
سر جھکے تیری خوشی مانگی ہاتھ اٹھے تیری زندگی مانگی

.....

تینوں میرے ہمدم ہیں
خواہش نا تمام رات اور اداسی
آج پھر تیرے نام کی
شام رات اور اداسی

ارسہ رحیم ---- میانوالی

اک دل کا کہا مانا اک کام کر دو
اک بے نام سی محبت میرے نام کر دو
میری ذات پہ فقط اتنا احسان کر دو
کسی صبح ملو اور شام کر دو

.....

باہر تو ہر اک سمت تھا ہنگامہ محشر
سناٹے کا پہرہ تو فقط دل پہ لگا تھا

pklibrary.com

.....

دو دن کی زندگی ہے کیا کرو گے الجھ کر
رہو تو پھولوں کی مانند بکھرو تو خوشبو بن کر
رابعہ فیصل ---- ملتان

جانی ہاتھوں کو کبھی غور سے دیکھا ہے فراز
کس طرح لوگ لکیروں سے نکل جاتے ہیں

.....

موسم کی مثال دوں یا تمہاری
کوئی پوچھ بیٹھا ہے بدلنا کس کو کہتے ہیں

.....

اک لفظ وفا سنا تھا
ڈھونڈا بہت ملا ہی نہیں
سحر خان ---- نارووال

کبھی حیات کی ضامن کبھی وسیلہ موت
نگاہ یار تیرا بھی کوئی اعتبار نہیں

.....

اس نے ہنسی ہنسی میں محبت کی بات کی
ہم نے قتیل اسی کو مکرنے نہیں دیا

.....

تسلسل اس کی یادوں کا ہوا ہے اب کے یوں جیسے
کسی جوگی کا منتر ہو کسی روگی کی آہیں ہوں
شائلہ ساجد ---- کراچی

تمہارے ہی ہاتھ میں ہے نبض سکون شاید
قرار دیتے بھی ہو تو ایسے جیسے ادھار دیتے ہو

.....

سنو تم خواب ہو میرا
سنو تم خواب نہ ہونا
کبھی میں خواب تھا تیرا
جو تم نے خواب کر ڈالا

.....

ہم ایسے سادہ دلوں کی نیاز مندی سے
بتوں نے کی ہیں جہاں میں خدائیاں کیا کیا

فریحہ مہک ---- واہ کینٹ

چلتی ہیں دل کے شہر میں، یونہی حکومتیں
جو اس نے کہہ دیا وہی دستور ہو گیا

.....

وہ بھی رہا بیگانہ ہم نے بھی نہ پہچانا
ہاں اے دل دیوانہ اپنا ہو تو ایسا ہو

.....

مدتوں بعد مجھ کو پھر تیرا خیال آیا
تیرے نہ ملنے کا سمٹ مجھ میں ملال آیا
تاریک شب میں تنہا جھیلا دکھوں کو
اٹل مجھ پر تیری یادوں کا وبال آیا
عائشہ رانا ---- سانگھڑ

بارشوں کے موسم میں بارشیں تو ہوتی ہیں
دل میں بھیگ جانے کی خواہش تو ہوتی ہیں
وصل کے اجالوں میں اوڑھنی میں چھپ کر بھی
ہجر کے اندھیروں کی وحشتیں تو ہوتی ہیں

.....

فقط باتیں اندھیروں کی فقط قصے اجالوں کے
چراغ آرزو لے کر نہ تم نکلے نہ ہم نکلے

.....

سکھا دی بے وفائی بھی تمہیں ظالم زمانے نے
کہ تم جو سیکھ لیتے ہو ہم ہی پہ آزماتے ہو
تسکین حیدر ---- سیالکوٹ

ہم بھی ہیں کیا عجب کہ کڑی دھوپ کے تلے
صحرا خرید لائے ہیں برسات بیچ کر

.....

حق ہمسائیگی یوں بھی تو ادا ہوتا ہے
دھوپ بھی روک لی دیوار کو اونچا کر کے

.....

جل جاؤ خاموشی سے کڑی دھوپ میں لیکن
اپنوں سے کبھی سایہ دیوار نہ مانگو

☆☆☆

pklibrary.com

عائشہ رانا ---- سانگھڑ

س: ع غ جی کیا کر رہے ہیں؟

ج: تم کیا کر رہی ہو۔

س: لو یہ کیا بات ہوئی الٹا ہم سے سوال؟

ج: چلو بتا ہی دیتے ہیں کیا یاد کرو گی۔

س: اب بتا بھی دیں؟

ج: مجھے بے صبرے لوگ پسند نہیں ہیں صبر سے کام لو۔

س: آپ عید الاضحیٰ پر کیا پسند کرتے ہیں؟

ج: سب کچھ پسند ہے آپ مرضی جو بھیج دیں۔

س: ہم تو حلوہ پوریاں بنائیں گے کیسے بھیجوں مشکل ہو جائے گی۔

ج: ویسے ہی تمہاری نیت نہیں ہے بہانے نہ بناؤ۔

س: ارے نہیں ایسی کوئی بات نہیں؟

ج: میں خود آ جاؤں کھا بھی لوں گا اور مل بھی لوں گا۔

رابعہ فیصل ---- ملتان

س: ہوں دیکھیں ع غ جی آپ تو حد سے بڑھ گئے، آپ کو انگلی پکڑائی آپ ہاتھ پکڑنے لگے۔

ج: توبہ توبہ ہوش کے ناخن لو میں بھلا تمہارا ہاتھ کیوں پکڑنے لگا میرے لئے کوئی کمی ہے۔

س: دل میں بسنے والوں سے ماہانہ کرایہ وصول کرنا ہو تو کیا کرنا چاہیے؟

ج: اسے دل کے ساتھ اپنی آنکھوں میں بھی بسا لیں۔

س: آپ کو پتہ ہے کہ آپ کے الٹے پلٹے جوابات پڑھ کر اب حنا کے فارئین کیا سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں؟

ج: کیا غضب کے جواب دیتا ہے یہ بندہ۔

س: چلیں آج جلدی سے اپنی فیورٹ ڈش اور مشروب کا نام بتا دیں؟

ج: پی جی ایام کی تلخی کو ہنس کے ناصر۔

س: آپس کی بات ہے، آپ وہی عین غین ہیں ناں جو تین سال پہلے.....؟

ج: ہاں ہاں وہی ہوں جس نے تمہیں قرض خواہوں سے بچایا تھا۔

س: میرا دل آج کل بے حد اداس ہے، اگر میرے سوالوں کے سیدھے منہ جواب نہ دیئے تو میں.....؟ آگے آپ خود سمجھدار ہیں؟

ج: پہلے یہ بتاؤ دل اداس کیوں ہے اور وہ بھی آج کل۔

تسکین حیدر ---- سیالکوٹ

س: وقت طوفان کب اٹھاتا ہے؟

ج: جب تم کسی گرلز کالج کے باہر کھڑے ہو اور ''گرل'' کا بھائی آ جائے۔

س: کیا وقت کے ساتھ چلنا ضروری ہے؟

ج: بہت ضروری ہے ورنہ۔

س: سکون کی تلاش؟

ج: اپنے اندر تلاش کرو۔

س: کیا دنیا میں صرف غم ہی غم ہیں؟

ج: کون کہتا ہے۔

pklibrary.com

س: زندگی میں سکون کب ملتا ہے؟
ج: جب بیوی میکے ہو۔
س: آپ اتنی زیادہ ذہین کیوں ہیں؟
ج: یہی بات کل امان اللہ سے بھی کہہ رہے تھے۔

سنبل انجم ---- دیپال پور

س: اب کیا ہوگا؟
ج: وہی جو ہم چاہتے ہیں۔
س: جدائی کی رات بہت طویل اور کربناک کیوں ہوتی ہے؟
ج: اکیلے میں ڈر جو لگتا ہے۔
س: وفا کی راہ میں آج میں اکیلی ہوں؟
ج: نئیں سی لانی بے قدراں نال یاری۔
س: کیا گئے ہوئے لمحات واپس آسکتے ہیں؟
ج: گیا وقت پھر کب ہاتھ آتا ہے۔
س: کبھی کبھی دل چاہتا ہے کہ ہمارے آس پاس کوئی نہ ہو؟
ج: تاکہ گزری ہوئی باتوں پر کبھی خوش کبھی رنجیدہ ہوسکیں۔
س: کچھ لوگ روٹھ کر بھی لگتے ہیں کتنے پیارے؟
ج: دل آنے کے ڈھنگ ہیں۔

فرزانہ علی ---- کنگن پور قصور

س: آپ کو پھول اچھے لگتے ہیں یا کلیاں؟
ج: کلیاں کیوں کہ انہیں ابھی کھلنا ہوتا ہے۔
س: آپ کو بھینس کے آگے بین بجانا کیسا لگتا ہے؟
ج: مجھے تو چین کی صرف بنسری بجانی آتی ہے۔
س: سلجھی ہوئی حسینوں اور الجھی ہوئی حسینوں میں کیا فرق ہے؟
ج: جو ایک سمجھدار انسان اور ایک ناسمجھ انسان میں ہے۔
س: انسان جیتے جی کب مرتا ہے؟
ج: جب اس کی عقل کام نہ کرے۔
س: عورت زندگی میں سب سے زیادہ کس بات کی تمنا کرتی ہے؟
ج: نئے ماڈل کی کار، وسیع و عریض بنگلہ اور دولت مند شوہر۔
س: اگر میں تمہاری بند آنکھوں پر دونوں ہاتھ رکھ کر پوچھوں کہ بوجھو تو؟
ج: بوجھ لیں گے۔

ارسہ رحیم ---- میانوالی

س: ہم تمہیں ڈھونڈ رہے ہیں کئی دنوں سے؟
ج: اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوجھی۔
س: ایک ڈال پر طوطا بیٹھا، ایک ڈال پر مینا غ غ جی کیا کہنا؟
ج: دونوں کو صحیح جگہوں پر رہنا چاہیے۔
س: اگر خواب صرف خواب ہی رہیں تو؟
ج: خواب تو خواب ہی ہوتے ہیں۔
س: کنوارے شادی کرنا چاہتے ہیں اور شادی شدہ اپنی جان کو روتے ہیں؟
ج: شادی بور کے لڈو ہیں جس نے کھائے وہ بھی پچھتائے جس نے نہیں کھائے وہ بھی پچھتائے۔
س: عورت اپنی عمر اور مرد اپنی آمدنی کیوں چھپاتے ہیں؟
ج: یہی چیز تو فساد کی جڑ ہے۔
س: لوگ کہتے ہیں عشق خلل ہے دماغ کا؟
ج: تبھی تو عاشقوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔

سحر خان ---- نارووال

س: یہ زندگی تیرے بغیر کیسے کٹے گی؟
ج: جیسے اب تک کٹی ہے۔

☆☆☆

pklibrary.com

حنا کی ڈائری

صائمہ محمود

فریحہ مہک: کی ڈائری سے ایک غزل

وہ ہم میں یوں سمائیں ہم ان میں یوں سمائی
وہ ہم کو بھول جائیں ہم ان کو بھول جائیں
جاتی ہیں، آسمان تک فرقت کی شب دعائیں
آگے مرا مقدر وہ آئیں یا نہ آئیں
کیوں ان وفا پرستوں پر جاں نہ دیں جفائیں
کھا کھا کے دل پہ چوٹیں جو مسکرائے جائیں
راتیں ہیں خوب واقف اے بدظن محبت
میں نے تڑپ تڑپ کر دی ہیں تجھے دعائیں
انگڑائیاں نہ لے یوں اوسو کے اٹھنے والے
ان مست انکھڑیوں کے ساغر چھلک نہ جائیں

عائشہ رانا: کی ڈائری سے ایک خوبصورت نظم

کہا تھا یاد ہے تم نے
کہ میں ہوں چاند
اور تم چاندنی میری
مگر جب چاند چھپ جائے
کہو پھر چاندنی کیسی
کہا تھا یاد ہے تم نے
کہ میں ہوں پھول
اور تم پھول کی خوشبو
مگر جب پھول مرجھائے
کہو خوشبو بھلا کیسی
کہا تھا یاد ہے تم نے
کہ میں ہوں دل
تم ہو دھڑکن
مگر دل ٹوٹ جائے تو
کہ پھر دھڑکنیں کیسی
کہا تھا یاد ہے تم نے
کہ میں ہوں آس
اور تم زندگی میری
مگر جب آس ٹوٹے تو
کہو پھر زندگی کیسی

تسکین حیدر: کی ڈائری سے ایک غزل

کسی ترنگ کسی سر خوشی میں رہتا تھا
یہ کل کی بات ہے دل زندگی میں رہتا تھا
کہ جیسے چاند کے چہرے پہ آفتاب کی لو
کھلا کہ میں بھی کسی روشنی میں رہتا تھا
سرشت آدم خاکی ذرا نہیں بدلی
فلک پہ پہنچا مگر غار ہی میں رہتا تھا
کہا یہ کس نے کہ رہتا تھا میں زمانے میں
ہجوم درد غم بے کسی میں رہتا تھا
کلام کرتا تھا قوس قزح کے رنگوں میں
وہ اک خیال تھا اور شاعری میں رہتا تھا
گلوں پہ ڈولتا پھرتا تھا اوس کی صورت
صدا کی لہر تھا اور نغمگی میں رہتا تھا
نہیں تھی حسن نظر کی بھی کچھ اسے پروا
وہ ایک ایسی عجب دلکشی میں رہتا تھا

سنبل انجم: کی ڈائری سے ایک غزل

طبیعت ان دنوں بیگانہ غم ہوتی جاتی ہے
میرے حصے کی گویا ہر خوشی کم ہوتی جاتی ہے
قیامت کیا یہ اے حسن دو عالم ہوتی جاتی ہے
کہ محفل تو وہی ہے دلکشی کم ہوتی جاتی ہے
وہ ہی میخانہ و صہبا، وہی ساغر، وہی شیشہ
مگر آواز نوشا نوش مدہم ہوتی جاتی ہے

pklibrary.com

وہی ہے شاہد و ساقی مگر دل بجھتا جاتا ہے
وہ ہے شمع لیکن روشنی کم ہوتی جاتی ہے
وہ ہے زندگی لیکن جگر یہ حال ہے اپنا
کہ جیسے زندگی سے زندگی کم ہوتی جاتی ہے

فرزانہ علی: کی ڈائری سے ایک خوبصورت غزل

تم سے الفت کے تقاضے نہ نباہے جاتے
ورنہ ہم کو بھی تمنا تھی کہ چاہے جاتے
دل کے ماروں کا نہ کر غم کہ یہ اندوہ نصب
درد بھی دل میں نہ ہوتا تو کراہے جاتے
کاش اے ابر بہاری ترلے بہکے سے قدم
میری امید کے صحرا میں بھی گاہے جاتے
ہم بھی کیوں دہر کی رفتار سے ہوئے پامال
ہم بھی ہر لغزش مستی کو سراہے جاتے
ہے ترے فتنہ رفتار کا شہرہ کیا کیا
گرچہ دیکھا نہ کسی نے سراہے جاتے
کم نگاہی کی ہمیں خود بھی کہاں تھی توفیق
کم نگاہی کے لئے عذر نہ چاہے جاتے
لذت درد سے آسودہ کہاں دل والے
ہیں فقط درد کی حسرت میں کراہے جاتے
دی نہ مہلت ہمیں ہستی نے وفا کی ورنہ
اور کچھ دن غم ہستی سے نباہے جاتے

ارسہ رحیم: کی ڈائری سے ایک غزل

اک نہ اک شمع اندھیرے میں جلائے رکھیے
صبح ہونے کو ہے ماحول بنائے رکھیے
جن کے ہاتھوں سے ہمیں زخم نہاں پہنچے ہیں
وہ ہی کہتے ہیں کہ زخموں کو چھپائے رکھیے
کون جانے کہ وہ کس راہ گزر سے گزرے
ہر گزر گاہ کو پھولوں سے سجائے رکھیے
دامن یار کی زینت نہ بنے ہر آنسو
اپنی پلکوں کے لئے کچھ تو بچائے رکھیے

رابعہ فیصل: کی ڈائری سے ایک غزل

کچھ خوشی کے سائے میں اور کچھ غموں کے ساتھ ساتھ
زندگی کٹ ہی گئی الجھنوں کے ساتھ ساتھ
آج تک اس کی تھکن سے بتاؤں میں تمہیں
ایک سفر میں نے کیا تھا خواہشوں کے ساتھ ساتھ
کس طرح کھایا ہے دھوکا کیا بتاؤں میں تمہیں
دوستوں کے مشورے تھے سازشوں کے ساتھ ساتھ
اس دفعہ ساون میں اس کی یاد کے بادل رہے
اس دفعہ خوب رویا بارشوں کے ساتھ ساتھ
کاش پھر سے لوٹ آئیں وہی بچپن کے دن
بھاگنا پھولوں کی خاطر تتلیوں کے ساتھ ساتھ
شہر کے کچھ لوگ میرے چاہنے والے بھی تھے
پھول مجھ کو لگ رہے تھے پتھروں کے ساتھ ساتھ

سحر خان: کی ڈائری سے ایک غزل

سورج کا خوف دل سے بھلا دینا چاہیے
اب اپنا سر سنان پہ سجا دینا چاہیے
یار واسی کے دم سے ہیں متصل کی رونقیں
قاتل کو زندگی کی دعا دینا چاہیے
صحرا سجا رہا ہے بگولوں کا اک جلوس
سائے کو راستے میں بچھا دینا چاہیے
شب خوں نہ مار دے کہیں لشکر ہواؤں کا
شاخوں سے پنچھیوں کو اڑا دینا چاہیے
یہ کیا کہ دوسروں کو سنائیں حدیث غم
اک روز خود کو ہنس کے رلا دینا چاہیے
کرنوں کی بھیک مانگتی پھرتی ہے خلق شہر
اب وقت ہے کہ گھر کو جلا دینا چاہیے
محسن طلوع اشک دلیل سحر بھی ہے
شب کٹ گئی چراغ بجھا دینا چاہیے

☆☆☆

bookslibrary.com

رحم دل

بیٹا باپ سے۔
''ابو جب امی گاتی ہیں تو اپنی آنکھیں بند کیوں کر لیتی ہیں؟''
باپ:۔
''بیٹا تمہاری امی بہت رحم دل ہیں۔''
بیٹا:۔
''وہ کیسے؟''
باپ:۔
''ان کی آواز سننے سے دوسروں کو جو صدمہ ہوتا ہے، وہ یہ دیکھ نہیں سکتی۔''

سحر خان، نارووال

بے بسی

ایک صاحب اپنے دوست سے اپنے بیٹے کی شکایت کر رہے تھے۔
''برخور دار نے جب سے یونیورسٹی میں داخلہ لیا ہے پڑھائی کی طرف دھیان دینے کی بجائے لڑکیوں کے چکر میں پڑا رہتا ہے، لان میں لڑکیوں کے ساتھ، لائبریری میں لڑکیوں کے ساتھ، کینٹین میں لڑکیوں کے ساتھ، حتی کہ یونیورسٹی سے باہر بھی لڑکیوں کے ساتھ گھومتا رہتا ہے، اگر مجھے پتا ہوتا کہ یونیورسٹیوں میں یہی کچھ ہوتا ہے تو اسے دکان پر بٹھا دیتا اور خود یونیورسٹی میں داخلہ لے لیتا۔''

فریحہ مہک، واہ کینٹ

بے خبری

بیوا اپنے شوہر سے۔
''تم تو کہتے تھے کہ شادی کے بعد بھی مجھے بہت پیار کرو گے۔''
شوہر:۔
''تو مجھے کیا پتا تھا کہ تمہاری شادی مجھ سے ہی ہو جائے گی۔''

عائشہ رانا، سانگھڑ

حفاظت

بیوی شوہر سے۔
''کیا میں کبھی تمہارے خواب میں آئی ہوں؟''
شوہر:۔
''کبھی نہیں۔''
بیوی:۔
''کیوں؟''
شوہر:۔
''کیونکہ میں آیۃ الکرسی پڑھ کر سوتا ہوں۔''

تسکین حیدر، سیالکوٹ

شامت اعمال

ڈاکٹر۔
''آپ کے تین دانت کیسے ٹوٹ گئے؟''
مریض۔

pklibrary.com

ایمان افروز واقعہ

ایک بوڑھی خاتون نے ریڈیو اسٹیشن فون کیا کہ وہ کئی دنوں سے بھوکی ہے اور کئی دنوں سے صرف سوکھی روٹی اور پانی پر گزارا کر رہی ہے اور کہا کہ اللہ کی راہ میں اسے کچھ کھانے کے لئے دیا جائے، ایک منکر خدا بھی اس کی گفتگو سن رہا تھا اور اس کو ایک مذاق سوجھا، اس نے کھانے پینے کی اشیا خریدیں اور اس بوڑھی عورت کا ایڈریس معلوم کرنے کے بعد اپنے نوکر سے بولا کہ جا کر ''اس بوڑھی عورت کو دے آؤ اور جب وہ پوچھے کہ کس نے بھیجا ہے تو بتانا یہ شیطان کی طرف سے تحفہ ہے۔'' وہ بوڑھی عورت اتنے زیادہ کھانے کا سامان دیکھ کر بہت خوشی ہوئی اور جلدی اپنے گھر کے کونے میں وہ رکھنے لگی، ایسے میں نوکر نے پوچھا کیا آپ معلوم نہیں کرنا چاہیں گی کہ یہ سامان کس نے بھیجا ہے۔'' یہ سن کر وہ بولی۔

''مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ کس نے بھیجا ہے، مگر اتنا معلوم ہے کہ جب میرے رب کا حکم آتا ہے تو شیطان بھی حکم کی تعمیل کرتا ہے۔''

فرزانہ علی، کنگن پور قصور

وجہ

حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا۔

''عورت میں تیری تعریف اس وجہ سے نہیں کرتا کہ تو کائنات میں سب سے زیادہ حسین ہے اور میں اس سبب سے تجھ سے محبت نہیں کرتا کہ تو انسانی راحت کا سب سے موزوں سرچشمہ ہے بلکہ میں اس واسطے تیری تعظیم کرتا ہوں کہ انسانیت تیرے ہی طفیل قائم ہے۔

ارسہ رحیم، میانوالی

بات کا وزن

ایک پہلوان نما آدمی ایک بڑا سا لکڑی کا گٹھا سر پر لادے گالیاں بکتا چلا جا رہا تھا، ادھر سے ایک بزرگ کا گزر ہوا، انہوں نے اس سے پوچھا کہ کسے گالیاں دے رہے ہو۔

''ایک شخص مجھے گدھا کہہ کر گیا ہے۔'' اس نے بتایا۔

بزرگ نے فرمایا۔

''تو اتنا بڑا بوجھ اٹھا سکتا ہے مگر ذرا سی بات کا وزن نہیں برداشت کر سکتا۔''

رابعہ فیصل، ملتان

غیبت

حضرت سعدیؒ اپنے باپ کے ہمراہ سفر میں تھے، دوران سفر ایک دن اپنے باپ کے ساتھ تلاوت قرآن کرتے رہے، تہجد کے وقت آپ نے نماز پڑھی، نماز پڑھنے کے بعد اپنے باپ سے کہا۔

''یہ لوگ کیسے بے خبر سو رہے ہیں، کسی کو اتنی توفیق نہیں ہوئی کہ اٹھ کر دو رکعت نماز پڑھ لیں۔'' باپ نے کہا۔

''اے جان پدر اگر تم بھی سوتے رہتے تو اس سے بہتر تھا کہ بجائے اس کے لوگوں کی غیبت کر رہے ہو۔''

شائلہ ساجد، کراچی

☆☆☆

pklibrary.com

حنا کا دسترخوان

افراح طارق

چکن جیلفریزی

اشیاء

چکن (بغیر ہڈی)	آدھا کلو
گرم مصالحہ	چوتھائی کھانے کا چمچ
ادرک پسا ہوا	آدھا کھانے کا چمچ
لہسن پسا ہوا	آدھا کھانے کا چمچ
کالی مرچ پسی ہوئی	آدھا کھانے کا چمچ
سویا ساس	دو کھانے کے چمچ
پیاز کٹی ہوئی	تین عدد
ٹماٹر کٹے ہوئے	تین عدد
ہری مرچ	تین عدد
شملہ مرچ ٹکڑوں میں کٹی ہوئی	ایک عدد
شکر یلا سفید سرکہ	دو کھانے کے چمچ
چلی سوس	ایک چائے کا چمچ

ترکیب

شیل گرم کرلیں اور مرغی کو اس میں فرائی کر لیں، براؤن ہو جانے پر مرغی کو نکال کر زائد تیل کاغذ میں جذب کرلیں، پھر کسی برتن میں ڈال کر ہلکی آنچ پر چولہے پر رکھ دیں پھر اس میں ادرک، لہسن، پیاز، ٹماٹر، شملہ مرچ ڈال کر تھوڑی دیر پکائیں اس میں نمک، کالی مرچ اور ہلدی پاؤڈر بھی ملا دیں اس کے بعد ٹماٹر پیسٹ، سرکہ اور سویا سوس اور چلی سوس شامل کر کے دس منٹ تک مزید پکائیں، چولہا بند کرنے کے بعد اوپر سے پسا ہوا گرم مصالحہ چھڑک دیں۔

لیجیے مزیدار چکن جیلفریزی تیار ہے، کھانے کی لذت بڑھانے کے لئے چلی سوس کا استعمال ضرور کریں۔

چکن اور پراؤن اسپیگیٹھی

اشیاء

چکن بغیر ہڈی کے	آدھا کلو
چکن یخنی	تین کپ
پیاز	دو عدد کٹی ہوئی
ٹماٹر پیسٹ	ایک کپ
پنیر	Grated
سفید سرکہ	آدھا چمچ
سویا سوس	ایک چمچ
کالی مرچ پسی ہوئی	ایک کھانے کا چمچ
ادرک پسی ہوئی	ایک چائے کا چمچ
نوڈلز	ایک پاؤ کا پیکٹ
مکھن	پاؤ کپ
میدہ	آدھا پاؤ
گاجر کٹی ہوئی ابلی ہوئی	ایک عدد
مٹر ابلے ہوئے	آدھا کپ
شملہ مرچ کٹی ہوئی	دو عدد
نمک	حسب ذائقہ
چائنیز سالٹ	ایک چائے کا چمچ

ترکیب

شیل کو گرم کرلیں اور حسب ذائقہ پسی ہوئی ادرک ڈال کر بھون لیں تاکہ وہ براؤن ہو جائے، اس میں مرغی ڈال کر براؤن ہونے تک فرائی کریں، آنچ ہلکی رکھیں تاکہ مرغی گل جائے۔ اس کے بعد ساری سبزیاں، کالی مرچ، چائنیز سالٹ، مکھن، یخنی اور ٹماٹر پیسٹ مرغی

pklibrary.com

میں شامل کردیں اور اس کو مسلسل چمچے سے ہلاتی رہیں اور اس وقت تک پکائیں جب تک پانی خشک نہ ہوجائے۔

نوڈلز کو علیحدہ سے پانی میں ابال لیں اور ٹھنڈا ہونے پر مرغی اور سبزیوں کے ساتھ مکس کر لیں اور تھوڑی دیر میں کسی برتن میں نکال لیں۔

برتن میں نکالنے کے بعد اس کے اوپر Grated پنیر ڈالیں اور پانچ سے سات منٹ کے لئے اوون میں رکھ دیں۔

لیجئے مزیدار چکن اسپیگیٹھی تیار ہے مزید ذائقہ حاصل کرنے کے لئے سویا ساس کے ساتھ پیش کریں۔

چکن/شاشلک

اشیاء

چکن	آدھا کلو
نمک، مرچ	حسب ذائقہ
کالی مرچ، لال مرچیں	حسب ذائقہ
سفید سرکہ	ایک کھانے کا چمچ
سویا ساس	ایک کھانے کا چمچ
تیل	دو کھانے کے چمچ
ٹماٹر	آدھا کلو
پیاز	آدھا کلو
شملہ مرچ	آدھا کلو
چائنیز سالٹ	ایک کھانے کا چمچ
ادرک پیسا ہوا	ایک کھانے کا چمچ
لہسن پسا ہوا	ایک کھانے کا چمچ

ترکیب

چکن کو ایک کھانے کا چمچ لہسن اور ادرک کا پیسٹ ڈال کر ابال لیں، پیاز، شملہ مرچ اور ٹماٹر کو ایک سائز کے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ لیں، تیل گرم کرکے مرغی کا ہلکا فرائی کریں پھر اس میں نمک، کالی مرچ، چائنیز سالٹ، لال مرچیں، شنگریلا سرکہ اور شنگریلا سویا ساس ڈال دیں اور ہلکا براؤن کرلیں پھر اس میں کٹی ہوئی سبزیاں بھی شامل کرلیں اور تھوڑی دیر تک پکائیں

لیجئے مزیدار چکن شاشلک تیار ہے، گرما گرم پیش کریں۔

چکن فرائیڈ رائس

اشیاء

چاول	آدھا کلو
مرغی بغیر ہڈی کے ابلی ہوئی	سو گرام
انڈے	دو عدد
سویا ساس	پانچ کھانے کے چمچ
سفید سرکہ	دو کھانے کے چمچ
گاجر کٹی ہوئی	دو عدد چھوٹی
چائنیز سالٹ	آدھا چائے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
کالی مرچ پسی ہوئی	آدھا چائے کا چمچ
ہری پیاز	دو عدد کٹی ہوئی
بند گوبھی	آدھی کٹی ہوئی

ترکیب

چاول ابال کر الگ کرلیں خیال رہے کہ چاول آدھے کچے اور آدھے ابلے ہوئے ہوں، تیل گرم کریں اور انڈے تل کر اس کے چھوٹے ٹکڑے کرلیں، چکن کے ٹکڑے، ہری پیاز، بند گوبھی، گاجر، کالی مرچ، نمک، چائنیز سالٹ، سویا سوس، سرکہ یخنی میں ملائیں اور پانچ سے سات منٹ تک پکائیں، چاول شامل کرکے دم آنے تک چھوڑ دیں، چکن فرائیڈ رائس تیار ہیں، سلاد اور چلی سوس کے ساتھ نوش فرمائیں ذائقے کو بڑھائے گا۔

✦✦✦

فوزیہ شفیق

اسلام علیکم!

آپ کے خطوط اور ان کے جوابات کے ساتھ حاضر ہیں آپ کی صحت وسلامتی کی دعاؤں کے ساتھ اللہ کریم ہم سب کو اور ہمارے اس پیارے وطن کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ آمین!

تحریر ہو یا تقریر جذوبات واحساسات کی ترجمانی الفاظ کرتے ہیں۔ جب تک یہ لکھے یا بولے نہ جائیں بے اثر ہوتے ہیں، لیکن جب یہ تحریر ہو جائیں زبان سے ادا ہو جائیں تو کمان سے نکلے تیر ہوتے ہیں۔ ان کو واپس لوٹانا نہ ممکن ہوتا ہے۔ پھر تو تردیدوں اور وضاحتوں سے بات نہیں بنتی۔ ایسے میں خاموشی زیادہ بہتر انتخاب ہوتی ہے۔

الفاظ کی روح سچائی اور صداقت ہوتی ہے الفاظ میں جتنی سچائی ہوگی وہ اتنا ہی دلوں میں گھر کریں گے، جھوٹ کو خواہ کتنے ہی خوبصورت الفاظ کے پیراہن میں پیش کیا جائے وہ بے اثر ہوتا ہے۔ وقتی طور پر اگر کامیاب ہو بھی جائے تو سچائی ایک نہ ایک دن سامنے آکر رہتی ہے۔ ہمارے مذہب میں تو مذاق میں بھی جھوٹ بولنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

افسوس ناک امر یہ ہے کہ ہمارے ہاں دونوں انفرادی اور اجتماعی سطح پر لفظوں کی حرمت کا خیال نہیں رکھا جاتا، ہمارے چند الفاظ کس طرح کسی کے دل زخمی کر دیتے ہیں۔ کسی کے دامن کو داغ دار کر دیتے ہیں کسی کے کردار کی دھجیاں بکھیر کر اس کی زندگی کو جہنم بنا دیتے ہیں ہمیں اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔

اجتماعی سطح پر تو یہ رجحان اور بھی شدت پکڑتا جا رہا ہے، جب سے میڈیا آزاد ہوا ہے اور چینلجز کی تعداد بڑھی ہے۔ سب کو کھلی آزادی ہے۔ آپ کسی کے متعلق بڑی سے بڑی بات سفید جھوٹ بنا کسی ثبوت اور تحقیق کے بول سکتے ہیں۔

الفاظ کے انتخاب میں بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ خصوصاً اس وقت جب ہم کسی اہم منصب یا اہم عہدے پر فائز ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں لکھنے اور بولنے کی صلاحیت دی ہے تو اس نعمت کا شکر یہ ہے کہ ہم اس صلاحیت کو مثبت طریقے سے استعمال کریں، اپنے الفاظ اپنی تحریر سے سچ کی خوشبو سے پھیلایا جائے اور امید کے چراغ روشن کئے جائیں۔

اپنا بہت سا خیال رکھئے گا اور ان کا بھی جو آپ سے محبت کرتے ہیں آپ کا خیال رکھتے ہیں۔ آیئے آپ کی خطوط کی محفل میں چلتے ہیں۔ حسب عادت درود پاک، استغفار اور کلمہ طیبہ کے ورد کے پھول بکھیرتے ہوئے اللہ تعالیٰ آپ سب کو اپنی حفظ وامان میں رکھے۔ آمین

یہ پہلا خط اقصیٰ سعید کا سرگودھا سے موصول

pklibrary.com

ہوا ہے وہ لکھتی ہیں:

فروری کا شمارہ اس مرتبہ کچھ لیٹ موصول ہوا۔ سرورق بالکل بھی اچھا نہیں تھا۔ اتنا ڈل سا آگے بڑھے اور اسلامیات والے حصے میں پہنچے حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول کے بعد پیارے نبی کی پیاری باتوں سے روح و ایمان کو تر و تازہ کیا، انشاء نامہ میں انشاء جی ہمیں بتاتے نظر آئے کہ جس چیز کے بارے میں ہمیں تجسس ہوتا ہے پرکھنے کے بعد وہ بالکل زیرو ثابت ہوتا ہے۔ نئے سال کا سروے ''بیتی یادوں کے سائے'' کا بقیہ حصہ پسند آیا۔ سبھی مصنفین نے محبتوں کے ساتھ جوابات دیئے۔ سب سے پہلے بات کریں گے ہم افشاں علی کے مکمل ناول ''تیرے عشق کی پڑ گئی مار پیا'' فروری میں دوسری قسط پڑھی کمال کی تحریر افشاں میرے پاس تعریف کے لئے الفاظ نہیں، بڑی خوبصورتی کے ساتھ آپ نے اس تحریر کو لکھا ایک ایک حرف دل میں اترنے والا اس میں استعمال کی گئی شاعری کی تو کیا ہی بات ہے۔ اگلی قسط کا شدت سے انتظار ہے۔ ام مریم کا سلسلے وار ناول ''امید صبح و جمال'' میں آیت اور صندلین کا کردار کھل کر سامنے آیا۔ شیر خان کا موت کے منہ سے نکل آنا صندلین کے لئے خطرے کی گھنٹی ہے حسین شاہ کا کردار کچھ عجیب سا نہیں، اس کا ایک رخ وہ ہے جو دادی کے گھر میں نظر آتا ہے اور دوسرا جو حمدہ کے سامنے ہے۔ آگے چل کر دیکھتے ہیں کہ کیا سامنے آتا ہے خدیجہ اسحق کا مکمل ناول تپش اپنے ٹائٹل کے برعکس اچھی تحریر تھی نہ جانے خدیجہ نے اس تحریر کا نام ''تپش'' کیوں رکھا، اس بار دوسرا سلسلے وار ناول سندس جبیں کا آپ نے شروع کیا ''غارت گر'' کے نام سے پہلی قسط پڑھ کر کچھ خاص تاثر نہیں بنا تین چار قسطوں کے بعد ہی رائے دی جاسکتی ہے۔ بہرحال ہمیں سندس کی سابقہ تحریروں کو مدنظر رکھتے ہوئے اچھی امید ہے۔

فوزیہ آپی پلیز یہ ندا حسین کے ناولٹ میں ''قربت ہجر میں محبت'' انتہائی بورنگ ہو گیا کہانی آگے بڑھ ہی نہیں رہی وہی شمع اور حذیفہ کے گرد گھومتی ہے پہلے محبتوں کی انتہا اور اب نفرتوں کی، عجیب کنجلک سٹوری ہے، زارا ہنجر اکا ناولٹ ''کسے دا یار نہ وچھڑے'' مصنفہ لکھتے وقت کنفیوز نظر آرہی ہیں گاؤں کے کلچر پر لکھنے کی بہرحال مصنفہ نے اچھی کوشش کی۔ اب بات ہو جائے اس ماہ کی سب سے بیسٹ تحریر ''مذاق عاشقی دارم'' انیلا طالب کا ناولٹ اس سے پہلے حنا میں انیلا کی ایک مختصر سی تحریر نظر سے گزر چکی ہے لیکن اس تحریر نے تو اپنے سحر میں جکڑ لیا ہے۔ کیا زبردست الفاظ کا چناؤ کرداروں کے نام ایلف، اوزگن، آئے تن واہ کیا بات ہے انیلا جی ایک درخواست ہے کہ پلیز ان نام کے معنی بھی آگے چل کر بتایئے گا، آپ کے ناولٹ کی پہلی قسط ہی بے حد شاندار تھی اگلی قسط کا انتظار شدت سے ہے۔ افسانوں میں ام اقصیٰ کے افسانہ بہترین تھا جبکہ فوزیہ سرور کا افسانہ ''خسارا'' تو بس مصنفہ نے نہ جانے کیا لکھنا چاہا اور کیا لکھ دیا۔ بشریٰ سیال کو بیٹی کی مبارکباد۔

مستقل سلسلے سبھی پسند آئے۔ اقصیٰ سعید خوش آمدید اس محفل میں۔ فروری کے شمارے کا سرورق آپ کو پسند نہیں آیا یہ جان کر ہمیں افسوس ہوا انشاء اللہ آئندہ اس بات کا خاص خیال رکھا جائے گا آپ کی تعریف اور تنقید ان سطور کے ذریعے مصنفین کو پہنچائی جارہی ہیں۔ اپنی رائے سے آگاہ کرتی رہیے گا ہم منتظر رہیں گے۔ شکریہ!

رابعہ اظفر کی ای میل فیصل آباد سے

میں ایک عصرے سے حنا کی قاری ہوں ایک بار پہلے بھی اس محفل میں شرکت کر چکی ہوں اس بار شرکت کرنے کی وجہ بشریٰ سیال آپی کی گڑیا کی نیوز ہے۔ بشریٰ آپی آپ کو بہت بہت مبارک ہو دعا ہے کہ اللہ کریم فاطمہ کو لمبی اور کامیاب زندگی عطا کرے آمین!

اس کے بعد میں بات کروں گی انیلا طالب کے ناولٹ کی اگرچہ یہ انیلا کا نام نیا ہے لیکن تحریر پر گرفت بتاتی ہے کہ وہ اس میدان کی پرانی کھلاڑی ہے۔ صوفی ازم پر تحریر لکھنا کسی عام لکھاری کا کام نہیں ناولٹ کی ''مذاق عاشقی دارم'' کی پہلی قسط نے ہی اپنی طرف متوجہ کرلیا۔ بہت زبردست تحریر لگی۔ اگلی قسط یقیناً اس سے بھی شاندار ہوگی۔ سندس جبیں کا نیا سلسلہ وار ناول ''غارت گر'' شروع کر کے آپ نے سرپرائز دیا۔ سندس جبیں کی پرانی تحریر جو پڑھ چکے ہیں ہم وہ تو بہت زبردست تھی۔ اس ناول کے متعلق رائے آگے چل کر دیں گے۔ ام مریم کا سلسلے وار ناول ''امید جمع جمال'' اپنے انتہائی شاندار موڑ پر ہے صندلین کی سنگدلی نے دل کو افسردہ کر دیا، اور شیر خان کی زندگی پر ترس ہی اللہ کرے شیر خان بچ جائے اور اس خود غرض صندلین کو دن میں تارے دکھائے۔

آپی اس ماہ فروری کے شمارے میں بہت سی غلطیاں نظر آئیں سب سے پہلی غلطی تو فہرست کی تھی دوسری خدیجہ اسحق کا ناول ''تپش'' کا ٹائٹل خدیجہ کی تحریر کے علاوہ ایک تحریر جو چونکانے کا باعث بنا وہ نام تھا ناول کا ''تپش'' جو دو تحریروں پر تھا، جب بغور دیکھا تو وہ افشاں علی کا ناول ''عشق کی پڑ گئی مار پیا'' تھا پلیز ان باتوں کا خیال رکھیں۔ افسانوں میں ام اقصیٰ کا افسانہ بہت زبردست تھا اور اس کی کہانی تو ہر تیسرے گھرانے کی کہانی ہے۔ فوزیہ سرور کا افسانہ ''خسارہ'' اور سباس گل کا پیار کی کہانی، بھی پسند آیا، زارا ہنجرا کا ناولٹ انتہائی دکھی اور اداس کر گیا۔ پلیز آپی مصنفین سے کہا کریں کہ ہپی ہپی تحریریں لکھا کریں۔ پڑھنے والے تو ویسے ہی زندگی کی مشکلات میں الجھے ہوتے ہیں۔

رابعہ اظہر کیسی ہیں آپ ہمیں بہت اچھے سے یاد ہے کہ آپ اس محفل میں شرکت کر چکی ہیں چلیں دوبارہ آنے کی وجہ کچھ بھی ہو آپ نے رونق تو بخشی اس محفل کو، آپ کی مبارکباد اور پسندیدگی پہنچائی جا رہی ہے متعلقین کو، ہمیں احساس ہے کہ فروری کے شمارے میں ہم سے کچھ تکنیکی غلطیاں ہوئیں جس کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں انشاء اللہ ایسی شکایات اب آپ کو نہیں ملیں گی۔ اپنی رائے کے متعلق اظہار کرتی رہیے گا ہم منتظر رہیں گے۔ شکریہ!

زرقون مجید کی ای میل موصول ہوئی ہے۔ وہ لکھتی ہیں۔

ماہنامہ حنا سے اگرچہ رشتہ پرانا ہے لیکن آج سے قبل میں کبھی کسی تحریر پر تبصرہ نہیں کیا ہے لیکن آج مجھے قلم اٹھانا پڑا۔ فروری کا حنا ہاتھ تو فوراً اس تحریر کی طرف بڑھی جس کا بے صبری سے انتظار تھا۔

بات ہو رہی ہے ناول ''مذاق عاشقی دارم'' کی، انیلا طالب کی تحریر کمال کی تھی عشق حقیقی کی بہترین عکاسی ہے۔ اوزان کا کردار مجھے بے حد پسند آیا۔ اوزان کے والدین کا کردار ہمارے معاشرے کی عکاسی کرتے ہیں ماں باپ کی آپس کی چپقلش میں بچوں پر مرتب ہوتے اثرات کی تصویر کشی کمال کی ہے۔ ایلیف کی تو کیا بات ہے اس کے لئے تو صرف یہی کہا جائے

گا۔کمال ہے بقیہ تبصرہ انشاءاللہ آئندہ ماہ۔

زرقون مجید اس محفل میں پہلی مرتبہ شرکت کرنے پر خوش آمدید چلیں دیر سے سہی آپ کو اس محفل میں آنے کا خیال تو آیا۔انیلا طالب کی تحریر ''مذاق عاشقی دارم'' کو پسند کرنے کا شکریہ۔آپ کا آنا اس محفل میں اچھا لگا لیکن کیا ہی اچھا ہوتا جو آپ فروری کے شمارے کی بقیہ تحریروں پر بھی اپنی رائے سے آگاہ کرتی۔ کیونکہ قارئین کی رائے ہمارے لئے بڑی اہم ہوتی ہے۔ہم اگلے ماہ بھی آپ کی قیمتی رائے کے منتظر رہیں گے۔شکریہ!

سمارا انعم بھٹی

آپی فروری کا شمارہ 8 کو ملا بہترین سرورق سے سجا تھا۔نئے ناول کی رائٹر کا تجسس تھا سو جلد سے فہرست چیک کی۔ارے واہ سندس جبیں واقعی آپی آپ کا سرپرائز لاجواب لگا۔کچھ باتیں ہماریاں؛ انکل کی باتیں حقیقت پر مبنی تھیں محترمہ خالدہ جیلانی کے لیے دعائے مغفرت ہے اللہ قبول فرمائے آمین۔حمد و نعت و پیارے نبی ﷺ کی پیاری باتوں کا کوئی نعم البدل نہیں جزاک اللہ۔کس قیامت کے یہ نامے میں سبھی خوب تھے آپی اگر ممکن ہو تو اس کے صفحات بڑھا دیں۔ابن انشا آل اِن ون ہیں کیا کہنے بھئی! سروے بہترین سوال و جوابات پر مشتمل تھا لیکن ام مریم کی کمی محسوس ہوئی ان کا ناول؛امید صبح جمال؛ دلچسپی سے آگے بڑھ رہا ہے نیا ناول سندس جبیں کا؛ غارت گر؛امید ہے کہ خوبصورتی سے چلے گا پہلی قسط تو شاندار ہے۔مکمل ناول میں افشاں علی نے اچھا لکھا۔؛تپش؛ خدیجہ اسحاق نے تو میدان ہی مار لیا۔ناولٹس میں انیلا طالب نے اچھی کوشش کی ہے جبکہ دوسرا ناولٹ زارا ہنجرا کا عنوان سمیت پسند آیا۔ افسانوں میں؛ سماعت فرمایئے اور خسارہ فوزیہ سرور اچھے لگے باقی مستقل سلسلے انگوٹھی میں نگینے کی مانند فٹ فاٹ ہیں بشریٰ سیال کی بیٹی کی بہت مبارک باد قبول ہو ساتھ میں یہ بھی بتا دوں کہ آپ کی پسندیدہ مصنفہ عشاء بھٹی کو اللہ نے بیٹے کی نعمت سے نوازا۔سمارا خوش رہو۔ فروری کا شمارہ آپ کو پسند آیا یہ جان کر خوشی ہوئی۔عشاء بھٹی کو ہم سب کی طرف سے مبارک باد،اپنی رائے سے آگاہ کرتی رہیے گا۔شکریہ

✦✦✦

قربت ہجر میں محبت

کچھ ناگزیر وجوہات کی بنا پر اس ماہ ندا حسنین کا ناولٹ ''قربت ہجر میں محبت'' شائع نہیں کیا جا رہا۔

pklibrary.com